وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

سلسلہ دار المصنفین

(نمبر ۲۱)

سیر انصار رض

(حصہ دوم)

جس میں بہ ترتیب حروف تہجی مستند حوالوں سے ۴۶. انصار کرام و حلفائے انصار رض
کے سوانح و حالات اور اُن کے فضائل و کمالات کی تفصیل مذکور ہے

مرتبہ

مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

طبع دوم

۱۳۶۶ھ
۱۹۴۷ء

اسمائے صحابۂ کرام

سیر انصار حصہ دوم

(بہ ترتیب حروف تہجی)

حلفائے انصارؓ

۲۲۶ —— ۲۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"س"

حضرت سعدؓ بن ربیع

نام و نسب سعد نام، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امرا القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

اسلام عقبۂ اولیٰ میں مسلمان ہوئے اور عقبۂ ثانیہ میں شرکت[1] کی، دوسری بیعت میں اپنے قبیلہ کے نقیب بنائے گئے، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب[2] تھے،

غزوات اور دیگر حالات حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہ عشرہ مبشرہ میں تھے، برادری قائم ہوئی، حضرت سعدؓ نے اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ جو غیر معمولی جوش و خروش اور خلوص ظاہر کیا، اس کی نظیر تاریخ عالم کے کسی باب میں نہیں مل سکتی، تمام انصار نے مال و متاع، جائداد اور زمین آدھی آدھی مہاجرین کو دیدی تھی، لیکن حضرت سعدؓ نے ان چیزوں کے علاوہ اپنی ایک بیوی بھی پیش کی، حضرت عبدالرحمٰنؓ اگرچہ اس وقت مفلوک الحال تھے، تاہم دل غنی تھا، بولے، "خدا تمھارے بال بچوں اور مال و دولت میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورت نہیں تم مجھکو

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۷۶ ج ۲ [2] ایضاً،

بازار دکھلا دو۔

غزوۂ بدر کی شرکت سے تذکرے خاموش ہیں، غزوۂ احد میں شریک تھے اور اسی میں

وفات | نہایت جانبازی سے لڑکر شہادت حاصل کی جسم پر نیزہ کے بارہ زخم تھے، موطا میں ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا، ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں[1]

زرقانی میں ہے کہ انھوں نے جاکہ لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی، شہر

خموشاں میں ہر طرف سناٹا تھا، کوئی جواب نہ آیا، لیکن جب یہ آواز دی کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مردوں میں ہوں،

یہ حضرت سعدؓ کا آخیر وقت تھا، دم توڑ رہے تھے، زبان قابو میں نہ تھی، تاہم ان سے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل

نہ رہو گے، کیونکہ تم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی بیعت کی

تھی، یہ شخص جن کا نام بعض روایتوں میں ابی بن کعب آیا ہے، وہیں کھڑے رہے، اور حضرت

سعدؓ کی روح مبارک جسم عنصری سے پرواز کر گئی،

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت ابیؓ نے وصیت کے یہ آخری کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے تو فرمایا

خدا ان پر رحم کرے، زندگی اور موت دونوں میں خدا اور رسول کی بھی خواہی مدنظر رہی[2]

دفن کے وقت دو دو آدمی ایک قبر میں رکھے گئے تھے، خارجہؓ بن زید بن ابی زہیر

جو حضرت سعدؓ کے چچا ہوتے تھے، ان کے ساتھ دفن کئے گئے کہ جس طرح دنیا میں ساتھ

[1] اسد الغابہ ص۲۷۷ و ۲۷۸ جلد ۲ و اصابہ ص۴۴ جلد ۳ [2] اسد الغابہ ص۲۷۸،

دیا تھا قبر میں بھی ساتھ دیں[۵۱]،

اہل وعیال | دو لڑکیاں چھوڑیں، ایک کا نام ام سعید تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جائداد میں دو ثلث ان کو عطا فرمائے، قرآن مجید کی آیت میراث

فان کن نسآءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک | اگر دو عورتوں سے زیادہ ہوں تو دو ثلث ان کا حصہ ہوگا،

اسی موقع پر نازل ہوئی اور اسی تقسیم سے یہ معلوم ہوا کہ دو عورتوں کا بھی وہی حصہ ہے، جو تین یا چار کا ہے[۵۲]،

دو بیویاں تھیں جن میں ایک کا نام عمرہ بنت حزم تھا[۵۳]،

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سننے کے علاوہ، لکھنا جانتے تھے اور چونکہ یہ کس کے بیٹے تھے تعلیم کا خاص اہتمام ہوا تھا، کتابت اسی زمانہ میں سیکھی تھی[۵۴]،

اخلاق | جوش ایمان اور حب رسول، عقبہ اور احد کے کارناموں سے ظاہر ہوتی ہے، غزوۂ احد میں جو وصیت کی، وہ اس کا بالکل بین ثبوت ہے،

مشرکین مکہ کی تیاریوں کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس احد میں آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو آگاہ کیا تھا[۵۵]،

انہی باتوں کی وجہ سے حضرت سعدؓ کا اثر تمام صحابہ پر تھا، انکی صاحبزادی ام سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں تو انھوں نے اپنا کپڑا بچھا دیا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا، پوچھا یا خلیفۂ رسول اللہ! وہ کیوں؟ ارشاد ہوا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنت کا راستہ لیا، اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے[۵۶]،

---

۵۱ صحیح بخاری ص۱۷۹ ج۱ ۵۲ اسد الغابہ ص۲۸۳ جلد ۲ ۵۳ اصابہ ص۳۷ جلد ۳ ۵۴ اسد الغابہ ص۲۷۷ جلد ۲ ۵۵ طبقات ابن سعد ص۲۵ ۵۶ اصابہ ص۳۷،

حضرت سہلؓ بن سعد

نام ونسب | سہل نام، ابوالعباس، ابومالک، ابویحییٰ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

ہجرت نبوی سے ۵ سال قبل پیدا ہوئے، باپ نے حزن نام رکھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو بدل کر سہل کر دیا،

اسلام | ہجرت سے پیشتر حضرت سہلؓ کے والد سعد بن مالک نے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا بیٹے نے اسی باپ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی،

غزوات اور دیگر حالات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری مدینہ کے وقت ان کا سن ۵ سال کا تھا، دو برس کے بعد غزوۂ بدر پیش آیا، اس وقت یہ ہفت سالہ تھے، لڑائی سے قبل ان کے والد نے انتقال کیا، اور حضرت سہلؓ کو یتیم چھوڑ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی ختم ہونے کے بعد اور مجاہدین کی طرح ان کے باپ کا بھی حصہ لگایا، کیونکہ وہ جنگ کا عزم کر چکے تھے،

غزوۂ احد میں وہ اور لڑکوں کی طرح شہر کی حفاظت کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چشم زخم پہنچا، اور دھویا گیا، اس وقت آپ کے پاس آگئے تھے،[1]

۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا، باایں ہمہ صغر سنی، جوش کا یہ عالم تھا کہ خندق کھودتے

---

[1] مسند جلد ۵ صفحہ ۳۳۴،

اور مٹی اٹھا اٹھا کے کندھے پر لیجاتے تھے[1]

غزوات مابعد میں بھی میدانِ جنگ کے قابل نہ ہو سکے، ۱۵ برس کا سن ہوا، اور تیغ زنی کے قابل ہوئے تو خود سرورِ عالمؐ نے سفرِ آخرت اختیار فرمایا، یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے،

۷۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا دستِ سیاست دراز ہوا، تو ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کی مدد کیوں نہ کی؟ جواب دیا کی تھی" بولا جھوٹ کہتے ہو"، اس کے بعد حکم دیا کہ ان کی گردن پر مہر لگا دی جائے، یہ عتاب ان بزرگوں کے ذلیل کرنے اور اثر زائل کرنے کے لئے کیا گیا تھا، حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ بھی اسی جرم میں ماخوذ تھے،

وفات سن مبارک ۹۶ سال تک پہنچ چکا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال با کمال کے دیکھنے والوں سے مدینہ خالی تھا، دیگر صوبے بھی صحابہ کے سایہ سے عموماً محروم ہو چکے تھے، وہ خود فرمایا کرتے تھے، "کہ مر جاؤنگا تو کوئی قال رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا،" آخر ۹۱ھ میں بزم قدس نبوی کی یہ ٹمٹماتی ہوئی شمع بھی بجھ گئی،

فضل و کمال حضرت سہلؓ مشاہیر صحابہ میں ہیں، اکابر صحابہ کے فوت ہونے کے بعد ان کی ذات مرجع انام بن گئی تھی، لوگ نہایت ذوق و شوق سے حدیث سننے آتے تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ صغیر السن تھے تاہم آپ سے حدیث سنی تھی، بعد میں حضرت ابی بن کعبؓ، عاصمؓ بن عدی، عمرو بن عبسہؓ سے اس فن کی تکمیل کی، مروان سے بھی چند روایتیں لیں، اگرچہ وہ صحابی نہ تھا، راویانِ حدیث اور تلامذۂ خاص کی ایک جماعت تھی جن میں بعض کے نام یہ ہیں،

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۳ [2] مسند ابی مبارک ص ۱۱۶،

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن مسیب، ابو حازم بن دینار زہری

ابو سہیلؓ صبحی، عباسؓ بن سہل (لڑکے تھے) وفا بن شریح حضرمی، یحییٰ بن میمون حضرمی

عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی ذباب، عمرو بن جابر حضرمی،

روایات کی تعداد ۱۸۸ ہے جن میں سے ۲۸ متفق علیہ ہیں،

اخلاق حب رسولؐ کے نشہ میں چور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کے سہارے کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک روز منبر کا خیال ظاہر فرمایا، حضرت سہلؓ اٹھے اور جنگل سے منبر کے لئے لکڑی کاٹ لائے[1]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیر بضاعہ سے پانی پلایا تھا[2]،

حق گوئی خاص شعار تھی، آل مروان میں سے ایک شخص مدینہ کا امیر ہوکر آیا، حضرت سہلؓ کو بلا کر کہا کہ علیؓ کو برا کہو، انھوں نے انکار کیا تو کہا کہ اچھا اتنا ہی کہدو کہ "خدا (نعوذ باللہ) ابوتراب پر لعنت کرے"، حضرت سہلؓ نے جواب دیا کہ یہ علیؓ کا محبوب ترین نام تھا اور آپؐ اس نام سے بہت خوش ہوتے تھے، اس کے بعد ابوتراب کی وجہ تسمیہ بتلائی تو اس کو بھی خاموش ہونا پڑا[3]،

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۳۳۷ [2] ایضاً ص ۳۳۷ [3] صحیح مسلم ص ۳۲۶ جلد ۲،

حضرت سہلؓ بن حنیف

نام ونسب | سہل نام، ابوسعد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سہل بن حنیف بن واہب بن عکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن حشم بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام | ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے،

غزوات وعام حالات | ابن سعد کی روایت کے مطابق جناب امیر علیہ السلام سے مواخاۃ ہوئی[1] تمام غزوات میں شریک تھے، غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میدان میں رہ گئے تھے، یہ بھی ثابت قدم رہے، اسی دن موت پر بیعت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو تیر آتے یہ اُن کا جواب دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے کہ اُن کو تیر دو، یہ سہل ہیں، حضرت عمرؓ تفاول کے طور پر کہتے کہ سہل ہے، حزن نہیں[2]،

خلافت راشدہ میں سے جناب امیر علیہ السلام کے عہد مبارک میں مدینہ کے امیر تھے، کوفہ سے امیر المومنین کا فرمان پہنچا کہ یہاں آجاؤ، چنانچہ مدینہ سے کوفہ چلے گئے، جنگ جمل کے بعد بصرہ کے والی بنائے گئے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شرکت کی،[3] اور لڑائی کے بعد کوفہ واپس چلے آئے،

اسی زمانہ میں فارس کے امیر بنائے گئے، اہل فارس نے سرتابی کر کے خارج البلد کر دیا، حضرت علیؓ نے ان کے بجائے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمایا،

---

[1] اصابہ ص ۱۳۹ جلد ۳ و تہذیب التہذیب ص ۲۵۱ جلد ۴ [2] اصابہ ص ۱۳۹ [3] صحیح بخاری ص ۶۰۲ جلد ۲،

وفات | ۳۸ھ میں بمقام کوفہ انتقال فرمایا، حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، ۶ تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ یہ اصحاب بدر میں تھے،

اولاد | دو بیٹے یادگار چھوڑے، ابو امامہ اسعد اور عبد اللہ، اول الذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں پیدا ہوئے تھے،

حلیہ | نہایت خوبصورت اور پاکیزہ منظر تھے، بدن نہایت سڈول تھا، ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، وہاں نہر جاری تھی، نہانے کے لئے گئے، کسی انصاری نے جسم دیکھ کر کہا، کیسا بدن پایا ہے؟ میں نے تو ایسا بدن کبھی نہیں دیکھا تھا، حضرت سہلؓ کو غش آگیا، اٹھا کر لائے گئے، بخار چڑھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا معاملہ ہے، لوگوں نے قصہ بیان کیا، فرمایا تعجب ہے، لوگ اپنے بھائی کا جسم پامال دیکھتے ہیں اور برکت کی دعا نہیں کرتے، اس لئے نظر لگتی ہے،

فضل وکمال | راویان حدیث میں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں، ان سے متعدد تابعین نے روایت کی ہے، جن میں سے چند نام یہ ہیں،

ابو وائل، عبید بن سباق، عبد الرحمن بن ابی لیلی، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، سیر بن عمرو، رباب، (عثمان بن حکم بن عباد بن حنیف کی دادی تھیں[۱]؛

اخلاق وعادات | اختلاف سے دور رہتے تھے صفین سے واپس آئے تو ابو وائل نے کہا کہ کچھ خبر بیان کیجئے، فرمایا کیا بتاؤں؟ سخت مشکل ہے، ایک سوراخ بند کرتے ہیں، تو دوسرا کھل جاتا ہے[۲]،

نہایت شجاع اور جری تھے لیکن لوگوں میں اس کے خلاف چرچا تھا، فرمایا یہ

---

[۱] از طبقات ص۴ جلد۴ و تہذیب التہذیب جلد۴ و اصابہ جلد۳ حالات سہلؓ [۲] صحیح بخاری ص۶۰۲ ج۲،

ادن کی رائے کا قصور ہے، میں بزدل نہیں، ہم نے جس کام کے لئے تلوار اٹھائی، اس کو ہمیشہ آسان کر لیا، یوم ابی جندل (حدیبیہ) میں لڑنا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف نہ ہوتا تو میں اس دن بھی آمادہ پیکار ہو جاتا،[1]

---

[1] صحیح بخاری ص۶۰۲ جلد ۲،

حضرت سعدؓ بن معاذ

نام و نسب | سعد نام، ابو عمرو کنیت، سید الاوس لقب، قبیلۂ عبد الاشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن نبیت (عمرو) بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا جو حضرت ابو سعیدؓ خدری کی چچا زاد بہن تھیں، قبیلۂ اشہل قبائل اوس میں شریف ترین قبیلہ تھا، اور سیادت عامہ اُس میں وراثۃً چلی آتی تھی چنانچہ حضرت سعدؓ کے تمام مورث اپنے زمانہ میں تاجِ سیادت زیب سر کئے تھے،

والد نے ایام جاہلیت ہی میں وفات پائی، والدہ موجود تھیں، ہجرت سے پیشتر ایمان لائیں، اور حضرت سعدؓ کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں،

اسلام | اگرچہ عقبۂ اولیٰ میں یثرب کی سرزمین پر خورشید اسلام کا پرتو پڑ چکا تھا، لیکن حقیقی ضیا گستری حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ذات سے وابستہ تھی، چنانچہ جب وہ داعی اسلام بنکر مدینہ پہنچے تو جو کان اس صدا سے ناآشنا تھے، ان کو بھی چار و ناچار اس کے سننے کے لئے تیار ہونا پڑا،

سعد بن معاذ ابھی حالت کفر میں تھے، ان کو مصعب کی کامیابی پر سخت حیرت اور اپنی قوم کی بے وقوفی پر انتہا درجہ کا حزن و ملال تھا،[1]

---

[1] خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ صـ۲۹؎،

غزوات اور دیگر حالات

کچھ دنوں کے بعد عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور امیہ بن خلف کے مکان پر کہ مکہ کا مشہور رئیس اور ان کا دوست تھا، قیام کیا، (امیہ مدینہ آتا تھا تو ان کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا) اور کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو مجھے خبر کرنا، چنانچہ دوپہر کے قریب امیہ کے ساتھ طواف کے لئے نکلے، راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی، پوچھا یہ کون ہیں؟ امیہ نے کہا "سعد"، ابوجہل نے کہا تعجب ہے کہ تم صابیوں (بے دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مراد ہیں) کو پناہ دے کر اور ان کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو، اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا" حضرت سعدؓ نے غضب آلود لہجہ میں جواب دیا، تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دونگا۔ امیہ نے کہا "سعد ابوالحکم (ابوجہل) مکہ کا سردار ہے، اس کے سامنے آواز پست کرو" حضرت سعدؓ نے فرمایا، چلو ہٹو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے، بولا کیا مکہ میں آکر ماریں گے؟ جواب دیا اس کی خبر نہیں[1]،

اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت غزوۂ بدر تھا، کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نہایت ساز و سامان سے تیاریاں کی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سعدؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لائے، رسالت کی تصدیق کی، اس بات کا اقرار کیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور درست ہے، سمع اور طاعت پر آپ سے بیعت کی، پس جو ارادہ ہو کیجئے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا اگر آپ سمندر میں کودنے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں، ہمارا ایک آدمی بھی گھر میں نہ بیٹھے گا، ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں، اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہونگے، خدا ہماری

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۵۶۳ جلد ۲

طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر سے خوش ہوئے فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا تو قبیلۂ اوس کا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حوالہ کیا،

غزوۂ احد میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دیا تھا،

کفار سے مقابلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے عبداللہ بن ابی ابن سلول کا بھی یہی خیال تھا لیکن بعض نوجوان جن کو شوقِ شہادت دامنگیر تھا، باہر نکل کر لڑنے پر مصر تھے، چونکہ کثرت رائے انہی کو حاصل تھی، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی تائید کی، اور زرہ پہننے کیلئے اندر تشریف لے گئے، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے کہا کہ "تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر چلنے کے لئے مجبور کیا ہے" حالانکہ آپ پر آسمان سے وحی آتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی رائے واپس لے لو اور معاملہ کو بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دو" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلوار، ڈھال، اور زرہ لگا کر نکلے تو تمام لوگوں کو ندامت ہوئی، عرض کیا کہ ہم کو حضور کی مخالفت منظور نہیں، جو حکم ہو ہم بجالانے پر آمادہ ہیں، ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے؟ نبی جب ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے،[۲]

غرض کوہ احد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی، اسلامی لشکر پہلے فتحیاب تھا لیکن پھر تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹا، اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ثابت قدم تھے، اور آپ کے ساتھ دو اصحاب دادِ شجاعت دے رہے تھے، انہی میں حضرت سعد بن معاذ بھی تھے،[۳]

اس غزوہ میں ان کے بھائی عمرو شہید ہوگئے،[۴]

---

[۱] زرقانی جلد ۱ ص۴۸ [۲] طبقات ابن سعد ص۲۲ جلد ۲ قسم ا [۳] زرقانی ص۵ جلد ۲ [۴] طبقات ص۳ جلد ۳ قسم ا

غزوۂ خندق میں کہ ۵ھ میں ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مدینہ کے تہائی پھل عیینہ بن حصن بن سید کو دینے کے لئے مشورہ کیا تھا، اس مشورہ میں سعد بن عبادہؓ کے ساتھ حضرت سعدؓ بن معاذ بھی شریک ۱؎ تھے،

لڑائی کا وقت آیا تو زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لئے میدان کو روانہ ہوئے، بنو حارثہ کے قلعہ میں انکی ماں موجود تھیں اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں، شعر پڑھتے ہوئے گذرے تو ماں نے کہا "بیٹا تم پیچھے رہ گئے، جلدی جاؤ"

جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا، حضرت عائشہؓ نے کہا "سعد کی ماں! دیکھو زرہ بہت چھوٹی ہے"، میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے کہ عرقہ کا بیٹا تھا، ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی ۲؎ اور نہایت جوش میں کہا لو، میں عرقہ کا بیٹا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے،

اس کے بعد مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا، اور رفیدہ اسلمیہ کو ان کی خدمت پر مامور کیا، حضرت سعدؓ اسی خیمہ میں رہتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے

چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، خدا سے دعا کی کہ قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ، ان سے مجھے لڑنے کی بڑی تمنا ہے، کیونکہ انھوں نے تیرے رسول کو اذیت دی، تکذیب کی، اور مکہ سے نکال دیا، اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آگیا ہی تو اس زخم سے مجھے شہادت دے، اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر، اس دعا کا دوسرا ٹکڑا مقبول ہوا ۳؎، چنانچہ جب بنو قریظہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطن کرنا چاہا تو چونکہ وہ قبیلۂ اوس کے حلیف تھے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ طبقات ص۲ جلد ۳ قسم ۲ ۲؎ صحیح بخاری ص۱۵ جلد ۲ و دیگر کتب رجال ۳؎ ایضاً ص۹۱ جلد ۲،

نے حضرت سعدؓ کو اطلاع کی، وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، مسجد کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو۔"

پھر سعدؓ سے فرمایا کہ "یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں"، عرض کی، "تو میں حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کئے جائیں، اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنکر کہا تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی، چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے ۴۰۰ آدمی قتل کرائے،

وفات | اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک زندہ رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زخم کو داغا، جس سے خون رک گیا، لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا تھا، ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گذر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا، لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی پوچھا کیا معاملہ ہے، جواب ملا کہ سعد کا زخم پھٹ گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو گھبرا اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعدؓ کا انتقال ہو چکا تھا، نعش کو اپنی آغوش میں لے کر بیٹھے، خون برابر بہہ رہا تھا، لوگ آکر جمع ہونا شروع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ آئے اور نعش کو دیکھکر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ایسا نہ کہو"، حضرت عمرؓ نے رو کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خیمہ میں کہرام پڑا تھا، دکھیا ماں یہ کہہ کر رو رہی تھی،

ویل ام سعد سعدا . براعة وجدا

ویل ام سعد سعدا صرامة وجدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور رونے والیاں جھوٹ بولتی ہیں، لیکن یہ سچ کہتی ہیں،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۹۱ جلد ۲،

جنازہ روانہ ہوا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ تھے، فرمایا کہ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں، لاش بالکل ہلکی ہو گئی تھی، منافقین نے مضحکہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے[1]،

دفن کر کے واپس ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے، ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے،

حضرت سعدؓ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے، انھوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں، جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اسکی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے، حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دشمن خدا (ابن ابی) نے مجھے سخت تکلیف دی ہے، تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے"؟ تو سب سے پہلے انھوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھکو بتلائیے، میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں؟"

اس وقت اسی محب صادق اور عاشق جان نثار نے وفات پائی تھی، اس واقعہ کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ فرشتے جنازہ میں موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت سے عرش مجید جنبش میں آگیا ہے[2]!!

ایک انصاری فخریہ کہتا ہے،

وما اهتز عرش الله من موت هالك	سمعنا به الا لسعد ابی عمرو
کسی مرنے والے کی موت پر خدا کا عرش نہیں ہلا	مگر سعد ابی عمرو کی موت پر

حلیہ حلیہ یہ تھا کہ قد دراز، بدن دوہرا[3]،

اولاد دو بیٹے تھے، عمرو اور عبداللہ، دونوں صحابی تھے، اور بیعت رضوان میں شریک تھے،

---

[1] جامع ترمذی ص ۶۲۳ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۶ جلد ۱ [3] ترمذی ص ۲۹۵،

فضل وکمال جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، حضرت سعدؓ کا انتقال اوائل اسلام میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے اُنھوں نے ۵ برس فائدہ اٹھایا، اس عرصہ میں بہت سی حدیثیں سنی ہونگی لیکن چونکہ روایات کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوا اس لئے ان کی روایتیں اشاعت نہ پاسکیں،

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت مذکور ہے جس میں ان کے عمرہ کا ذکر آیا ہے، حضرت انسؓ کی ایک حدیث ہے، جس میں سعد بن ربیعؓ کے احد میں قتل ہونے کا تذکرہ ہے،

مناقب واخلاق اخلاقی حیثیت سے حضرت سعدؓ بڑے درجہ کے انسان تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑھکر عبدالاشہل کے تین آدمی تھے، سعدؓ بن معاذ، اسیدؓ بن حضیر اور عبادہؓ بن بشر،

وہ خود کہتے ہیں کہ یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں، لیکن تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہئے پہنچ چکا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے بجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں، دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامنگیر رہتی ہے،

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اعمال پر جو اعتماد تھا، وہ اس حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے جس میں مردہ کو قبر کے دبانے کا ذکر آیا ہے اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پاسکتا تو سعدؓ بن معاذ نجات پاتے۔

سلے اخرجہ احمد والبیہقی عن عائشہؓ،

ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حریر کا جبہ بھیجا تھا، صحابہؓ اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے، حالانکہ جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں[۱]،

---

[۱] صحیح بخاری ص۵۳۲ جلد ۱

حضرت سعد بن عبادہؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات سعد نام، ابوثابت وابوقیس کنیت، سید الخزرج لقب قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ ابن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر،

والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا اور صحابیہ تھیں، ۵ھ میں فوت ہوئیں،

حضرت سعدؓ کے دادا دلیم، قبیلۂ خزرج کے سردار اعظم تھے، اور مدینہ کے مشہور مخیر تھے، خاندان ساعدہ کی عظمت وجلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا، مذہبًا بت پرست تھے اور مناۃ کی پوجا کرتے تھے، جو مکہ میں مقام مشلل پر نصب تھا، ہر سال ۱۰ اونٹ اس کو نذر چڑھاتے تھے،

حضرت سعدؓ کے والد عبادہ، باپ کے خلف الرشید تھے، اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بیٹے کے لئے مسند امارت وریاست چھوڑ گئے،

تعلیم وتربیت عرب کے قاعدہ کے مطابق تیراندازی اور تیرا کی سکھائی گئی، اگرچہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا،[1] لیکن حضرت سعدؓ کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جاہلیت ہی میں نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے،[2]

ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا کہ استاد ہوگئے، اسی بنا پر لوگوں

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۴۲ مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [2] تہذیب التہذیب ص۴۷۵ جلد ۳،

نے "کامل" کا لقب دیا،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور ان کا شمار بلند پایہ صحابہ میں کیا گیا، چنانچہ بخاری میں ہو وکان ذا قدم فی الاسلام یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے[1]

بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی، انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے جن اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا، یہ کام اگرچہ خفیہ اور نہایت خفیہ تھا، لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا، قریش کو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر لاحق رہتی تھی، چنانچہ جس وقت آپ رات کے وقت مکہ سے باہر انصار سے بیعت لے رہے تھے، جبل ابو قبیس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ دیکھنا! سعد مسلمان ہوئے تو محمد بالکل نڈر ہو جائیگا،

قریش کے کان میں اگرچہ یہ آواز پہنچ گئی، تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا، وہ قضاعہ اور تمیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے، اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی،

دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند شعر سنے گئے، جن میں صاف صاف انکا نام و نشان موجود تھا، قریش کو سخت حیرت ہوئی اور تحقیق واقعہ کے لئے انصار کے فرودگاہ میں آئے عبد اللہ ابن ابی بن سلول سے کہ قبیلۂ خزرج کا رئیس تھا، گفتگو ہوئی، اس نے اس واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی، یہ لوگ چلے گئے، تو مسلمانوں نے یا جج کا راستہ لیا، قریش نے ہر طرف ناکہ بندی کرادی تھی، سعدؓ بن عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن سے باندھ دیئے، اور بال کھینچ کھینچ کر زدوکوب کرتے ہوئے مکہ لائے، مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا، ابتدائے اسلام میں اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کی تھی، اس نے حارث بن امیہ بن عبد شمس کو ساتھ لیا اور ان کو پہچان کر قریش کے پنجہ

---

[1] صحیح بخاری ص۵۳۲ استیعاب جلد ۲ ص۵۶۳،

ظلم وستم سے نجات دلائی،[۱]

ادھر انصار میں بڑی کھلبلی پڑی تھی، مجلس شوری قائم ہوئی جس میں طے پایا کہ چاہیے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائیں مگر مکہ واپس چل کر سعد کا پتہ لگانا چاہیئے، ان کا یہ ارادہ ابھی قوت سے فعل میں نہ آیا تھا کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے اور وہ ان کو لے کر سیدھے مدینہ روانہ ہو گئے،[۲]

غزوات اور عام حالات چند مہینوں کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لائے، اس وقت یثرب کا ہر گلی کوچہ شادمانی اور مسرت کا تماشا گاہ تھا، دار الہجرۃ میں پہنچتے ہی تحفوں اور ہدیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، حضرت سعدؓ کے مکان سے ایک بڑا پیالہ[۳] ثرید اور عراق سے بھرا پہنچا،

ہجرت سے کچھ مہینوں کے بعد اسلام کی تحریک نشو و نما پانے لگی، صفر ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوا ایک بستی میں جو مکہ کی طرف واقع تھی، قریش کی فکر میں تشریف لیگئے اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا، حضرت سعدؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑ گئے،[۴]

اسی سنہ میں بدر کا معرکہ پیش آیا، حضرت سعدؓ کی شرکت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، بخاری اور مسلم ان کی شرکت ثابت کرتے ہیں، لیکن صاحب طبقات کو انکار ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک نہ تھے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے اور مسلم کے الفاظ سے اپنے دعوی پر نہایت لطیف استشہاد کیا ہے،[۵]

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر اس جماعت کے طبقۂ اولی میں کیا ہے جو بدر میں

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۱ [۲] طبقات ابن سعد ۱۴۵ جلد ۱ قسم اول ص ۱۵۳ [۳] ایضاً ص ۱۶۱ [۴] ایضاً ص ۳ مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [۵] فتح الباری ص ۲۲۴ جلد ۷،

شریک نہ تھی، اور اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سعدؓ نے غزوہ کا سامان کیا تھا لیکن کتے نے کاٹ کھایا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ افسوس اُن کو شرکت کی بڑی حرص تھی[1] تاہم مال غنیمت میں حصہ لگایا، اور اصحاب بدر میں شامل کیا[2]،

غزوۂ بدر، عہد نبوت کے غزوات میں سب سے پہلا مشہور غزوہ ہے آنحضرت صلی اللہ کو اب تک اگرچہ چار غزوے اور چار سرایا پیش آچکے تھے، لیکن انصار کی ان میں سے ایک میں بھی شرکت نہ تھی، اس کا سبب جیسا کہ ظاہر ہے یہ تھا کہ انصار کی طرف سے بیعت میں صرف اس قدر وعدہ کیا گیا تھا کہ جو مدینہ پر چڑھ کر آئے گا اس کو وہ روکیں گے مدینہ کے باہر جو معرکے ہوں ان کا اس میں کوئی تذکرہ نہ تھا،

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم اعظم کا ارادہ کیا تو انصار کو شریک کرنے کے لئے رائے ومشورہ ضروری سمجھا، ایک مجمع میں جنگ کا مسئلہ پیش ہوا حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر رائے دی، پھر حضرت عمرؓ اُٹھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات نہ کیا، حضرت سعدؓ سمجھ گئے، اٹھ کر کہا کہ شاید ہم لوگ مراد ہیں؟ تو اے رسول اللہ! اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کر ڈالیں! اور خشکی کا حکم ہو تو برک غماد (یمن کے ایک موضع کا نام ہے) تک اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیں[3]! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور تیاری کا حکم دیدیا،

تذکرہ نویسوں نے اسی روایت سے شرکت بدر پر استدلال کیا ہے، حالانکہ اس میں مذکور ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اصابہ ص ۳۵ جلد ۳ [2] فتح الباری ص ۲۲۲ جلد ۷، [3] صحیح مسلم ص ۸۴ جلد ۲،

نے مشورہ کیا[1] اور یہ بالکل مطابق واقعہ ہے لیکن اس کے بعد کا واقعہ وہ ہی جس کو ابن سعد روایت کرتے ہیں، اس بنا پر طبقات کی روایت صحیح مسلم کے منافی نہیں، بلکہ اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح ہے۔

بدر کے بعد غزوۂ احد واقع ہوا، مشرکین اس سروسامان سے آئے تھے، کہ مدینہ والوں پر خوف طاری ہو گیا تھا، شہر میں تمام رات، جمعہ کی شب کو پہرہ رہا، اس موقع پر حضرت سعدؓ چند اکابر انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی حفاظت کر رہے تھے[2]

جمعہ کے دن شوال کی ۷ تاریخ کو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے منگا کر تین پھریرے لگائے، اور خزرج کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے سپرد کیا، یہ انتظامات مکمل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ اوس و خزرج کے سردار زرہیں پہنے اور جھنڈے لئے آگے آگے دوڑ رہے تھے[3]، بیچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور داہنے بائیں مہاجرین وانصار کا لشکر تھا، کوکب نبوت اس شان سے نمایاں ہوا تو چشم کفر خیرہ ہو گئی، اور منافقین کے دل دہل اٹھے۔

سنیچر کے دن احد کے دامن میں معرکۂ قتال برپا ہوا، لڑائی اس شدت کی تھی کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے تھے، لیکن میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے آگے تھے، مہاجرین اور انصار میں صرف ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ تھے، حضرت سعدؓ کو بھی بعض لوگوں نے انہی

۱؎ اصل الفاظ یہ ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاور حین بلغہ اقبال ابی سفیان۔ صحیح مسلم ص ۸۴ جلد ۲۔

۲؎ طبقات ابن سعد ص ۲۶ حصہ مغازی ۳؎ ایضاً ص ۲۷ ۴؎ زرقانی ص ۲۸ جلد ۲۔

شامل کیا ہے، غزوۂ مریسیع (مصطلق) میں جو ۵ھ میں ہوا تھا، ان کو یہ اعزاز عطا ہوا کہ اوس وخزرج دونوں جماعتوں کا علم ان کو تفویض کیا،[۱]

غزوۂ خندق میں جو اسی سنہ میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو بلا کر مشورہ کیا کہ عیینہ بن حصن کو میں مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ قریش کو چھوڑ کر واپس جائے، وہ نصف مانگتا ہے، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر یہ وحی ہے تو انکار کی مجال نہیں، ورنہ اس کی بات کا جواب تو صرف تلوار ہے، خدا کی قسم! ہم اس کو پھل کے بجائے تلوار کا پھل دیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی نہیں، اور وحی آتی تو تم سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی، عرض کیا تو پھر تلوار ہے، ہم نے جاہلیت میں بھی ایسی ذلت کبھی گوارا نہیں کی اور اب تو آپ کی وجہ سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی، معزز اور مکرم کیا، پھر دبنے کی کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی،[۲]

خندق کے معرکہ میں بھی انصار کا علم حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس تھا،[۳]

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غابہ پر حملہ کیا، اور سعد کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کر کے، مدینہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے،[۴]

وہاں امداد کی ضرورت ہوئی، مدینہ میں خبر پہونچی تو حضرت سعدؓ نے ۱۰ اونٹ اور چھوہاروں کے بہت سے گٹھے روانہ کئے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی قرد میں مل گئے،[۵]

۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ و بیعت رضوان پیش آئی، وہ دونوں میں موجود تھے،

غزوۂ خیبر (۷ھ) میں اسلامی لشکر میں تین جھنڈے تھے، جن میں سے ایک حضرت سعدؓ

۱؎ طبقات ص۳۴ حصہ مغازی ۲؎ استیعاب ص۵۵۳ جلد ۲ ۳؎ طبقات ص۳۴ حصہ مغازی ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً ص۵۸

کے پاس تھا۔[۱]

فتح مکہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رایت (جھنڈا) حضرت سعدؓ کے پاس تھا، فوج اسلام کا ایک ایک دستہ شہر میں جارہا تھا، اور ابوسفیان، حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے، انصار جن کے آگے آگے حضرت سعدؓ تھے، اس شان سے گذرے کہ ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں، ان پر سعد بن عبادہ افسر ہیں، اور جھنڈا بھی انہی کے ہاتھ میں ہے، قریب پہنچے تو ابوسفیان کو پکارا دیکھنا! آج کیسی سخت لڑائی ہوگی، آج کعبہ حلال ہوجائیگا! ابوسفیان کا دل اپنی سابق حرکتوں کے سبب سے یوں ہی تھوڑا تھوڑا تھا، حضرت عباسؓ سے کہا آج تو خوب لڑائی ہوگی، حضرت سعدؓ کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستہ سامنے سے گذرا تو ابوسفیان نے پکارا، "یا رسول اللہ! اللہ اپنی قوم پر رحم کیجئے، آپ کو خدا نے رحیم اور نیکوکار بنایا ہے، سعد مجھکو دھمکا گئے ہیں کہ ملحمۂ عظمی آج ہی ہے، آج قریش کا خاتمہ ہوجائیگا،" ابوسفیان کی آواز پر کئی آوازیں اٹھیں، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ ابن عوف نے کہا، "ہمیں خوف ہے کہ حضرت سعدؓ کا جوش انتقام تازہ نہ ہو جائے"!

ضرار بن خطاب فہری نے چند شعر کہے تھے، ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا اور ان کو پڑھ کر فریاد کر،

یا نبی الھدی الیک لجا	یا رسول اللہ آپکے دامن میں قریش نے
حی قریش ولات حین لجا	اس وقت پناہ لی ہے جبکہ ان کے لئے کوئی
حین ضاقت علیھم سعۃ الار	جائے پناہ نہیں، جبکہ ان پر فراخی کے باوجو

---

[۱] طبقات ص۱ حصہ مغازی ص۱ فتح الباری ص۸ جلد ۸ طبقات ص۹ و استیعاب ص۱۲ جلد ۲ ص۹۳ صحیح بخاری ص۶۱۱ جلد ۲

ضاقت و عاداهم اله السماء — زمین تنگ ہے اور آسمان کا خدا انکا

ان سعدا يريد قاصمة الظهر — دشمن ہو گیا ہے، سعد اہل مکہ کی پیٹھ

باهل الحجون والبطحاء — توڑنا چاہتا ہے،

اسی طرح کے اور بہت سے شعر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو دریائے رحمت موجزن ہوگیا ارشاد ہوا کہ سعد نے جھوٹ کہا، آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی، آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا، اس کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا کہ سعد سے جھنڈا لیکر ان کے بیٹے قیسؓ کو دیدو، حضرت سعدؓ نے انکار کیا اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ بھیجا، تو انھوں نے بیٹے کے ہاتھ میں جھنڈا دیدیا، لیکن جو خطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعدؓ سے تھا، ان کو اپنے بیٹے سے ہوا، اور بہت خواہش کی کہ قیس کے سوا کسی اور شخص کے سپرد کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ بن عوام کے سپرد کیا، صحیح بخاری میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت زبیرؓ کے پاس تھا، اس کا یہی مطلب ہے[1]،

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا، اس میں قبیلۂ خزرج کا علم حضرت سعدؓ کے پاس تھا[2]،

ان غزوات کے علاوہ بھی جو غزوات یا مشاہد عہد نبوی میں پیش آئے ان میں حضرت سعدؓ کی نمایاں شرکت رہی، میدان جنگ میں انصار کے وہی علمبردار ہوتے تھے،

سقیفۂ بنی ساعدہ سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا، اس کے ماسوا آغاز اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی، جس زمانہ میں کہ اسلام بے خانماں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۱۳ ج ۲ و فتح الباری ص ۵ جلد ۸ و استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲ جلد ۲ سے یہ واقعات لئے گئے ہیں [2] طبقات ابن سعد ج ۳ حصہ مغازی،

تمام قبائل عرب پر اپنے کو پیش کرتے تھے، کہ مجھکو مکہ سے اپنے وطن لے چلو، لیکن قریش کے دبدبہ و رعب کی وجہ سے کوئی حامی نہیں بھرتا تھا، انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صرف ۷ اشخاص پر مشتمل تھا، "عرب وعجم" کی جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ آکر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن مدینہ میں مدعو کیا،

عہد نبوت میں جو غزوات پیش آئے، ان میں تعداد، جانبازی، فدائیت سب سے زیادہ انہی لوگوں سے ظاہر ہوئی حضرت قتادہؓ فرمایا کرتے تھے، کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ شہدا نہ لا سکے گا، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ احد میں ۷۰، بیر معونہ میں ۷۰، اور یمامہ میں ۷۰، انصاری شہید ہوئے تھے،[1]

ان باتوں کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث میں ان کے فضائل و مناقب کثرت سے بیان کئے گئے ہیں، اس بنا پر انصار کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا، انصار میں دو بزرگ تمام قوم کے پیشوا اور سردار تسلیم کئے جاتے تھے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت سعد بن معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انتقال کر چکے تھے، صرف حضرت سعدؓ بن عبادہ باقی تھے، جن کا اوس و خزرج میں وجاہت و امارت کے لحاظ سے کوئی حریف مقابل نہ تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار کا دار الندوہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی ملکیت تھا لوگ جمع ہوئے، سعدؓ بیمار تھے، لوگ ان کو لوا لائے، وہ کپڑا اوڑھے ہوئے مسند پر آکر بیٹھ گئے، اور تکیہ سے ٹیک لگائی، اور اپنے اعزہ سے کہا کہ میری آواز دور تک نہ پہنچے گی، جو میں کہوں اسکو باواز بلند لوگوں تک پہنچادو

[1] صحیح بخاری صفحہ ۵۸۵ جلد ۲

تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے، عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں، آنحضرت صلعم، ابرس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے، لیکن ان کی کسی نے نہ سنی، جو لوگ ان پر ایمان لائے، وہ تعداد میں بہت کم تھے، ان میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طاقت تھی، نہ دین کے بلند کرنے کی قوت، وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے،

خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان بہم پہنچایا کہ تم ایمان لائے، رسول اور اصحاب کو پناہ دی، اپنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھا، ان کے اعدا سے جہاد کیا، یہاں تک کہ تمام عرب طوعاً یا کرہاً خلافت الٰہی میں شامل ہو گیا، اور بعید و قریب سب نے گردنیں ڈالدیں، پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمہاری تلواروں کا مرہون منت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر تم سے خوش رہے، اور وفات کے وقت بھی خوش گئے، اس بنا پر تم سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں!"

تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یکزبان ہو کر کہا کہ رائے نہایت معقول اور صائب ہے، ہمارے نزدیک اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں، ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے،

اس کے بعد آپس میں گفتگو شروع ہوئی کہ مہاجرین کے دعوائے خلافت کا کیا جواب ہوگا، بعضوں نے کہا، یہ کہ دو امیر ہوں، ایک ہمارا اور ایک ان کا، سعدؓ کے کان میں آواز پڑی تو بولے کہ یہ پہلی کمزوری ہے،

ادھر حضرت عمرؓ کو خبر پہونچ گئی تھی، وہ حضرت ابوبکرؓ کو لے کر آ پہنچے، حضرت عمرؓ کی مشتعل طبیعت نے تمام مجمع میں آگ لگا دی، انصار کے خطبا بار بار تقریر کرتے تھے، حضرت عمرؓ

اور اُن میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اخیر میں تلواریں کھنچ گئیں، حضرت ابوبکرؓ نے رنگ بدلتا دیکھ کر حضرت عمرؓ کو روکا اور خود نہایت معرکۃ الآرا خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت بیان کی تو تمام انصار پکار اٹھے کہ نعوذ باللہ ان نتقدم ابا بکر[1] یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھیں،

تمام مجمع بیعت کے لئے اٹھا تو لوگوں نے شور مچایا کہ دیکھنا! سعد کچل نہ جائیں حضرت عمرؓ نے کہا اس کو خدا کچلے، سعد اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے، سخت برہم ہوئے، اور لوگوں سے کہا کہ مجھکو یہاں سے لے چلو[2]

حضرت ابوبکرؓ نے کچھ دنوں بالکل تعرض نہ کیا، بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آکر بیعت کریں، انھوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان سے ضرور بیعت لیجئے، بشیر بن سعد انصاری بیٹھے تھے، بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں، کسی طرح بیعت نہ کریں گے، مجبور کیجئے گا تو کشت وخون کی نوبت آئے گی، وہ اٹھیں گے تو ان کا گھرانہ کنبہ بھی حمایت کریگا، جس سے ممکن ہے کہ تمام خزرج اٹھ کھڑا ہو، اس لئے ایک سوتے فتنہ کو جگانا مناسب نہیں ہے میرے خیال میں ان کو یوں ہی چھوڑ دیجئے، ایک آدمی ہیں کیا کریں گے؟ اس رائے کو سب نے پسند کیا، حضرت سعدؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک مدینہ میں مقیم رہے، بعد میں ترک وطن کر کے شام کی سکونت اختیار کی اور دمشق کے قریب حوران کا علاقہ نہایت سرسبز وشاداب تھا، اسی کو اپنے رہنے کے لئے پسند کیا،

وفات سنہ ۱۵ھ میں وفات پائی کسی نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا، گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ تھی، تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا، قاتل کی بہت تلاش ہوئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا،

---

[1] مسند ص۵ جلد ۱ [2] بخاری ص۱۵۱۸ جلد ۲ وطبری ص۱۸۴۳ واقعات سنہ ۱۱ھ،

ایک غیر معلوم سمت سے آواز آئی،

قتلنا سید الخزرج سعد بن | ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو
عبادہ رمیناہ بسہم فلم یخط فؤادہ | قتل کیا ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا،

چونکہ قاتل نہیں ملا اور آواز سنی گئی بعضوں کا خیال ہوا کہ کسی جن نے قتل کیا ہے،

اولاد | تین اولادیں چھوڑیں، قیس (بہت بڑے صحابی ہیں) سعید، اسحاق،

بیوی کا نام فکیہہ تھا صحابیہ تھیں اور چچا زاد بہن ہوتی تھیں[1]،

مکان اور جائداد | جائداد بہت تھی، جب مدینہ چھوڑا تو بیٹوں پر تقسیم کر دی، ایک لڑکا پیٹ میں تھا، جس کا حضرت سعدؓ نے حصہ نہیں لگایا تھا، جب پیدا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے قیسؓ سے کہا کہ اپنے باپ کی تقسیم فسخ کر دو، کیونکہ ان کے فوت ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے، قیس نے کہا باپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس کو بدستور قائم رکھوں گا، میرا حصہ موجود ہے اس کو وہ لے سکتا ہے[2]،

حضرت سعدؓ کا مکان بازار مدینہ کی انتہا پر واقع تھا، اور جرار سعد کہلاتا تھا، ایک مسجد اور چند قلعے بھی تھے، ایک مکان بنو حارث میں بھی ان کی ملکیت تھا[3]،

فضل و کمال | حدیث کے ساتھ غیر معمولی اعتنا کیا، صحابہ کے زمانہ میں کتابت اگرچہ عام ہو گئی تھی، اور قرآن مجید لکھا جا چکا تھا، تاہم حدیث لکھنے کا رواج نہ تھا، حضرت سعدؓ نے حدیث لکھی تھی، مسند ابن حنبل میں ہے،

عن اسمٰعیل بن عمرو بن قیس بن سعد | یعنی انھوں نے حضرت سعدؓ کی کتابوں
ابن عبادہ عن ابیہ انھم وجدوا | یا کتاب میں پایا ہے،

---

[1] استیعاب ق۲ صفحہ ۵۳۰ جلد ۲ [2] ایضاً صفحہ ۵۳۹ [3] خلاصۃ الوفا صفحہ ۳۰۰،

فی کتب او فی کتاب سعد بن عبادہؓ،

حدیث لکھنے کے ساتھ اس کی تعلیم کے ذریعہ سے اشاعت بھی کی، چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابامہ بن سہل، سعید بن مسیبؓ وغیرہ ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں،

اخلاق و عادات | حضرت سعدؓ کے مرقع اخلاق میں جود و سخا کے خال وخط نہایت نمایاں ہیں، اسماء الرجال کے مصنف جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں، و کان کثیر التصدقات جدا،

حضرت سعدؓ مشہور فیاض آدمی تھے، اور تمام عرب میں یہ بات صرف انہی کو حاصل تھی کہ ان کی چار پشتیں جود و سخا میں نام آور ہوئیں، ان کے دادا دلیم، باپ (عبادہ) خود، بیٹا (قیس) اپنے زمانہ کے مشہور مخیر رہے،

دلیم کے زمانہ میں خوانِ کرم اس قدر وسیع تھا کہ معمولاً قلعہ پر سے ایک شخص پکارتا کہ جس کو گوشت اور روغن اور اچھا کھانا مطلوب ہو، ہمارے ہاں قیام کرے، اس سخاوت و عام نے آل ساعدہ کو مدینہ کا حاتم بنا رکھا تھا، دلیم کے بعد حضرت سعدؓ تک یہی رسم قائم رہی، اور اُن کے بعد قیس نے اس کو اسی طرح باقی رکھا،

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے مکان کی طرف سے گذرے، قلعہ نظر آیا تو نافع سے کہا دیکھو یہ سعد کے دادا کا قلعہ ہے، جن کے سخاوت وجود کی تمام مدینہ میں دھوم تھی،

حضرت سعدؓ کی فیاضی افسانہ بزم و انجمن ہے، بہت سے قصے مشہور ہیں، ہم چند

سلہ مسند ج ۵ ص ۲۸۵، جلد ۵

صحیح واقعات اس مقام پر درج کرتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو حضرت سعدؓ کے ہاں سے برابر کھانا آتا تھا، اصابہ میں ہے، کانت جفنۃ سعد تدور مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیوت ازواجہ،

صحابہ میں اصحاب صفہ کی ایک جماعت تھی، جو دور و دراز ملکوں سے ہجرت کرکے مدینہ آئی تھی، یہاں اس کا منشا صرف تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو ذی مقدرت صحابہ کے متعلق کر دیتے تھے، چنانچہ اور لوگ ایک دو آدمی اپنے ہاں لیجاتے تھے، لیکن حضرت سعدؓ ۸۰ آدمیوں کو برابر شام کے کھانے میں مدعو کرتے تھے،

فطری سخاوت ہر جگہ نمایاں ہوتی تھی، ماں نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں، مگر کیا صورت ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پانی پلواؤ، سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے، اسی صدقہ کا نتیجہ ہے[۵]،

حمیت قومی انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھی، قضیۂ افک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ ابن ابی نے میرے گھر والوں (حضرت عائشہؓ) کو تہمت لگائی، جس سے مجھے سخت تکلیف پہونچی، کوئی ہے جو اس کا تدارک کرنے پر آمادہ ہو؟ سعد بن معاذؓ کہ اوس کے سردار تھے، بولے کہ میں حاضر ہوں، جو حکم ہو بجالاؤں، اگر قبیلۂ اوس کا آدمی ہے تو ابھی گردن ماردی جائے، اور خزرج کا ہے تو جو فرمایئے، بجالانے کو تیار ہوں، (خزرج اور اوس میں دیرینہ عداوت تھی، جاہلیت میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ہوچکی تھیں، اسلام

۵؎ مسند جلد ۵ ص ۲۸۵،

نے صلح کرائی، تاہم دلوں میں کدورت باقی تھی، اس بنا پر حضرت سعدؓ بن معاذ کی یہ درخواست کہ خزرج کے معاملہ میں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں، یہ معنی رکھتی تھی کہ اس پر غلبہ پانے کی ایک صورت نکل آئے، جو یقیناً خزرج کے لئے ناقابل برداشت تھی، سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج نے اٹھ کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، تم خزرج کو کبھی نہیں قتل کر سکتے، اور نہ اس پر قادر ہو، اگر تمہارے خاندان (اشہل) کا معاملہ ہوتا تو زبان سے ایسی بات نہ نکالتے، اسیدؓ بن حضیر نے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کے ابن عم تھے، جواب دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو ہم ضرور ماریں گے، تم منافق ہو اور منافق کی طرف سے لڑ رہے ہو، اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، آہستہ آہستہ دھیما کیا، یہانتک کہ حمیت کا غلغلہ پست ہو گیا۔

حب رسول کا یہ حال تھا کہ اپنے قبیلے کی پوشیدہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوتیں پہنچا دیتے تھے، غزوۂ ہوازن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور سرداران قریش کو غنیمت کی بڑی بڑی رقمیں دی تھیں، اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا، بعض نوجوانوں کو اس ترجیح پر رنج ہوا، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم قوموں کو دیتے ہیں، اور ہم کو محروم کرتے ہیں، حالانکہ قریش کا خون ہماری تلواروں سے ابتک ٹپک رہا ہے، حضرت سعدؓ بن عبادہ نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہدیا کہ یہ خیالات ہیں، فرمایا تم کیا کہتے ہو، عرض کیا گو میں انصاری ہوں لیکن یہ خیال نہیں، ارشاد ہوا کہ جاؤ اور لوگوں کو فلاں خیمہ میں جمع کرو، اعلان ہوا تو مہاجرین اور انصار دونوں آئے حضرت سعدؓ نے مہاجرین کو چھانٹ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکے خطبہ دیا جس کا

ؔ صحیح بخاری ص ۵۹۳ جلد ۲، بر فتح الباری ص ۱۲۱ جلد ۸

ایک فقرہ یہ تھا کہ کیا تم لوگ راضی نہیں کہ تمام لوگ مال و دولت لیکر جائیں اور تم خود مجھ کو اپنے ہاں لے جاؤ، تمام لوگ رو پڑے اور باتفاق کہا کہ آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔[1]

غزوۂ احد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا، لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے اس وقت حضرت سعدؓ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا پہرہ دیا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ ان کے مکان تشریف لیجاتے تھے، ایک مرتبہ ان کے لئے دعا کی تو فرمایا اللھم اجعل صلواتک ورحمتک علی آل سعد بن عبادہ؂

ایک مرتبہ فرمایا خدا انصار کو جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعدؓ بن عبادہ کو؂

صدقات کے افسروں کی ضرورت ہوئی تو ان کو بھی منتخب کیا، لیکن جب امارت کی ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو عرض کیا کہ میں اس خدمت سے معذور ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول فرمایا؂

ایک مرتبہ بیمار پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر عیادت کے لئے تشریف لائے، درد سے بیہوش تھے، کسی نے کہدیا کہ ختم ہو گئے، بعض بولے ابھی دم باقی ہے، اتنا سننا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، اور ساتھ ہی تمام مجلس میں ماتم پڑ گیا۔[5]

نرمی طبع اور امن پسندی ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوسکتی ہے،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۳۶ جلد ۱ [2] مسند ص۴۲۱ جلد ۳ [3] مسند ص۲۸۵ جلد ۵ [4] ص۴ [5] صحیح بخاری ص۱۷۴ جلد ۱،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی عیادت کو تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ابن ابی بیٹھا تھا، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کی، صحابہ کو طیش آگیا اور فریقین لڑنے پر آمادہ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس ارادہ سے باز رکھا اور حضرت سعدؓ کے مکان چلے آئے، فرمایا سعد! تم نے کچھ سنا آج ابو حباب (ابن ابی) نے مجھے ایسا کہا، عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا قصور معاف کیجئے، بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو مدینہ کا بادشاہ بنائیں، لیکن جب اللہ نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا تو وہ خیال بدل گیا، یہ اسی غم و غصہ کا بخار ہے، آپ نے یہ سن کر معاف کر دیا[۱]،

---

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۶۵۶ جلد ۲،

حضرت سعدؓ بن خیثمہ

نام ونسب | سعد نام، ابو خیثمہ کنیت، خیر لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن کعب بن حارثہ بن غنم بن سلم بن امرار القیس بن مالک بن اوس،

والد بزرگوار جن کا نام خیثمہ تھا صحابی تھے غزوۂ احد میں شہادت پائی،

اسلام | عقبہ میں شریک تھے، بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے،

غزوات اور عام حالات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو اول قبیلۂ عمرو بن عوف میں قیام کیا، اور حضرت کلثومؓ بن الہدم کے گھر میں ٹھہرے، اس دوران میں ملاقات کے لئے حضرت سعدؓ کا مکان تجویز فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار سے انہی کے مکان میں ملتے تھے، اسی بنا پر بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد بن خیثمہؓ کے ہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، حضرت سعدؓ کا گھر منزل العزاب (العزاب) کے نام سے مشہور تھا،

غزوۂ بدر میں شرکت کا قصد کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا، باپ نے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی کو گھر رہنا چاہئے، اس بنا پر تم یہیں رہو، میں جہاد پر جاتا ہوں، بیٹے نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو آپ کو ترجیح دیتا، میں خود جاؤنگا اور امید ہے کہ اللہ شہادت عطا فرمائے گا،

شہادت | تاہم شفقت پدری نے مجبور کیا اور حضرت خیثمہؓ نے قرعہ ڈالا، جس دماغ میں شہادت کا خیال موجزن تھا، قرعۂ فال اسی کے نام نکلا، مجبور ہو کر اجازت دی، چنانچہ حضرت سعدؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پہنچے، اور طعیمہ بن عدی ایک مشرک کے ہاتھ سے مارے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون،

اولاد | ایک صاحبزادے تھے جنکا نام عبداللہ تھا، اگرچہ نہایت کم عمر تھے، تاہم عقبہ اور بدر میں باپ کے ساتھ شریک تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سعدؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

حضرت سعدؓ بن زید اشہلی

سعد نام، قبیلۂ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن زید ابن مالک بن عبد بن کعب بن عبد الاشہل،

واقدی کے قول کے مطابق عقبہ میں شریک تھے، جمہور نے بدر کی شرکت پر اتفاق کیا ہے، عیینہ بن حصن نے مدینہ کے اونٹوں پر لوٹ ڈالی اور حضرت حسانؓ نے کہا،

هل سر اولاد اللقيطة اننا　　　سلم غداة فوارس المقداد

تو حضرت سعدؓ نہایت برہم ہوئے کہ میرے ہوتے ہوئے فوارس مقداد کا کیوں ذکر کیا، حضرت سعدؓ اس زمانہ میں رئیس قبیلہ تھے حضرت حسانؓ نے معذرت کی، کہ قافیہ سے مجبوری تھی،[1]

غزوۂ قریظہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیدیوں کے ہمراہ نجد بھیجا، انھوں نے ان کے معاوضہ میں گھوڑے اور ہتھیار خریدے، اور مدینہ لے کر آئے،

رمضان ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار کے بت مناۃ کے توڑنے کے لئے جو مکہ میں مشلل نام ایک مقام پر نصب تھا، بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا، پجاری نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ بولے ہدم مناۃ

[1] اصابہ ج ۳ جلد ۳

کہا تم جانو! حضرت سعدؓ نے ضرب لگائی، تو ایک برہنہ اور سیاہ فام عورت چھاتی پیٹتی اور شور مچاتی ہوئی نکلی، سعدؓ نے یہ ہیئت کذائی دیکھکر اس کو قتل کر دیا، پجاری نہایت خائف تھا، عورت کی آواز سنکر بولا مناۃ! دو منات بعض غضبانک[1] اخزانہ میں کچھ نہ تھا، تلاشی سے کر چلے آئے، واپسی کے وقت رمضان کی آخر تاریخیں تھیں،

وفات وفات کا سنہ اور تاریخ بالکل نامعلوم ہے،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۱۰۲ جلد۲ قسم ا

حضرت سلمہ بن سلامہؓ

نام ونسب | سلمہ نام، ابوعوف کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے سلمہ بن سلامہ ابن وقش بن زعورا بن عبدالاشہل، ماں کا نام سلمیٰ بنت سلمہ بن خالد بن عدی تھا، اور قبیلۂ بنی حارثہ سے تھیں،

اسلام | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر مدینہ پہونچی تو سلمہ نے فوراً لبیک کہا، اور عقبۂ اولیٰ کی بیعت میں شریک ہوئے، دوسرے سال عقبۂ ثانیہ میں بھی شرکت کی،

غزوات | بدر اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

غزوۂ مریسیع میں عبداللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ سلمہ کو بھیجئے کہ اس کا سر کاٹ لائیں[1]!

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو یمامہ کا والی بنایا تھا،

وفات | ۴۵ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی اس وقت ۷۴ برس کا سن تھا،

فضل وکمال | حدیث میں ان کے سلسلہ سے چند روایتیں ہیں، محمود بن لبید اور جسرۃ راویوں میں ہیں،

حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، توضؤ امما مست النار

---

[1] اصابہ ص۱۱۱ جلد ۳

یعنی جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا ہو، اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے، حضرت سلمہؓ کا بھی یہی مذہب تھا،

ایک مرتبہ محمود بن جبیرہ کے ساتھ ولیمہ میں گئے، تو کھانا کھا کر وضو کیا، لوگوں نے کہا آپ تو باوضو تھے، فرمایا ہاں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا اتفاق پیش آیا تھا اور آپ نے بھی یہی کیا تھا[1]

[1] اسد الغابہ ص۳۳۳ جلد ۲،

حضرت سہلؓ بن حنظلیہ

نام ونسب سہل نام، قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے سہل بن ربیع بن عمرو ابن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، حنظلیہ کے متعلق اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ سہل کی ماں تھیں لیکن ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ عمرو بن عدی (سہل کے دادا) کی والدہ تھیں، نام ام ایاس بنت ابان ابن دارم تھا، اور قبیلہ تمیم سے تھیں، اسی بنا پر عمرو کی تمام اولاد ابن حنظلیہ کے نام سے مشہور ہوئی،

حضرت سہلؓ غالباً ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شرکت کی، اور بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل کیا،

عہد نبوت کے بعد شام چلے گئے، اور دمشق کی سکونت اختیار کی،

وفات اور وہیں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت میں انتقال فرمایا،

اولاد کوئی اولاد نہیں چھوڑی، امام بخاری نے لکھا ہے کان عقیما یعنی وہ لاولد تھے، اکثر فرماتے تھے، لا یکون لی سقط فی الاسلام احب الی مما طلعت علیہ الشمس یعنی اولاد نہیں ہے نہ سہی، اسلام میں کاش ایک حمل ہی ساقط ہو جاتا،

حلیہ مفصل حلیہ معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے،

فضل وکمال | صاحب استیعاب اور صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

کان فاضلا عالما — یعنی وہ عالم اور فاضل تھے،

اس سے بڑھکر فخر کیا ہو سکتا ہے کہ خود صحابہؓ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابو درداءؓ کی طرف سے گذرے انھوں نے حدیث کی خواہش کی، حضرت سہلؓ نے ایک حدیث بیان کی،[۱] اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے معائنہ کو گھوڑے پیش ہوئے تو انھوں نے ان سے وہ حدیث دریافت کی جس میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کی فضیلت بیان کی گئی ہے،[۲]

اتفاقات کے علاوہ بھی روایت حدیث کا سلسلہ برابر جاری تھا، حضرت امیر معاویہؓ کے غلام قاسم جمعہ کے دن جامع دمشق میں آئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ حدیثیں بیان کر رہے ہیں، بڑھ کر پوچھا کون شخص ہیں؟ جواب ملا سہل بن حنظلیہؓ صحابی،[۳]

راویان حدیث کے زمرہ میں متعدد حضرات ہیں، بعض کے نام یہ ہیں، ابو کبشہ سلولی قاسم بن عبد الرحمان، یزید بن ابی مریم شامی،

اخلاق | وقت کو نہایت عزیز سمجھتے، لوگوں سے تعلقات نہ رکھتے، اور عبادت میں عموماً مصروف رہتے تھے، جب تک مسجد میں رہتے نماز پڑھتے، اٹھتے تو تسبیح و تہلیل میں ہوتے، اور اسی حالت میں کاشانۂ اطہر کا رخ کرتے تھے،

---

[۱] اسد الغابہ ج۲ ص۳۶۴ [۲] ایضاً [۳] اصابہ ج۳ ص۱۳۸،

حضرت سائبؓ بن خلاد

سائب نام، ابو سہلہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، سائب ابن خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب ابن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،

ماں کا نام لیلیٰ بنت عبادہ تھا، اور قبیلۂ ساعدہ سے تھیں،

غزوات ابو عبید کے خیال میں بدر میں شریک تھے لیکن ابو نعیم کو انکار ہے،

امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں یمن کے حاکم تھے،

وفات ۷۱ھ میں وفات پائی،

اولاد خلاد نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا،

فضل وکمال ان کی سند سے ۵ حدیثیں مروی ہیں، بعض صحاح میں بھی ہیں، راویوں میں خلاد، صالح بن خیوان، عطاء بن یسار، محمد بن کعب قرظی، عبدالرحمان بن ابی صعصعہ، عبدالملک ابن ابی بکر بن عبدالرحمان وغیرہ ہیں،

"ش"

حضرت شداد بن اوسؓ

نام ونسب شداد نام، ابویعلیٰ وابوعبدالرحمان کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، اور حضرت حسان بن ثابتؓ شاعر مشہور کے بھتیجے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، شداد بن اوس بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج،

اوس بن ثابت کہ شداد کے پدر گرامی تھے، عقبۂ ثانیہ اور بدر کی شرکت کا فخر حاصل کر چکے تھے، غزوۂ احد میں شہادت پائی، والدہ کا نام صرمیہ تھا، اور بنو نجار کے خاندان عدی سے تھیں،

اسلام باپ، چچا، اور تقریباً تمام خاندان مشرف باسلام ہو چکا تھا، شداد بھی انہی لوگوں کے ساتھ ایمان لائے،

غزوات اور عام حالات چونکہ کم سن تھے، غزوات میں شاذ ونادر حصہ لیا، امام بخاری نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں شریک تھے لیکن یہ صحیح نہیں،

عہد نبوت کے بعد شام میں سکونت اختیار کی، فلسطین، بیت المقدس اور حمص میں قیام پذیر رہے،

وفات ۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال انتقال فرمایا، اور بیت المقدس میں دفن ہوئے،

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، لیلیٰ، محمد،

فضل وکمال فضلاء صحابہ میں تھے، حضرت عبادہ رضؓ بن صامت کہ اساطین امت میں تھے، اور صحابہ کے عہد میں علوم و فنون کا مرجع تھے، فرمایا کرتے تھے، لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں، بعض عالم ہوتے ہیں، لیکن غصہ ور اور مغلوب الغضب، بعض حلیم اور بردبار ہوتے ہیں لیکن جاہل اور علوم و فنون سے بے بہرہ، حضرت شداد رضؓ ان چند لوگوں میں ہیں جو علم و حلم کے مجمع البحرین تھے،[۱]

مسجد جابیہ میں، ابن غنم، حضرت ابو درداء رضؓ اور حضرت عبادہ بن صامت رضؓ ٹہل ٹہل کر باتیں کر رہے تھے، حضرت شداد رضؓ بھی آپہنچے اور کہا لوگو! مجھکو تم سے جو کچھ ڈر ہے، یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت پیروی نفس اور شرک میں مبتلا ہو جائیگی، اخیر کا فقرہ چونکہ تعجب انگیز تھا، حضرت ابو درداء رضؓ اور حضرت عبادہ رضؓ نے اعتراض کیا، اور اس کی سند میں ایک حدیث پیش کی کہ شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی پرستش سے بالکل ناامید ہو چکا ہے، پھر ہمارے مشرک ہونے کے کیا معنی؟ حضرت شداد رضؓ نے فرمایا ایک شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ ریاءً ادا کرتا ہے آپ لوگ اس کو کیا سمجھتے ہیں، سب نے جواب دیا مشرک، فرمایا میں نے اس کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے کہ ان چیزوں کو ریاءً بجالانے والا مشرک ہوتا ہے، حضرت عوف بن مالک رضؓ بھی ساتھ تھے بولے کہ جتنا عمل خالص ہوگا اسکے قبول ہونے کی امید ہے، باقی جس میں شرک کی آمیزش ہے وہ مردود ہوگا، اس بنا پر ہم کو اپنے عمل پر اعتماد کرنا چاہئے، حضرت شداد رضؓ نے جواب دیا کہ حدیث قدسی میں لکھا ہے کہ مشرک کا تمام عمل اس کے معبود کو دیا جائیگا، خدا اس کا محتاج نہیں،[۲] (یہ قرآن مجید کے

---

[۱] اسد الغابہ ص ۳۸۶ جلد ۲ [۲] مسند ابن حنبل ص ۱۲۶ جلد ۴،

بالکل مطابق ہے، ارشاد ربانی ہے، ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ،

حدیث میں فہم و بصیرت حاصل تھی، اور اصول درایت اور نقد سے کام لیتے تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے زہد و قناعت اور ترک دنیا کی حدیثوں نے تمام شام میں کھلبلی ڈالدی تھی، ان کے متعلق راے دیتے ہیں،

کان ابو ذر یسمع الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ الشدۃ ثم یخرج الی قومہ یسلم لعلہ یشدد علیہم ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرخص فیہ بعد فلم یسمعہ ابو ذر فیتعلق ابو ذر بالامر الشدید [1]	وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث جس میں شدت اور سختی ہوتی تھی، سنتے تھے پھر اپنی قوم میں جاکر اسکی اشاعت کرتے تھے بعد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سخت حکم میں رخصت عطا فرما دیتے تھے لیکن ابوذرؓ کو خبر تک نہ ہوئی، اس بنا پر وہ اپنی اسی شدت پر قائم رہتے،

حضرت شدادؓ کے سلسلہ سے جو حدیثیں مروی ہیں، ان کی تعداد ۵۰ ہے، انھوں نے اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کچھ کعب احبار سے حدیثیں سنی تھیں،

ان سے روایت کرنے والوں میں بہت سے اہل شام ہیں، منتخب حضرات کے نام یہ ہیں، محمود بن لبید، یعلیؓ، ابو الاشعث صنعانی، ضمرۃ بن حبیب، ابو ادریس خولانی، محمود بن ربیع عبد الرحمان بن غنم، بشیر بن کعب، جبیر بن نفیر، ابو اسما رحبی، حسان بن عطیہ، عبادہ بن نسی حنظلی۔

اخلاق اخلاق و عادات، یہ تھے کہ نہایت عابد اور پرہیزگار تھے، خدا سے ہر وقت خوف کھاتے تھے، بسا اوقات رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور تمام رات نماز پڑھتے کبھی منہ سے کلمتا

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۲۲ جلد ۴،

اللهم ان الناس قد حالت بيني — خدایا آتش جہنم میرے اور نیند کے درمیان

وبين النوم، — حائل ہو گئی ہے،

اسد بن وداعہ کا یہ فقرہ بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے، کہتے ہیں،

كان شداد بن اوس اذا اخذ مضجعہ من الليل كان كالحبۃ[1] — شداد جب رات کو لیٹتے تو خوف سے اسقدر بے چین اور متاثر ہوتے جیسے بھاڑ میں چنا،

نہایت حلیم اور کم سخن تھے، تاہم جب گفتگو کرتے تو دل آویز اور شیریں ہوتی، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شداد دو خصلتوں میں ہم سے بڑھ گئے،

ببيان اذا نطق وبكظم اذا غضب — بولنے کے وقت وضاحت بیان میں اور غصہ کے وقت حلم، عفو اور درگذر میں،

حفظ لسان اور کم سخنی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، غلام سے کہا چھری لاؤ، اس سے کھیلیں، ایک شخص نے ٹوکا تو فرمایا،

ماتكلمت بكلمة منذ اسلمت و — جب سے مسلمان ہوا میرے منہ میں

انا اخطمها وازمها الاكلمتي هذه — لگام رہی، آج یہ کلمہ منہ سے نکل گیا

فلا تحفظوها عني، — تو تم اس کو بھول جاؤ،

مسلمانوں کے انقلاب اور تغیر کو نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے، ایک مرتبہ رونے لگے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے خواہش نفس اور شرک میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، میں نے عرض کی کیا آپ کی امت مشرک ہو جائیگی؟ فرمایا ہاں، لیکن اس طرح کہ سورج، چاند، بت، پتھر کو نہ پوجے گی، البتہ ریا

[1] اسد الغابہ ۳۸۵ جلد ۲ [2] مسند ابن حنبل ۱۲۳ جلد ۴،

اور مخفی خواہشوں کا غلبہ ہوگا، صبح کو آدمی روزہ دار اٹھے گا، لیکن جب خواہش تقاضا کرے گی
تو وہ روزہ بے خوف و خطر توڑ دیگا[1]،

مریضوں کی عیادت کرتے تھے، ابو اشعث صنعانی شام کے قریب مسجد دمشق میں تھے کہ
حضرت شدادؓ اور صنابحی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا ایک بھائی
بیمار ہے اس کی عیادت کو جاتے ہیں، یہ بھی ساتھ ہوگئے، اندر جاکر مریض سے پوچھا کیا حال ہے
بولا اچھا ہوں، حضرت شدادؓ نے کہا ابشر بکفارات السیئات وحط الخطایا،
یعنی میں تم کو مرض کے کفارۂ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں، حدیث شریف میں وارد
ہے کہ جو شخص خدا کے ابتلاء میں اسکی حمد کرے اور راضی برضا رہے تو وہ اس طرح پاک صاف
اٹھتا ہے، جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا[2]،

بارگاہ رسالت میں خصوصیت اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے، کہ فتح مکہ کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بقیع تشریف لے گئے
تو حضرت شدادؓ ہمراہ تھے، اور آپ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے[3]،

ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر تھے، چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی، ارشاد ہوا
کیا ہے؟ بولے یا رسول اللہ! مجھ پر دنیا تنگ ہے، فرمایا تم پر تنگ نہ ہوگی، شام اور
بیت المقدس فتح ہوگا، اور وہاں تم اور تمہاری اولاد امام ہوگی، یہ پیشین گوئی حرف بحرف
پوری اتری، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بیت المقدس میں اقامت گزیں ہوئے، اور تمام شام
کے علم و فضل میں مرجع بن گئے،

---

[1] مسند ابن حنبل ص ۱۲۴ جلد ۴ [2] ایضاً ص ۱۲۳ جلد ۴ [3] ایضاً ص ۱۲۴ جلد ۴،

ع

حضرت عبادہؓ بن صامت

نام ونسب | عبادہ نام، ابوالولید کنیت، قبیلۂ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن غنم (قوقل) بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج، والدہ کا نام قرۃ العین تھا، جو عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان کی بیٹی تھیں، قرۃ العین کے جگر گوشہ کا نام اپنے نانا کے نام پر رکھا گیا،

بنو سالم کے مکانات مدینہ کے غربی سنگستان کے کنارہ، قبا سے متصل واقع تھے، یہاں ان کے کئی قلعے بھی تھے، جو اطم قوافل کے نام سے مشہور ہیں، اس بنا پر حضرت عبادہؓ کا مکان مدینہ سے باہر تھا،

اسلام | ابھی عنفوانِ شباب تھا کہ مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، جن خوش نصیب لوگوں نے اسکی پہلی آواز کو رغبت کے کانوں سے سنا، حضرت عبادہؓ انہی میں سے ہیں، انصار کے وفد ۳ سال تک مدینہ سے مکہ آئے تھے، وہ سب میں شامل تھے، پہلا وفد جو دس آدمیوں پر مشتمل تھا، وہ اس میں داخل تھے، اور چھ شخصوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، ارباب علم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے[1] اگرچہ کثرت رائے انکے اسلام کو دوسری بیعت تک موقوف سمجھتی ہے، جس میں بارہ آدمیوں[2] نے مذہب اسلام

---

[1] فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۱۷۲ و زرقانی صفحہ ۳۶۱ جلد ۱ [2] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۲۳ و بخاری صفحہ ۵۵۰ جلد ۱،

قبول کیا تھا، تیسری بیعت جس میں ۷۲ اشخاص شامل تھے، حضرت عبادہؓ کی اس میں بھی شرکت تھی، (مسند ج ۵ ص ۳۱۶)

اخیر بیعت میں ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاندان قوافل کا نقیب تجویز فرمایا،

غزوات و دیگر حالات | حضرت عبادہؓ کی زندگی ابتدا ہی سے ولولہ انگیز ہے، مکہ سے مسلمان ہوکر پلٹے تو مکان پہنچتے ہی والدہ کو مشرف باسلام کیا،[1] کعب بن عجرہ ایک دوست تھے اور ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے انکے گھر میں ایک بت نصب رکھا تھا، حضرت عبادہؓ کو فکر تھی کہ کسی صورت سے یہ گھر بھی شرک سے پاک ہو، موقع پاکر اندر گئے اور بت کو بسولے سے توڑ ڈالا، کعب کو ہدایت غیبی ہوئی، اور وہ جمعیت اسلام میں آملے،[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچ کر انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت ابو مرثد غنویؓ کو ان کا بھائی تجویز فرمایا، حضرت ابو مرثدؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی اور حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے، اس بنا پر ان کا تعلق خود خاندانِ رسالت سے تھا،

۲ھ میں غزوۂ بدر واقع ہوا، حضرت عبادہؓ نے اس میں شرکت کی، اسی سنہ میں بنو قینقاع عبداللہ بن ابی کے اشارے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت پر آمادہ ہوئے، دربار نبوت سے جلاوطنی کا فرمان صادر ہوا، حضرت عبادہؓ نے حلف کا دیرینہ تعلق ان لوگوں سے قطع کردیا تھا، اخراج البلد کا کام بھی انہی کے متعلق ہوا،[3] قرآن کی یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری،

---

[1] زرقانی ص ۳۲۳ جلد ۱ [2] نزہۃ الابرار فی الاسامی و مناقب الاخیار قلمی ورق ص ۱۲۳ [3] طبقات صفحہ ۲ قسم اول جزو ۲ حصہ مغازی

اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی،

مشاہد عہد نبوت میں بیعت الرضوان کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، وہ اس بیعت[1] میں بھی شریک تھے، خلافت صدیقی میں شام کی بعض لڑائیوں میں شریک تھے، خلافت فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو عمرو بن عاص نے حضرت عمرؓ کو مزید کمک کے لئے خط لکھا، حضرت عمرؓ نے ۴ ہزار فوج روانہ کی، جس میں ایکہزار فوج کے حضرت عبادہؓ افسر تھے، اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے، یہ کمک مصر پہونچی تو عمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے ایک پر اثر تقریر کی، اور حضرت عبادہؓ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجئے، خود سر سے عمامہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے حوالہ کیا، کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے، اور آج آپ سپہ سالار ہیں، خدا کی شان کہ پہلے ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا،

ملکی خدمات خدمات ملکی کے سلسلہ میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں، صدقات کی افسری، فلسطین کی قضارت اور حمص کی امارت،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخیر عہد میں صدقہ کے عمال تمام اضلاع عرب میں روانہ کئے تھے، حضرت عبادہؓ کو بھی کسی مقام کا عامل بنایا تھا، وصیت کے طور پر فرمایا کہ خدا سے ڈرنا، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن چوپائے تک فریادی ہو کر آئیں، انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں دو آدمیوں پر بھی عامل بننے کا خواہشمند نہیں،

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فلسطین کا قاضی بنایا تھا، اس زمانہ میں یہ صوبہ حضرت امیر معاویہؓ کی ماتحتی میں تھا، کسی بات پر دونوں میں اختلاف ہو گیا جس میں حضرت امیر معاویہؓ

---

[1] مسند ج ۵ ص ۳۱۹ جلد ۵ [2] کنز العمال ص ۱۵۴ ج ۲ بحوالہ ابن عبد الحکم،

نے سخت کلامی کی تو انھوں نے کہا کہ آیندہ جہاں تم ہوگے میں نہ رہونگا، ناراض ہوکر فلسطین سے مدینہ چلے آئے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کیوں؟ انھوں نے سارا قصہ دہرایا، فرمایا کہ آپ اپنی جگہ پر جائیے دنیا آپ ہی جیسے لوگوں سے قائم ہے جہاں آپ لوگ نہ ہوں گے خدا اُس زمین کو خراب کر دیگا! اس کے بعد امیر معاویہؓ کو ایک خط لکھا کہ عبادہؓ کو تمھاری ماتحتی سے الگ کرتا ہوں، قضائے فلسطین کا یہ پہلا عہدہ تھا جو حضرت عبادہؓ کو تفویض ہوا، اسی زمانہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے کہ شام کے امیر تھے، ان کو حمص کا نائب بنایا، حمص کے زمانۂ قیام میں انھوں نے لاذقیہ فتح کیا، اور اس میں ایک خاص فوجی ایجاد کی، یعنی بڑے بڑے گڑھے کھدوائے جن میں ایک شخص مع اپنے گھوڑے کے چھپ سکتا تھا، یہ طریقہ آج یورپ میں بھی رائج ہے، (بلاذری فتوح البلدان ص ۱۳۹)

وفات | حضرت عبادہؓ تادم مرگ شام میں سکونت پذیر رہے، ۳۴ھ میں پیغام اجل آیا، اس وقت ان کا سن ۷۲ سال کا تھا، وفات سے پہلے بیمار رہے، لوگ عیادت کو آتے تھے، شداد بن اوسؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ ان کے مکان پر آئے، پوچھا کیسا مزاج ہے فرمایا خدا کے فضل سے اچھا ہوں،

وفات کے قریب بیٹا آیا اور درخواست کی کہ وصیت کیجئے، فرمایا مجھے اٹھا کے بٹھلاؤ، اس کے بعد کہا بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا، ورنہ ایمان کی خیریت نہیں![۱]

اسی حالت میں صنابحی پہنچے، دیکھا تو استاد جاں بلب تھا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بیتاب ہوکر زار و قطار رونے لگے، استاد شفیق نے رونے سے منع کیا، اور کہا کہ ہر طرح سے راضی ہوں، شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کرونگا، شہادت کیلئے

[۱] مسند ص ۳۱۷ جلد ۵

چاہوگے تو شہادت دونگا، غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤنگا، اس کے بعد فرمایا کہ جتنی حدیثیں ضروری تھیں، تم لوگوں تک پہنچا چکا، البتہ ایک حدیث باقی تھی، اسکو اب بیان کئے دیتا ہوں، حدیث بیان کر چکے تو روح، جسم کو وداع کہہ کر جوار رحمت میں پرواز کرگئی یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے،

مدفن کے متعلق اختلاف ہے، ابن سعد نے رملہ لکھا ہے، دوسری روایتوں میں بیت المقدس کا نام آیا ہے، اور لکھا ہے کہ ان کی قبر وہاں اب تک مشہور ہے، امام بخاری نے فلسطین کو مدفن قرار دیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ فلسطین ایک صوبہ تھا، جس کے رملہ اور بیت المقدس اضلاع تھے،

حلیہ حلیہ یہ تھا قد دراز (۱۰ بالشت طول تھا) بدن دوہرا، رنگ ملیح، نہایت جمیل تھے،

اولاد اولاد کے نام یہ ہیں، ولید، عبداللہ، داؤد، ان میں سے ولید کے دو بیٹے، عبادہ اور یحییٰ اور موخر الذکر کے لڑکے اسحاق، حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں،

فضل وکمال حضرت عبادہؓ فضلائے صحابہ میں تھے، قرأت ان کا خاص فن تھا، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، اسلام کا پہلا مدرسۂ قرأت جو عہد نبوی میں اصحاب صفہ کے لئے قائم ہوا تھا، انہی کے زیر ریاست تھا، اہل صفہ جو صحابۂ کبار تھے، ان سے تعلیم پاتے تھے، یہاں قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا، چنانچہ بہت سے لوگ قرأت اور کتابت سیکھ کر یہاں سے نکلے تھے،[2]

بعض تلامذہ کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی استاد کے متعلق ہوتا تھا اس قسم کے بہت سے لوگ آتے تھے، ایک شخص کی نسبت مذکور ہے کہ ان کے گھر میں رہتا تھا

---

[1] مسند ص ۳۱۶ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۳۱۵ جلد ۵،

اور شام کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتا تھا، مکان جانے کا قصد کیا تو ایک عمدہ کمان استاد کے نذر کی، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے اسکے قبول کرنے سے منع فرمایا،[۱]

عہد نبوی کے بعد جب شام کے مسلمانوں کو تعلیم قرآن کی ضرورت ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے ان کو شام روانہ کیا، وہ پہلے حمص گئے، لیکن کچھ زمانہ کے بعد فلسطین کو اپنا مستقر بنایا،

حدیث میں حضرت عبادہؓ بعض اولیات کے موجد ہوئے، صحابہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ حدیث پہنچانے کا یہ طرز تھا کہ صحابی کہتا تھا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا لیکن بعض بزرگ ایسے بھی تھے، جنھوں نے الفاظ روایت میں وہ مدارج قائم کئے جو بعد میں روایت حدیث کا جزء قرار پا گئے، حضرت عبادہؓ نے بھی ان الفاظ میں ایک اضافہ کیا، ایک شخص سے حدیث بیان کی تو فرمایا

قال رسول اللہ صلعم من فی الیٰ فی لم اقول حدثنی فلان عن فلان[۲] — یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے روبرو فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ سے فلاں فلاں نے

اسی طرح ایک مجمع میں خطبہ دیا اور حضرت امیر معاویہؓ نے ایک حدیث سے انکار ظاہر کیا تو فرمایا،

اشهد انی سمعت رسول اللہ صلعم — میں گواہ ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا، مجامع وعظ، مجالس علم، بزم کی صحبتیں ہر جگہ اسکا چرچا رہتا تھا، کبھی گرجے میں جاتے تو وہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مسلمانوں اور عیسائیوں کے گوش گذار کرتے تھے،[۳]

مرویات کی تعداد ۱۸۱ تک پہنچتی ہے، جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور نبلاء تابعین ہیں چنانچہ وابستگان نبوت میں حضرت انسؓ بن مالک حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابو امامہؓ، حضرت سلمہؓ بن محبق

۱؎ مسند حنبل ص ۳۲۴ جلد ۵ ۲؎ ایضاً ص ۳۲۲ جلد ۵ ۳؎ ایضاً ص ۳۲۰ و ۳۱۹ جلد ۵

محمود بن ربیع، حضرت مقدام بن معدیکرب، حضرت رفاعہ بن رافع، حضرت اوس بن عبداللہ ثقفی، شرجیل بن حسنہ اور تابعین باحسان میں عبدالرحمن بن عسیلہ صنابحی، حطان بن عبداللہ رقاشی، ابوالاشعث صنعانی، جبیر بن نفیر، جنادہ بن ابی امیہ، اسود بن ثعلبہ، عبداللہ بن محیریز ربیعہ بن ناجد، عطا بن یسار، قبیصہ بن ذویب، نافع بن محمود بن ربیعہ، یعلی بن شداد بن اوس، ابومسلم خولانی، ابوادریس خولانی، اس مخزن علم سے فیضیاب ہوئے ہیں،

فقہ میں کمال علمی مسلّم تھا، اور تمام صحابہ اس کا اعتراف کرتے تھے، شام کے مسلمانوں کو قرآن اور فقہ کی تعلیم کی ضرورت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس کام کے لئے انہی کا انتخاب کیا،

حضرت امیر معاویہؓ نے طاعون عمواس کا خطبہ میں ذکر کیا، تو کہا کہ مجھ سے اور عبادہؓ سے اس مسئلہ میں گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات وہی ٹھیک تھی جو انھوں نے کہی تھی، تم لوگ ان سے فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں،

جنادہ حضرت عبادہؓ سے ملاقات کو گئے تو بیان کرتے ہیں، کہ

وکان قد تفقہ فی دین اللہ[1] وہ دین الٰہی میں فقیہ تھے،

اخلاق وعادات امراء کے مقابلہ میں حقگوئی، حضرت عبادہؓ کے تاج فضیلت کا طرہ رہی ہے وہ نہایت جوش سے اس فرض کو ادا کرتے تھے، شام گئے اور وہاں بیع و شراء میں شرعی خرابیاں دیکھیں، تو ایک خطبہ دیا، جس سے تمام مجمع میں ہلچل پڑگئی، حضرت امیر معاویہؓ بھی موجود تھے، بولے کہ عبادہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا، اب ان کے طیش کو کون روک سکتا تھا، فرمایا کہ مجھے معاویہؓ کے ساتھ رہنے کی بالکل پرواہ نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا،

---

[1] مسند ج ۵ ص ۳۱۹

یہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ تھا، لیکن عہد عثمانی میں حضرت امیر معاویہؓ نے دربار خلافت میں شکایت لکھی کہ عبادہ نے تمام شام کو بگاڑ رکھا ہے یا تو ان کو مدینہ بلائیے یا میں شام چھوڑ دونگا، امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ ان کو یہاں روانہ کر دو، مدینہ پہنچکر سیدھے حضرت عثمانؓ کے کاشانہ میں پہنچے، جہاں صرف ایک شخص تھا، جو مہاجر اور تابعی تھا، لیکن باہر بہت سے لوگ جمع تھے، اندر جاکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے، حضرت عثمانؓ کی نظر اٹھی تو حضرت عبادہؓ سامنے تھے، پوچھا کیا معاملہ ہے بیکر حق اب بھی راستگوئی کا وہی جذبہ رکھتا تھا، کھڑے ہوکر مجمع سے مخاطب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امراء منکر کو معروف اور معروف کو منکر سے بدل دیں گے، لیکن معصیت میں طاعت جائز نہیں، تم لوگ بدی میں ہرگز آلودہ نہ ہو[1]

حضرت ابوہریرہؓ نے کسی بات میں دخل دیا، تو فرمایا کہ جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، تم اس وقت موجود نہ تھے، (پھر تم ناحق بیچ میں پڑتے ہو) ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرائط پر بیعت کی تھی، کہ چستی اور کاہلی میں آپ کا کہنا مانیں گے، فراخی اور تنگی میں مالی امداد دیں گے، اچھی باتیں پہنچائیں گے، بری باتوں سے روکیں گے، سچ کہنے میں کسی سے نہ دبیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یثرب تشریف لائیں گے تو مدد کریں گے اور جان اور مال اور اولاد کی طرح آپ کی نگہبانی کریں گے، ان سب باتوں کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائیگا، پس ہم کو ان باتوں پر پورے طور سے عمل کرنا چاہئے اور جو نہ کرے وہ اپنا آپ ذمہ دار ہے[2]

اس فرض امر معروف کو وہ راستہ چلتے بھی ادا کرتے تھے ایک موقعہ کسی سمت جارہے

---

[1] مسند ص ۳۱۹ جلد ۵، [2] ایضاً ص ۳۲۵،

تھے، عبداللہ بن عباد زرقی کو دیکھا کہ چڑیاں پکڑ رہے ہیں، چڑیا ہاتھ سے چھین کر اڑا دی اور کہا بیٹا! یہ حرم میں داخل ہے، یہاں شکار جائز نہیں،[1]

حب رسول کا یہ عالم تھا کہ بیعت کرنے کے بعد ۲ مرتبہ مکہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو کوئی غزوہ اور واقعہ ایسا نہ تھا جس کی شرکت کا شرف انھیں حاصل نہ ہوا ہو، انہی وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خاص محبت تھی، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑے تو خود سردار دو عالم عیادت کو آئے انصار کے کچھ لوگ ہمرکاب تھے، فرمایا جانتے ہو شہید کون ہے؟ لوگ خاموش رہے، حضرت عبادہؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھاؤ، بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب دیا کہ جو مسلمان ہو، ہجرت کرے، اور معرکہ میں قتل ہو، آپ نے فرمایا نہیں اس صورت میں تو شہیدوں کی تعداد بہت کم ہوگی، قتل ہونا ہیضہ میں مرنا غرق ہونا اور عورت کا زچگی میں مرجانا یہ سب شہادت میں داخل ہے،[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو صبح و شام دیکھنے جاتے تھے آپ نے اسی حالت میں ان کو ایک دعا بتائی، اور فرمایا کہ مجھکو جبرئیل علیہ السلام نے تلقین کی تھی،[3]

---

[1] مسند ج ۳ ص ۳۱۱ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۳۱۷ [3] ایضاً ص ۳۲۳،

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابومحمد کنیت، شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرء القیس بن عمرو بن امرء القیس الاکبر بن مالک الاغر ابن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ابن عمرو بن اطنابہ تھا، اور خاندانِ حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہؓ کا پدر اعلیٰ تھا،

حضرت عبداللہؓ بڑے رتبہ کے شخص تھے، ان کے تذکرے میں ہے،

کان عظیم القدر فی الجاھلیۃ والاسلام
یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت ہے،

اسلام لیلۃ العقبہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے،

غزوات اور دیگر حالات حضرت مقدادؓ بن اسود کندی سے رشتۂ اخوت قائم ہوا، بدر میں شریک تھے، اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی، غزوۂ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا
خداوندا اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے — اور نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا

تو تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما	اور معرکہ میں ہم کو ثابت قدم رکھو
ان الاولیٰ قد بغوا علینا[۱]	اذا ارادوا فتنۃ ابینا
جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے	جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اسکا انکار کر دیتے

حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی موجود تھے،

اسیر بن زارم یہودی ابو رافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھا، اور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا، چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کر کے تمام قبائل کو آمادہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ۶ھ میں عبد اللہ بن رواحہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا، عبد اللہ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر خبر دی، آپ نے اس کے قتل کے لئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو مقرر فرمایا، اور ۳۰ آدمی انکی ماتحتی میں دیئے،

حضرت عبد اللہ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو، تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں، بولا کہو، حضرت عبد اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو تمھارے پاس بھیجا ہے، اور آپ کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنا دیں، لیکن اس کے لئے خود تمھارا مدینہ چلنا ضروری ہے، وہ باتوں میں آگیا اور ۳۰ یہودیوں کو لیکر ان کے ساتھ ہو لیا، راستہ میں انھوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا، اسیر کو کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا، مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑا دیں، اور یہ اٹھتا ہوا طوفان یہیں دب کر رہ گیا،[۲]

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے

---

[۱] صحیح بخاری ص ۵۸۹ جلد ۲، [۲] طبقات ابن سعد ص ۶۶،

انہی کو روانہ کیا تھا،

عمرۃ القضا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے، اور یہ شعر پڑھ رہے تھے،

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ　　خلوا فکل الخیر مع رسولہ

ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ　　کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں

نحن ضربناکم علی تاویلہ　　کما ضربناکم علی تنزیلہ

ہم نے تمکو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے　　جس سے سر دھڑ سے الگ ہوگئے ہیں

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ　　ویذہل الخلیل عن خلیلہ　　یارب انی مومن بقیلہ

اور دوست دوستی بھول گئے ہیں خدایا　　میں آنحضرت صلعم کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں

حضرت عمرؓ نے کہا، ہیں! خدا کے حرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شعر پڑھتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بولے عمر! میں سن رہا ہوں، خدا کی قسم ان کا کلام کفار پر تیر ونشتر کا کام کرتا ہے، اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم یہ کہو لا الہ الا اللہ وحدہ، نصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ، ابن رواحہ نے اسکو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اسکو ادا کیا، جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں،[1]

غزوہ موتہ اور شہادت جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوہ موتہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصری کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا، راستہ میں موتہ ایک مقام ہے، وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کر دیا، سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو ۳ ہزار آدمی زید بن حارثہؓ کی زیر امارت

---

[1] طبقات ابن سعد ص۵۸ وکتب رجال،

موتہ روانہ کئے، اور یہ فرمایا کہ زیدؓ قتل ہوجائیں تو جعفرؓ امیر لشکر ہیں، اور ان کے بعد ابن رواحہؓ سردار ہیں، اور اگر وہ بھی قتل ہوجائیں تو جسکو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں،

لشکر تیار ہوا تو ثنیۃ الوداع تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مشایعت کی، رخصت کے وقت اہل مدینہ نے یک زبان ہوکر کہا کہ خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے، حضرت ابن رواحہؓ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان منکم الا واردھا، کان علی ربک حتما مقضیا (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہی) اس بنا پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوکر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملاویگا، اس وقت حضرت ابن رواحہؓ نے فرمایا،

لکنی اسئل الرحمن مغفرۃ   وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے

او طعنۃ بیدی حران مجھزۃ   بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

یا ایک نیزہ جو جگر تک چھد جائے،

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی   یا ارشد اللہ من غاز وقد رشدا

یہانتک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے آپ نے الوداع کہا، ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے، ادھر دشمن کو خبر ہوگئی، اس نے ہرقل کو خبر کرکے ۲ لاکھ آدمی جمع کرلئے مسلمانوں نے شام پہونچ کر معان میں دو رات قیام کیا، اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہئے، عبداللہ بن رواحہؓ نے نہایت دلیری سے

کہ کچھ پروا نہیں، ہمکو لڑنا چاہئے، چنانچہ مسلمان یہاں سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا، اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہوگیا، مسلمان صرف ۳ ہزار تھے اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا میدانِ کارزار گرم ہوا، پہلے زید بن حارثہؓ نے گھوڑے سے اتر کر آتشِ جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے، پھر جعفرؓ نے علم اُٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی، اس کے بعد عبداللہؓ بن رواحہؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے،

یا نفس ان لم تقتلی تموتی	ان تسلمی الیوم فلن تفوتی
اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا	اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا

او تبتلی فطال ما عوفیت

یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی

ہذا حیاض الموت قد (حلت)	وما تمنیت فقد اعطیت
اس لئے موت کے حوض خالی ہو رہے (ہیں)	اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے

پھر کہا اے نفس بیوی، بچے اور مکان کا خیال فضول ہے، وہ سب آزاد ہیں، مکان اللہ اور رسول کا ہے، دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا، اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے،

یا نفس ما لک تکرہین (الجنۃ)	اقسم باللہ لتنزلنہ
اے نفس جنت میں جانے سے کراہت کیوں ہے	خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہوگا
طائعۃ او لتکرہنہ	فطالما قد کنت مطمئنہ
خواہ برضا و رغبت خواہ با جبر	تو نہایت مطمئن تھا، ...
ہل انت الا نطفۃ فی شنہ	قد اجلب الناس وشدوا الرنہ

تو مشک کا صاف پانی ہو جو لوگوں کی پیاس بجھانے کیلئے ہو۔   اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں
نیزہ لیکر حملہ کیا، اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان
بچھڑ گئے، خون چہرہ پر ملا، اور پکارے "مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ!" یہ سن کر تمام
مسلمان ان کو گھیرے میں لیکر مشرکین پر ٹوٹ پڑے، اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کر گئی
انا للہ وانا الیہ راجعون،

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے،

اذا ادنیتنی وحملت رحلی   مسیرۃ اربع بعد الحساء

فشانک فانعمی وخلاک ذم   ولا ارجع الی اھلی ورائی

وجاء المومنون وخلفونی   بارض الشام مستوی الثواء

وردک کل ذی نسب قریب   الی الرحمن منقطع الاخاء

ھنالک لا ابالی طلع بعل   ولا نخل اسافلھا رواء

زید بن ارقم نے سنا تو رونے لگے، انھوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمھارا کیا نقصان؟
خدا مجھکو شہادت نصیب کریگا تو تم آرام سے گھر جانا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے دم دم کی خبریں مل رہی تھیں، اور آپ
مجمع کے سامنے بیان کر رہے تھے، حضرت جعفرؓ کی خبر بیان کر کے خاموش ہو گئے، انصار
آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شاید حضرت ابن رواحہؓ شہید ہوئے، تھوڑی دیر سکوت کے
بعد با دیدۂ پرنم فرمایا کہ پھر ابن رواحہؓ نے شہادت پائی، انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے
تھے، تاہم آہ وزاری اور نالہ و فریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن و ملال پر اکتفا کیا گیا کہ
یہ بھی اس شہید ملت کی ایک وصیت تھی،

ایک مرتبہ بیہوش ہو گئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ، ہائے ایسا، ہائے ویسا، افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اسکی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بنا پر وفات کے وقت سنے صبر کیا، صحیح بخاری میں ہے، فلما مات لم تبك علیه یعنی جب انھوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا[۱]

اولاد | جیسا کہ اوپر گذر چکا، موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں، فقتل ولم یعقب یعنی ان سے نسل نہیں چلی[۲]

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے، انھوں نے ایک خاص بات پر ان سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو، اس وقت ابن رواحہ کو عجیب چال سوجھی اور بروقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے،

"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے

اور عرش پانی کے اوپر تھا، اور عرش پر جہاں کا پروردگار،

اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں،

چونکہ وہ قرآن نہیں پڑھی تھیں سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں کہ خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی تھی، میں نے ناحق تم کو تہمت لگائی، زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں، لونڈی سے ہم بستری کرنے پر بیوی کے غیظ وغضب سے بچنے کا حضرت عبداللہ رضنے یہ طرز اختیار کیا[۳]

فضل وکمال | اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں، کتابت اور شاعری،

---

[۱] دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۶۱۱ و ۶۱۲ و اسد الغابہ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ و ۱۵۹ جلد ۳، و طبقات ابن سعد صفحہ ۹۲ و ۹۳ و [۲] اسد الغابہ صفحہ ۱۵۸ جلد ۳ [۳] استیعاب ۳۶۷ جلد ۱،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا ؟ شاعری میں مشہور تھے اور دربار رسالت کے شاعر تھے، کفر پر مشرکین کو عار دلانا انکا موضوع تھا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

"دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالک اور عبداللہ ابن رواحہ تھے، تو حضرت کعب بن مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے، اور حسان حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے"[1]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین شاعر تھے حضرت حسانؓ، حضرت کعبؓ، حضرت ابن رواحہؓ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے، دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے،

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے، ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کیساتھ تشریف فرما تھے ان کو بلایا اور فرمایا مشرکین پر کچھ کہو انھوں نے اسی مجمع میں کچھ اشعار کہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے[2]

حدیث میں چند روایتیں حضرت ابن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے مروی ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ سے روایتیں کیں،

اخلاق وعادات: نہایت زاہد، عابد اور مرتاض تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

---

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ حالات حضرت کعب بن مالک [2] ایضاً استیعاب صفحہ ۳۶۲ جلد ۱،

کہ خدا عبد اللہ بن رواحہ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں؛ یعنی

خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں[۵]،

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ابن رواحہؓ کو یاد نہ کرتا ہوں[۱]، وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بن جائیں پھر بیٹھکر ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس ہے،

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے، اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی،

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہؓ اس حالت میں بھی صائم تھے[۳]،

جہاد کا نہایت شوق تھا، بدر سے لیکر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا[۱]، اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق و شوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں،

یعنی عبد اللہ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے[۴]،

احکام رسولؐ کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، حضرت ابن رواحہؓ پہونچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے، اسی مقام پر بیٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچا دی، فرمایا،

خدا اور رسول کی اطاعت میں خدا اون کی حرص اور زیادہ کرے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، اور آپ کو بھی ان سے انس تھا،

---

[۱] اصابہ جلد ۴ ص۶۶ [۲] اسد الغابہ ص۱۵۸ جلد ۳ [۳] صحیح بخاری ص۲۶۱ جلد ۱ [۴] اصابہ ص۶۷ جلد ۴،

بیمار پڑے اور ایک دن بیہوش ہو گئے تو سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا! اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کر دو ورنہ شفا عطا فرما[1]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حب رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا ہے اور وہ یہ ہے[2]،

اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لئے کافی تھی"

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو سواری کی گرد اڑ کر اہل مجلس پر پڑی، ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپ یہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی، ابن ابی اب تک مشرک تھا بولا یہ بات ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر حق ہی تو یہاں آکر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جو آپ کے پاس جائے اسکو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو جوش آگیا، بولے یارسول اللہ! آپ ضرور فرمائیں، ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں[3]،

---

[1] اصابہ ص ۷۶ جلد ۴ [2] ایضاً ص ۷۶ [3] بخاری ص ۹۲۵ جلد ۲،

حضرت عاصمؓ بن ثابت بن ابی اقلح

نام ونسب عاصم نام، ابوسلیمان کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عاصم ابن ثابت بن قیس ابی الاقلح بن عصمۃ بن نعمان بن مالک بن امتہ بن ضبیعہ بن زید بن مالک ابن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام ہجرت سے قبل اسلام لائے،

غزوات بدر میں شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیونکر لڑوگے؟ تیر و کمان لیکر اٹھے اور کہا کہ جب ۲۰۰ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، تو تیر ماروں گا، اس سے قریب ہوں گے تو نیزہ اور نزدیک تر ہونگے تو تلوار کا وار کرونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑائی کا یہی قاعدہ ہے تم لوگ اسی طرح لڑنا[1]،

اس غزوہ میں انھوں نے عقبہ بن معیط کو قتل کیا جو قریش میں نہایت ذی رتبہ سمجھا جاتا تھا[2]، غزوہ احد میں مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو تیر مار کر قتل کیا، اور کہا لومیں ابن ابی اقلح ہوں[3]، ابوعزہ بھی گرفتار ہوکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ و فریب کی پاداش میں ان کے حوالہ کیا، انھوں نے اس کی گردن اڑادی[4]،

صفر ۳ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ماتحتی میں دس آدمی دیکر جاسوسی کیلئے روانہ کیا، عسفان اور مکہ کے درمیان ہدہ ایک مقام ہے، وہاں پہنچے تو بنو لحیان کو خبر ہوگئی، اس نے

۱؎ اصابہ ص۳۱ جلد ۴ ۲؎ اسد الغابہ ص۷۳ جلد ۳ ۳؎ ایضاً و طبقات ابن سعد ص۳۲ ۴؎ طبقات ص۳۰،

سو تیرانداز بھیجے کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روک دیں، صحابہ کے پاس مدینہ کے خرمے تھے، ان کی گٹھلیاں راستہ میں پڑی تھیں، تیراندازوں نے کہا یہ ضرور یثرب کے چھوہارے ہیں عاصمؓ کو ان کی آمد کا پتہ چلا، تو اپنے ساتھیوں کو لیکر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، ان لوگوں نے آکر محاصرہ کر لیا، اور کہا نیچے اتر آؤ تو جان بخشی کیجائے گی، عاصمؓ نے کہا مسلمانو! میں کسی کافر کے ذمہ نہ رہونگا! پھر فرمایا خدایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری خبر کر دے،

شہادت | کفار نے یہ دیکھ کر تیر برسانا شروع کئے، جس سے حضرت عاصمؓ نے سات آدمیوں کے ساتھ شہادت پائی،[۱]

قریش کو ان کے قتل ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوئے کہ عقبہ بن ابی معیط کا قاتل دنیا سے اٹھ گیا، آدمی بھیجے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ لاکر دکھائیں، مصنف استیعاب کا بیان ہے کہ ان کے جسم کو جلا کر قریش آتش انتقام کو سرد کرنا چاہتے تھے،[۲]

عقبہ کے ساتھ طلحہ کے دو بیٹوں کو بھی انھوں نے قتل کیا تھا، ان کی ماں نے جس کا نام سلافہ تھا منت مانی تھی کہ حضرت عاصمؓ کا سر ملے گا تو کھوپری میں شراب پیونگی! قریش کو تجارت کا موقع ملا، کہ اس کے ہاتھ عاصمؓ کا سر فروخت کریں،[۳]

عاصمؓ نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی مشرک نہ چھوئے، اور نہ میں ان میں سے کسی کو مس کرونگا، یہ لوگ وہاں پہنچے، تو کثرت سے شہد کی مکھیاں دیکھیں، لاش کے اٹھانے میں کامیابی نہ ہوئی، تو مشورہ کیا کہ رات کو جب مکھیاں نہ ہونگی، اس وقت سر کاٹیں گے اتفاق یہ کہ خوب بارش ہوئی، اور اس نے سیلاب کی شکل اختیار کر لی، اور حضرت عاصمؓ کا جسد اطہر اسی میں بہ گیا،[۴]

۱؎ صحیح بخاری ص ۵۶۹ و ۵۸۵ و ۵۹۰ ج ۲ ۔ ۲؎ کتاب مذکور ص ۵۸۵ ج ۲ ۔ ۳؎ اسد الغابہ ص ۷۳ ج ۳ ۔ ۴؎ ایضاً ص ۷۳ ۔

اولاد | لڑکے کا نام محمد تھا۔ عرب کا مشہور شاعر احوص انہی کا بیٹا تھا،

حضرت عاصمؓ کی بہن جمیلہ حضرت عمرؓ کو منسوب تھیں، عاصم بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

اخلاق | جوشِ ایمان، حبِ رسول، پاکبازی، اور بہادری کے عظیم الشان اوصاف حضرت عاصمؓ کی سیرت کے جلی عنوانات ہیں ان تمام باتوں کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے،

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو جابر کنیت، بنی سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ ابن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج،

قبیلۂ سلمہ میں نہایت ممتاز شخص تھے،

بعثت نبوی کے تیرہویں سال ایام حج میں اہل مدینہ کا ایک قافلہ جو تعداد میں ۵۰۰ آدمیوں پر مشتمل تھا، مکہ چلا، عبداللہ بھی اس میں شامل تھے، اوس و خزرج کے وہ افراد جنھوں نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور خفیہ مسلمان تھے وہ بھی ساتھ تھے، کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار اور ہم میں نہایت معزز آدمی ہیں، بہتر ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیجئے، اور قدیم مذہب کو چھوڑ دیجئے، کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جیسا ذی رتبہ شخص جہنم کا ایندھن بنے،

حضرت عبداللہؓ پر ان باتوں کا خاص اثر پڑا اور صدق دل سے اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے

اسلام | انہی ایام میں بیعت عقبہ ہوئی، حضرت عبداللہؓ بھی شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا فخر حاصل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو سلمہ کا نقیب بنایا،

غزوات | غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور غزوۂ احد میں کہ ۳ھ میں ہوا تھا، شرفِ شرکت کے ساتھ شہادت کے لازوال فخر سے بھی بہرہ اندوز ہوئے،

وفات | غزوہ کا وقت آیا تو ایک رات حضرت جابرؓ کو بلایا اور کہا بیٹا! میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں، سب سے پہلے میں شہید ہوں گا، میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عزیز تم ہو، تم کو میں .... گھر پر چھوڑتا ہوں، اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اوپر جو کچھ قرض ہے اس کو ادا کر دینا،[1]

دن کو معرکۂ کارزار گرم ہوا، اور حضرت عبداللہؓ نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت حاصل کی، صحابہ میں سب سے پہلے وہی شہید ہوئے،[2] اسامہ بن اعور بن عبید نے قتل کیا،[3] اور پھر مشرکین نے نعشِ مبارک کا مثلہ کیا،

لاش کپڑا ڈال کر لائی گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی، حضرت جابرؓ کپڑا ہٹا کر منہ کھولتے اور زار و قطار روتے تھے، خاندانِ سلمہ کے بہت سے آدمی جمع تھے اور جابرؓ کو منع کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھوا دیا، بہن جو پاس ہی کھڑی تھیں، ایک چیخ ماری، پوچھا کس کی آواز ہے، لوگوں نے کہا عبداللہ کی بہن کی،[4]

دفن کرنے کو لے چلے تو بہن نے جن کا نام فاطمہ تھا، رونا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کئے تھے،[5]

قبر میں دو دو آدمی ساتھ دفن کئے گئے، صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا،[6] لیکن دوسری کتابوں میں عمرو بن جموح

---

[1] صحیح بخاری ص۱۸۰ جلد۱ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ص۲۳۳ جلد۳ [4] صحیح بخاری ص۱۶۲ جلد۱
[5] مسلم ص۲۴۷ جلد۲ و صحیح بخاری ص۱۶۶ جلد۱ [6] بخاری ص۱۶۹ جلد۱

کا نام مذکور ہے، جو حضرت عبداللہؓ کے بھائی نہیں بلکہ بہنوئی تھے،

۶ مہینہ کے بعد حضرت جابرؓ نے ان کو اس قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا، کان کے سوا تمام جسم سالم تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا[1] کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں،

اس واقعہ کے ۴۶ برس کے بعد ایک سیلاب آیا جس نے قبر کھولدی، لاش بجنسہٖ باقی تھی، یہ روایت موطا میں مذکور ہے،

اولاد حضرت جابرؓ کے علاوہ نو لڑکیاں چھوڑیں جن میں ۶ نہایت[2] خوردسال تھیں،

قرض قرض بہت زیادہ تھا، صحیح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے، حضرت جابرؓ نے ادا کیا، اسکی تفصیل ہم حضرت جابرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں،

فضائل مکارم و محاسن کے لحاظ سے حضرت عبداللہؓ جلیل القدر صحابہ میں داخل ہیں، جو سلمہ میں اشاعت اسلام کے لئے انھوں نے جو کوشش اور سرگرمی ظاہر کی، اور پھر خدا کی راہ میں جس طرح اپنے کو قربان کیا، اس کا اعتراف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا،

سنن نسائی میں ہے، جزی اللہ الانصار عنا خیرا لاسیما آل عمرو بن حرام وسعد بن عبادۃ؛ یعنی خدا تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے خصوصاً عبداللہؓ اور سعد بن عبادہؓ کو

جامع ترمذی میں روایت آئی ہے کہ واقعۂ اُحد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو زار و خستہ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کی باپ قتل ہوئے، اور بہت سے بچے چھوڑ گئے، انہی کی فکر دامنگیر ہے، فرمایا، ایک خوشخبری سُنو، خدا کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا، لیکن تمھارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی، اور فرمایا جو مانگو دیا جائیگا، انھوں نے

---

[1] اسد الغابہ ص۲۳۳ جلد ۳ [2] بخاری ص۱۸۰ جلد ۱ [3] ایضاً ص۱۸۱ جلد ۱

کہا میری یہ تمنا ہے کہ ایک مرتبہ دنیا میں جاکر پھر شہید ہوں، ارشاد ہوا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ جو دنیا سے آتا ہے وہ واپس نہیں جا سکتا، عرض کی تو میری نسبت کچھ وحی بھیج دیجئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء الخ یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں،

حضرت عبداللہؓ کے لئے اس سے زیادہ اور کیا چیز قابل فخر ہو سکتی ہے، کہ ان کی وفات کو ۱۳۰۰ سال کی مدت مدید گذر چکی ہے، تاہم ان کا نام آج بھی زندہ ہے، اور تا ابد زندہ رہے گا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی

نام ونسب: عبداللہ نام ہے، اور قبیلہ حبلی سے ہیں جو خزرج کا نہایت معزز خاندان تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم ابن غنم بن عوف بن خزرج،

حبلی سالم کا لقب ہے، جو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا،

مالک نے کہ حضرت عبداللہؓ کا پردادا تھا قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت سلول نامی سے شادی کی تھی، اس سے ابی پیدا ہوا، جو عبداللہ ابو حباب کا باپ ہے،

عبداللہ ابو حباب (جو ابن ابی ابن سلول کے نام سے مشہور ہے) قبیلۂ خزرج کے ممتاز ترین افراد میں تھا، اس کے اثر اور زور وقوت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسلام سے قبل مدینہ کا تاج وتخت اسی کے سپرد کرنے کی تجویز تھی، اوس وخزرج دیرینہ عداوتوں کے سبب سے باہم سخت مختلف تھے تاہم اس کے تخت نشین کرنے پر سب کا اتفاق تھا، حضرت عبداللہؓ اسی عبداللہ کے فرزند ارجمند ہیں،

یہ عجیب بات ہے کہ ابن ابی عقلمند، دوراندیش اور صاحب تدبیر ہونے کے باوجود شرف ایمان سے محروم رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور خلافت الٰہی کی بنیاد قائم کی، تو رشک ومنافست کا عجیب منظر درپیش تھا، ابن ابی اور اس کے چند ہمنوا

اسلام کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جوں جوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار بڑھتا تھا یہ گروہ اس کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا،

آخر مسلمانوں کے غلبہ اور زور کی وجہ سے ابن ابی کو سر اطاعت خم کرنا پڑا، اور اپنی جماعت کے ساتھ منافقانہ مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو گیا اور منافقین کا سرغنہ بنا،

اسلام | لیکن ابن ابی کا اثر ان کے بیٹے پر بالکل نہیں پڑا، وہ ہجرت سے قبل مسلمان ہو چکے تھے،

غزوات | غزوہ بدر میں شریک ہوئے احد میں آگے کے دو دانت جنھیں ثنیہ کہا جاتا ہے ٹوٹ گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سونے کا دانت بنوالو، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ناک اڑ گئی تھی تو سونے کی ناک بنوائی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں، مصنف اسد الغابہ نے اس کی تصریح کر دی ہے،

غزوہ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا، ایک انصاری اور مہاجر کے جھگڑنے میں ابن ابی نے کہا تھا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل یعنی مدینہ پہونچ کر بلند پایہ لوگ، ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر کہا "اگر اجازت ہو تو اس منافق کا سر اڑا دوں[1]"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی،

حضرت عبداللہؓ آئے اور کہا کہ میرے باپ نے آپ کو ذلیل کہا، خدا کی قسم وہ خود ذلیل ہے، اس کے بعد کہا کہ اگرچہ تمام خزرج میں مجھ سے زیادہ اپنے باپ کا کوئی مطیع نہیں، تاہم اگر آپ انہیں قتل کرانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجئے، میں قتل کئے دیتا ہوں، لیکن اگر

---

[1] صحیح بخاری ص۷۲۸ جلد ۲

کسی دوسرے مسلمان نے ان کو قتل کیا تو اپنے باپ کے قاتل کو میں دیکھ نہیں سکتا، لامحالہ اسکو قتل کرونگا اور ایک مسلمان کے مارنے سے جہنم کا مستوجب ہونگا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا قتل کرانے کا بالکل ارادہ نہیں، لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کراتے ہیں[۱]۔

حضرت عبداللہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرکے سڑک پر آکر کھڑے ہو گئے، ابن ابی نکلا تو اونٹ سے اتر پڑے اور کہا "تم اقرار کرو کہ میں ذلیل اور محمد عزیز ہیں ورنہ میں آگے نہ بڑھنے دونگا" پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے، باپ بیٹے کی گفتگو سنکر فرمایا ان کو چھوڑ دو، خدا کی قسم یہ جب تک ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ کریں گے[۲]۔

غزوۂ تبوک کے بعد ابن ابی نے وفات پائی، حضرت عبداللہؓ آئے اور عرض کی کہ اپنی قمیص اتار دیجئے، میں اس میں ان کو کفن دونگا، اور ان کے لئے استغفار کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کرتے زیب تن کئے ہوئے تھے، حضرت عبداللہؓ نے نیچے کا کرتہ پسند کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اسی میں جذب ہوتا تھا، ارشاد ہوا کہ جنازہ تیار ہو تو مجھے خبر کرنا میں نماز پڑھاؤنگا،

قبر میں اتارے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، قبر سے نکلوایا اور اپنے گھٹنوں پر رکھ کر قمیص پہنایا، اور لعاب دہن ملا، اس کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس پر نماز پڑھیں گے، حالانکہ فلاں روز اس نے یہ الفاظ کہے تھے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنے مسکرا کر فرمایا، جاؤ اپنی جگہ پر کھڑے رہو، جب زیادہ اصرار کیا تو ارشاد ہوا کہ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے، اگر ۷ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں اسکی مغفرت ہو جائے تو میں اس کے لئے تیار ہوں،

---

[۱] اسد الغابہ ص۱۹۷ جلد۳ [۲] طبقات ابن سعد ص۲۶،

نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر میں چند آیتیں نازل ہوئیں جن میں ایک یہ تھی،
ولا تصل علی احد منھم مات ابدا یعنی ان لوگوں کے جنازہ کی ہرگز نماز نہ پڑھو،
وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی تائید کی، تو ان کو اپنی جسارت پر نہایت تعجب ہوا[1]

وفات حضرت عبداللہؓ نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی، یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے،

فضل وکمال فضلائے صحابہ میں تھے، حضرت عائشہؓ ان سے حدیث روایت کرتی ہیں، لکھنا جانتے تھے، اور کبھی کبھی وحی بھی لکھتے تھے،[2]

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۷۹ و ۶۷۰ و ۸۰۰ جلد ۱ [2] اصابہ ص ۹۶ جلد ۴،

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب عتبان نام، قبیلۂ سالم سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عتبان بن مالک بن عمرو ابن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عمرو بن عوف بن خزرج،

قبا کے قریب مکان تھا اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے،

اسلام ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے،

غزوات اور دیگر حالات صاحب طبقات کے قول کے مطابق حضرت عمرؓ سے اخوت تھی، غزوۂ بدر میں شریک[۱] تھے، جب نابینا ہوگئے تو باقی غزوات میں شرکت نہ کرسکے،

مسجد بنی سالم کے امام تھے، مسجد اور مکان کے درمیان ایک وادی پڑتی تھی، بارش ہوتی تو تمام پانی وہاں جمع ہوجاتا تھا، نظر کمزور تھی، پانی میں سے ہوکر مسجد تک جانا نہایت دشوار تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ایسی حالت میں گھر میں نماز پڑھتا ہوں، آپ کسی روز میرے ہاں تشریف لاکر نماز پڑھیں تو اسی کو سجدہ گاہ بنالوں۔ فرمایا بہتر ہے، میں آؤنگا، دوسرے دن حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تشریف لائے اور اجازت لیکر اندر داخل ہوئے پوچھا تم کہاں نماز پڑھنا چاہتے ہو، انھوں نے وہ مقام جہاں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے بتادیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں دو رکعتیں ادا کیں، اس کے بعد تھوڑی دیر توقف فرمایا اور گوشت تناول فرماکر واپس تشریف لے گئے،[۲]

---

[۱] صحیح بخاری ص۶۲۵ جلد ۲ [۲] ایضاً ص۱۵۶ جلد ۱

نابینا ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اب مکان میں نماز پڑھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ چونکہ اذان سنتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی[۱]،

منصب امامت آخیر عمر تک فائز رہے، حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تھا، محمود بن ربیع اس غزوہ سے واپس ہوکر مدینہ آئے، تو ملاقات ہوئی، ان کا بیان ہے کہ اس وقت بہت بوڑھے ہوگئے تھے، نابینا تھے اور اپنی مسجد کی امامت کرتے تھے[۲]،

وفات | اسی زمانہ میں اس سرائے فانی سے رحلت فرمائی،

فضل وکمال | صحیحین، مسند ابن حنبل اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ان کی حدیثیں ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اور حدیث سننے کے لئے خاص اہتمام کیا تھا، قبا میں رہنے کی وجہ سے مدینہ ۲-۳ میل دور پڑتا تھا، اس بنا پر حضرت عمرؓ سے یہ قرارداد ہوئی، کہ باری باری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کریں، چنانچہ ایک دن عتبانؓ مدینہ آتے تھے اور تمام دن میں وحی یا اور خبریں جو کچھ ہوتیں حضرت عمرؓ تک پہنچاتے تھے، دوسرے دن حضرت عمرؓ آتے اور واپس جاکر ان کو تمام واقعات بتاتے تھے،

ان کے مکان کا قصہ جو تمام حدیثوں میں مذکور ہے، حضرت انسؓ اسکو "کنوز حدیث" میں شمار کرتے تھے، اور اپنے بیٹے ابوبکر کو اس کے یاد رکھنے کی تاکید کرتے تھے[۳]،

راویان حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ، محمود بن ربیع، ابوبکر بن انسؓ، حصین، محمد سالمیؓ ہیں،

[۱] مسند ابن حنبل ص۴۳ جلد ۴ [۲] صحیح بخاری ص۱۵۹ جلد ۱ [۳] ایضاً ص۶۰ جلد ۱ [۵] مسند ص۴۳ جلد ۴

اخلاق | تقدس اور حب رسول مصحف اخلاق کے آیات بینات ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی قوم کی امامت کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں، معاذ بن جبلؓ اور سالم مولی ابی حذیفہ جیسے اساطین امت مسجدوں کی امامت پر سرفراز ہوتے تھے، حضرت عتبانؓ کے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ عہد نبوت میں ان کو امامت کا لازوال فخر حاصل تھا،

حب رسول میں یہ واقعہ کس درجہ حیرت انگیز ہے کہ نابینا اور معذور ہونے کے باوجود صرف فرمان نبوت کی وجہ سے مسجد جاکر پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے،...... اور نابینا ہوکر جماعت کے پابند تھے،

حضرت عبادؓ بن بشر

نام ونسب | عباد نام، ابوبشر، ابورافع کنیت، قبیلۂ عبدالاشہل سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے
عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج
ابن عمرو (بنت) بن مالک بن اوس،

اسلام | مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے،

غزوات اور عام حالات | حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ سے برادری ہوئی، بدر میں شریک تھے، غزوۂ احد اور تمام غزوات و مشاہد میں نمایاں حصہ لیا،

کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ شریک تھے اور بھی چند اشخاص تھے، جن میں بعض کے نام یہ ہیں، ابوعبس بن جبر، ابونائلہ سلکان بن سلامہ، حارث ابن اوس بن معاذ، اس واقعہ میں چونکہ غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی تھی، اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا خاتمہ ہوا تھا، اسلئے فرط مسرت میں چند شعر کہے ہیں، جنکو صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے[1]
اصل واقعہ ہم محمد بن مسلمہ کے حالات میں آیندہ لکھیں گے، ان اشعار سے اسکی کسی قدر تفصیل معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عباد بن بشر نے اسکو دو مرتبہ آواز دی اور کہا کہ ذرہ رہن رکھنے آئے ہیں، وہ جلدی سے باہر آیا، محمد بن مسلمہ نے گردن پکڑ کر تلوار کا وار کیا، اور ابوعبس نے مار کر کونہ میں ڈالدیا، اس جماعت کی کل تعداد ۵ تھی،

---

[1] استیعاب صفحہ ۴۲۶ جلد ۲،

۵ھ میں خندق کا معرکہ پیش آیا اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا چند انصار کے ساتھ ہر رات پہرہ دیتے تھے[1]

حدیبیہ میں ۶ھ میں، قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سنکر خالد بن ولید کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا اس موقعہ پر عباد بن بشر ۲۰ سواروں کے ساتھ خالد کے سامنے پڑے تھے[2]

غزوہ طائف کے بعد محرم ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیم اور مزنیہ میں صدقات کا عامل بنا کر بھیجا[3]

اسی سنہ میں بنی مصطلق میں بھی عامل صدقات ہو کر گئے، اور دس روز رہ کر واپس آئے، یہاں صدقات وصول کرنے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے یعنی قرآن پڑھاتے تھے، اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے یہ تمام کام انھوں نے نہایت خوبی سے انجام دیئے، ابن سعد لکھتے ہیں،

فلم یعد ما امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یضیع حقا[4]	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم دیا تھا اس سے سرمو تجاوز نہیں کیا، اور کسی حق کو ضائع نہیں کیا،

غزوہ تبوک میں کہ ۹ھ میں ہوا رات کو تمام لشکر کے گرد گشت لگاتے تھے، پہرہ دینے والوں کی ایک خاص تعداد تھی اور یہ اون پر افسر بنائے گئے تھے[5]

وفات | جنگ یمامہ میں کہ ۱۱ھ میں ہوئی، نہایت بہادری سے لڑ کر مارے گئے، اس وقت ۴۵ برس کا سن تھا، کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

[1] طبقات ابن سعد ص۱۶ [2] ایضاً ص۲۹ [3] ایضاً ص۱۱۵ [4] ایضاً ص۱۱۶ [5] ایضاً ص۱۲۰

فضل و کمال حضرت عبادؓ اکابر صحابہ میں تھے، اس بنا پر ان کی حدیثوں کا ہمارے پاس بڑا مجموعہ ہونا چاہئے تھا لیکن اس کے خلاف ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک ابوداؤد میں مندرج ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اشاعت حدیث کا وقت نہیں آیا تھا، صحابہ کثرت سے ہر جگہ موجود تھے، جو خود آغوشِ نبوت کے پروردہ تھے، اس بنا پر بیان روایت اور ترویج حدیث کی ضرورت ہی مفقود تھی،

اس کے ماسوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میدان جنگ بن گیا تھا، ہر طرف سے فتنے اٹھ رہے تھے، مدعیان نبوت کی الگ سازشیں تھیں، ایسے وقت میں ظاہر ہے کہ خامہ و قرطاس کی جگہ تیغ و علم زیادہ ضروری تھے،

ان فرائض کے بعد جب کبھی سکون و اطمینان نصیب ہوتا، دوسرا فرض بھی ادا کرتے تھے، چنانچہ بنو مصطلق میں، اروزہ کر قرآن مجید پڑھایا اور شریعت کے تمام ضروری مسائل تلقین کئے،

اخلاق جوشِ ایمان کا نظارہ غزوات میں معلوم ہوتا تھا، جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت میں رات رات بھر پہرہ دینا اور پھر دن کو شریک جہاد ہونا، وہ لازوال سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے،

یہ شب بیداری میدان جنگ تک محدود نہ تھی، یوں بھی عبادت الٰہی میں رات کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا، ایک بار حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے اٹھے اور حضرت عبادؓ کی آواز سنی تو فرمایا خدا ان کی مغفرت کرے، امام بخاریؒ نے تاریخ میں اور ابویعلیٰ نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے، کہ انصار میں تین شخص سب سے بہتر تھے، حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت اسیدؓ بن حضیر، حضرت عبادؓ بن بشرؓ،

---

[۱] فتح الباری ص ۹ جلد ۷،

حضرت عبداللہ بن عتیک

نام ونسب عبداللہ نام، خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عتیک بن قیس بن اسود ابن مری بن کعب بن غنم بن سلمہ،

ہجرت ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے

غزوات غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، احد اور باقی غزوات میں شریک تھے،

رمضان ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار آدمیوں پر امیر بنا کر ابورافع کے قتل کرنے کے لئے خیبر بھیجا تھا، ابورافع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غطفان وغیرہ کو بھڑکا کر بڑا جتھا اکٹھا کر لیا تھا، یہ لوگ شام کے قریب قلعہ کے پاس پہنچے، عبداللہ نے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں اندر جا کر دیکھتا ہوں، پھاٹک کے قریب پہونچ کر چادر اوڑھ لی، اور حاجتمندوں کی طرح دبک کر بیٹھ گئے، دربان نے کہا، میں دروازہ بند کرتا ہوں اندر آنا ہو تو آجاؤ، اندر جا کر اصطبل نظر پڑا، اسی میں چھپ رہے ارباب قلعہ کچھ رات تک ابورافع سے باتیں کرتے رہے، اس کے بعد سب اپنے گھروں میں جا جا کر سو رہے سناٹا ہوا تو حضرت عبداللہؓ نے دربان کو غافل پا کر پھاٹک کھولا، اور ابورافع کی طرف چلے وہ بالاخانہ پر رہتا تھا، اور بیچ میں بہت سے دروازے پڑتے تھے، یہ جس دروازے سے جاتے اُس کو اندر سے بند کر لیتے تاکہ شور ہونے پر کوئی ابورافع تک نہ پہنچ سکے، ان مراحل کے طے کرنے کے بعد ابورافع کا بالاخانہ نظر آیا، وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک

اندھیرے کمرہ میں سو رہا تھا، انھوں نے پکارا ابو رافع! بولا کون؟ جس طرف سے آواز نہ آئی تھی بڑھکر اسی سمت تلوار ماری لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا، وہ چلّایا، یہ فوراً باہر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد پھر اندر گئے اور آواز بدل کر کہا ابو رافع کیا ہوا؟ بولا ابھی ایک شخص نے تلوار ماری، انھوں نے دوسرا وار کیا، لیکن وہ بھی خالی گیا، اس مرتبہ اس کے شور سے تمام گھر جاگ اٹھا، انھوں نے باہر نکل کر پھر آواز بدلی اور ایک فریاد رس کی طرح اندر جا کر کہا میں آگیا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، وہ چت لیٹا ہوا تھا، انھوں نے دیکھ لیا اور اس کے پیٹ میں اس زور سے تلوار کونچی کہ گوشت کو چیرتی ہوئی ہڈیوں تک جا پہونچی، اس کا فیصلہ کر کے جلدی سے باہر بھاگے، عورت نے آواز دی کہ لینا جانے نہ پائے، چاندنی رات تھی، اور آنکھوں سے نظر کم آتا تھا، زینہ کے پاس پہونچ کر پیر پھسلا اور لڑھکتے ہوئے نیچے آرہے پیر میں زیادہ چوٹ لگی تھی، تاہم اٹھ کر عمامہ سے پنڈلی باندھی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر کوڑے کے ڈھیر میں چھپ رہے،

ادھر تمام قلعہ میں ہلچل پڑی ہوئی تھی، ہر طرف روشنی کی گئی اور حارث ۳ ہزار آدمی لیکر ڈھونڈھنے کے لئے نکلا، لیکن ناکام واپس گیا، حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤ، میں اپنے کانوں سے اس کے مرنے کی خبر سنکر آتا ہوں،

صبح کے وقت ایک شخص نے قلعہ کی دیوار پر چڑھکر باآواز بلند پکارا کہ ابو رافع تاجر اہل حجاز کا انتقال ہوگیا، عبداللہ یہ سنکر نکلے اور بڑھ کر ساتھیوں سے جا ملے، اور مدینہ پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی، آپ نے ان کا پیر دست مبارک سے مس فرمایا اور وہ بالکل اچھے ہوگئے،[۱]

حضرت عبداللہؓ کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے، ان کے نام یہ ہیں، عبداللہ ابن انیس، ابوقتادہ، اسود بن خزاعی، مسعود بن سنانؓ،

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ۱۵۰ انصار پر افسر مقرر کرکے بنوطے کا بت توڑنے کے لئے بھیجا تھا، اس میں جو کچھ پرانا اسباب اور گا... تھا لگی تھیں یہ ان کے نگراں حضرت عبداللہؓ تھے[۲]،

وفات | جنگ یمامہ ۱۲ھ میں شہید ہوئے، یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا،

اولاد | ایک بیٹے تھے، جن کا نام محمد تھا، مسند میں ان کی ایک حدیث موجود ہے،

[۱] طبقات ص۲۶ [۲] ایضاً ص۱۱،

حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نضلہ

نام ونسب | عباس نام، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عباس بن عبادہ ابن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف ابن خزرج،

اسلام | بیعت عقبہ میں شریک تھے، انصار بیعت کے لئے مجتمع ہوئے تو انھوں نے کہا بھائیو، جانتے ہو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب وعجم سے اعلان جنگ ہے، اس میں تمکو بہت سے خطروں کا سامنا ہوگا، ذی اثر لوگ مارے جائیں گے، مال تلف ہوگا، پس اگر ان مشکلات کا مقابلہ کرسکو تو بسم اللہ بیعت کرو، ورنہ بیکار دین ودنیا کی ندامت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟

انصار نے پوچھا یا رسول اللہ! بیعت کرکے اگر ہم وعدہ وفا کریں تو کیا اجر ملے گا؟ ارشاد ہوا کہ جنت! سب نے کہا تو پھر ہاتھ پھیلایئے، بیعت ختم ہوئی تو حضرت عباس ابن عبادہؓ نے کہا آپ پسند فرمائیں تو ہم یہیں میدان کارزار گرم کردیں، فرمایا ابھی اسکی اجازت نہیں،

حضرت عباسؓ بیعت کرکے مکہ میں مقیم ہوگئے لیکن جب ہجرت کا حکم ہوا، تو مہاجرین مکہ کے ہمراہ مدینہ آئے، اس بنا پر وہ مہاجری انصاری ہیں، مصنف اصابہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان یعنی اصحاب صفہ میں داخل تھے،

حضرت عبدؓ اللہ بن زید

نام ونسب | عبد اللہ نام، ابو محمد کنیت، "صاحب الاذان" لقب، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث ابن خزرج،

ان کے والد جن کا نام زید بن ثعلبہ تھا، صحابی تھے،

اسلام | بیعت عقبہ میں شامل تھے،

غزوات اور دیگر حالات | ۱ھ میں تعمیر مسجد نبوی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے طریقۂ اعلان کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا، لوگوں نے مختلف رائیں دیں کسی نے کہا کہ نماز کے وقت مسجد پر علم بلند کر دیا جائے، کسی نے تجویز پیش کی کہ ناقوس بجایا جائے لیکن اس میں نصاریٰ کی مشابہت تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا، تاہم اس وقت اسی پر اتفاق ہوا اور آپ نے اجازت دیدی، رات کو حضرت عبدؓ اللہ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لئے کھڑا ہے، پوچھا بیچو گے؟ بولا کیا کروگے؟ کہا نماز کے وقت بجائیں گے، اس نے کہا اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں اور اذان بتائی، صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے اور اس بشارت غیبی کا ذکر کیا، فرمایا یہ خواب بالکل سچا ہے، تم اٹھ کر بلال کو بتاؤ وہ اذان پکاریں، حضرت بلالؓ نے اذان دی تو حضرت عمرؓ گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی خواب میں یہی الفاظ سنے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسلمانوں کے اس حسن اتفاق پر خدا کا شکر ادا کیا،[1]

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی، بلالؓ اقامت کہنا چاہتے تھے کہ حضرت عبد اللہؓ نے کہا اقامت میں کہونگا،[2]

اذان کے لئے حضرت بلالؓ کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عبد اللہؓ سے زیادہ بلند آواز تھے، چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہؓ سے فرمایا کہ تم بلالؓ کو اذان کے وہ الفاظ بتاؤ تو اسکے ساتھ یہ بھی کہا،

فانہ اندی وامد صوتا منک — وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اذان جو درحقیقت نماز کا دیباچہ اور اسلام کا شعار اعظم ہے، حضرت عبد اللہؓ کی رائے سے قائم ہوئی، ہاتف غیب کا دو بارہ حق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو صحیح سمجھنا، اور پھر مسلمانوں میں بالاجماع اس پر عملدرآمد ہونا یہ وہ فضیلت و شرف ہے جس سے حضرت عبد اللہؓ قابل رشک ٹھہرتے ہیں،

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا چنانچہ صحیح بخاری سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اس میں اذان کے الفاظ کا ذکر تک نہیں، ابو داؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے خواب کو بیس دن تک چھپایا، جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، ارشاد ہوا تم نے پہلے خبر کیوں نہ دی؟ عرض کی عبد اللہ سبقت کر چکے تھے، اس لئے مجھے شرم معلوم ہوئی،[3] یہ روایت قطع نظر اس کے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت سے بالکل مخالف ہے،

[1] جامع ترمذی ص۳۶ ومسند ص۴۳ جلد ۴، [2] مسند ص۴۳ جلد ۴، [3] فتح الباری ص۶۶ جلد ۲،

نحو اسے حدیث کے بھی موافق نہیں، اذان کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں، ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کو جلسہ میں مشورہ کیا اور اسی میں ایک بات طے پاگئی، حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ناقوس بجانا طے پاگیا تھا کہ رات کو انھوں نے خواب دیکھا اور فجر کے وقت اذان پکاری گئی، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث حضرت ابن عمرؓ کی حدیث مندرجہ بخاری کی گویا تفسیر و تشریح ہے، امام بخاری کو بھی یہ حدیث معلوم تھی، لیکن چونکہ اون کی شرائط کے لحاظ سے کم مرتبہ تھی، اس لئے اُنھوں نے صحیح میں درج نہ کی،

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے کسی کے تقدم و تاخر کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے عمداً اس بحث سے گریز کیا ہے، ورنہ طبرانی کی روایت کے مطابق تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا، امام غزالی نے وسیط میں لکھا ہے کہ دس شخصوں سے زیادہ اس میں شریک تھے، جیلی نے شرح تنبیہ میں ۱۴ اشخاص کی تعیین کی ہے مغلطائی نے بالکل صحیح لکھا کہ یہ تمام روایتیں ناقابل استناد ہیں، صرف حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور بعض طرق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہی[1]، لیکن ان دونوں صاحبوں میں بھی حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت متعدد طرق سے ثابت ہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے اس قصہ کو نقل کیا ہے[2]،

ان تمام روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ اذان کا خواب جس کسی نے بھی پہلے دیکھا ہو لیکن وہ اور اسکی تعبیر جس ذات گرامی سے منسوب ہوئی، وہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ ہیں اور اسی وجہ سے وہ "صاحب اذان" کے لقب سے مشہور ہوئے،

---

[1] فتح الباری صفحہ ۶۳ جلد ۲ [2] ایضاً صفحہ ۶۳ ایضاً صفحہ ۶۶ جلد ۲،

اس عظیم الشان فخر سے متحرز ہونے کے بعد سعادت ابدی کی اور بہت سی راہوں سے بھی بہرہ یاب ہوئے، چنانچہ ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا، انھوں نے اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اس کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے،

غزوۂ مکہ کی شاندار فتح میں بنو حارث بن خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا،[1]

حجۃ الوداع کے موقع پر جب آپ نے بکریاں تقسیم فرمائیں تو یہ پاس ہی کھڑے تھے ان کو کچھ نہ دیا، لیکن قسمت میں ایک لازوال دولت لکھی تھی، آپ نے بال بنوائے تھے کچھ ان کو عنایت کئے باقی اور لوگوں میں تقسیم ہوئے، یہ بال جو مہندی سے رنگے ہوئے تھے ان کے خاندان میں تبرکاً محفوظ رہے،[2]

وفات ۳۲ھ میں بعمر ۴۰ سال انتقال فرمایا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احد میں شہید ہوئے تھے، اور ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ عبداللہ کی صاحبزادی جب حضرت عمرؓ کے ہاں گئیں تو کہا کہ میرے باپ بدر میں شریک تھے، اور احد میں شہید ہوئے، حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر جو مانگنا ہو مانگو، انھوں نے کچھ مانگا اور کامیاب واپس آئیں،[3]

یہ حلیہ کی روایت ہے، لیکن مسند اور تمام کتب رجال میں اس کے خلاف روایتیں ہیں، اس لئے یہ کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے، اس کے ماسوا یہ خیال حاکم کا ہے اور انھوں نے مستدرک میں خود اس کے خلاف رائے ظاہر کی ہے،

اولاد ایک صاحبزادی تھیں جن کا ابھی اوپر ذکر ہوا، ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے،

---

[1] استیعاب ص ۳۶۹ جلد ۱ [2] مسند ص ۴۲ جلد ۴ [3] اصابہ ص ۲۳ جلد ۴

فضل وکمال امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان سے صرف ایک حدیث اذان کے متعلق مروی ہے: امام ترمذی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں، لیکن حافظ ابن حجر کو ۶، ۷ حدیثیں ملی تھیں جنکو انھوں نے علیحدہ ایک جزء میں جمع کر دیا ہے[1]،

ان کے راویان حدیث کے زمرہ میں حسب ذیل نام ہیں، محمد، عبداللہ بن محمد، سعید بن مسیب، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ،

اخلاق عسرت و تنگی میں خدا کی راہ میں ایثار نفس، اخلاق کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ کے پاس بہت قلیل جائداد تھی، جس سے وہ اپنے بال بچوں کی پرورش کرتے تھے لیکن انھوں نے کل کی کل صدقہ کر دی، ان کے باپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا نے تمھارا صدقہ قبول کیا، لیکن اب باپ کی میراث کے نام سے تم کو واپس دیتا ہے، تم اس کو قبول کر لو[2]،

---

[1] تہذیب ص ۲۲۳ جلد ۵، [2] اسد الغابہ ص ۲۳۳ جلد ۳،

حضرت عبداللہؓ بن زید بن عاصم

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے،
عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن
ابن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، ماں کا نام ام عمارہ تھا،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، مشہور بیعت رضوان میں موجود تھے[1]
جنگ یمامہ میں نہایت نمایاں حصہ لیا، مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے ان کے بھائی حبیب
ابن زید کو قتل کرا دیا تھا حضرت عبداللہؓ وقت کے منتظر تھے، جنگ یمامہ میں خوش قسمتی
سے موقع مل گیا، پہلے حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کو تیر مارا، پھر حضرت عبداللہؓ نے بڑھ کر
تلوار کا وار کیا، اور قتل کر دیا[2]

وفات | ۶۳ھ میں خود قتل ہوئے، یزید بن معاویہ کی خلافت سے تمام مدینہ بیزار تھا،
اس بنا پر اس کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ انصاری سے بیعت کی، یزید نے
ایک لشکر بھیجا، حضرت ابن حنظلہؓ نے تمام شہر سے جہاد پر بیعت لینا شروع کی، حضرت
عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو پوچھا بیعت، کی شرط کیا ہے؟ جواب ملا موت، بولے کہ میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے اس شرط پر بیعت نہیں کر سکتا،

---

[1] صحیح بخاری ص ۵۱۱ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص ۱۶۷ جلد ۳ [3] بخاری ص ۵۹۹ جلد ۲

لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ تھا، اپنے دو بیٹوں کے ساتھ میدان میں پہونچے اور وہیں شہادت حاصل کی، یہ ماہ ذی الحجہ کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے،

اس وقت بقول واقدی وہ ۷۰ برس کے تھے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوہ احد میں ان کی شرکت مسند میں بالتصریح مذکور ہے[۱] اور اسماء الرجال کے تمام مصنفین کا بھی اس پر اتفاق ہے، بلکہ بعض نے تو بدر کی شرکت بھی تسلیم کی ہے، غزوہ کی شرکت کے لئے ۱۵ سال کی عمر شرط ہے، اس بنا پر وہ احد میں کم از کم پندرہ برس کے ضرور تھے، اور اس لئے وفات کے وقت ان کی عمر ۷۵ سال ٹھہرتی ہے،

اولاد دو لڑکے تھے، خلاد اور علی، حرہ میں قتل ہوئے،

فضل و کمال چند حدیثیں روایت کیں، راویوں کے نام یہ ہیں، عباو بن تمیم (بھتیجے تھے) سعید بن مسیب، یحییٰ بن عمارہ، واسع بن حبان، عبادہ بن حبیب، ابو سفیان مولیٰ ابن ابی احمد،

اخلاق حب رسول کا منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ پانی لائے اور آپ نے وضو کیا[۲]، آپ نے جس طرح وضو کیا تھا، انھوں نے یاد کر لیا، چنانچہ ایک زمانہ کے بعد جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت پوچھی تو خود اسی طرح وضو کر کے بتلایا[۳]،

۱؎ مسند ص۴۲ جلد۴ ۲؎ ایضاً ص۴۲ جلد۴ ۳؎ ایضاً ص۳۸ جلد۴

حضرت عبد اللہ بن یزید خطمی

نام و نسب | عبد اللہ نام، ابو موسیٰ کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ ابن یزید بن زید بن حصن بن عمرو بن حارث بن خطمہ بن جشم بن مالک بن اوس۔ والد جن کا نام یزید تھا صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے، احد اور مابعد کے غزوات میں شریک ہوئے، اور فتح مکہ کے قبل وفات پائی،

اسلام | عبد اللہ اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے،

غزوات | بیعتِ رضوان میں شرکت کی، اس وقت، ۱۷ برس کا سن تھا، بعد میں جو غزوات ہوئے اون میں بالالتزام حصہ لیا،

جسر ابی عبید کے واقعہ میں جو شعبان ۱۳ھ میں تھا، شکست کی خبر مدینہ لے کر یہی گئے تھے[1]

جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جو معرکے ہوئے، سب میں ان کے ساتھ شریک رہے،

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں کچھ دنوں مکہ معظمہ کے امیر تھے، لیکن چونکہ مکہ خود حضرت عبد اللہ کا مستقر خلافت تھا، اس لئے نائب کی ضرورت نہ تھی، اس بنا پر وہ اس عہدہ سے سبکدوش کر دیئے گئے اور وہیں ٹھہر گئے،[2]

---

[1] اصابہ ص ۱۳۱ جلد ۴ [2] ایضاً،

یزید کی وفات کے ۳ ماہ بعد ۶۵ھ میں حضرت ابن زبیرؓ نے ان کو کوفہ کا امیر بنایا، اس زمانہ میں شعبی ان کے کاتب (میر منشی) تھے،

اس کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی اور مکان بنوایا،

وفات | اسی عہد میں وفات پائی،

اولاد | ایک لڑکا مسمی بہ موسیٰ اور ایک لڑکی (عدی بن ثابت کی ماں) یادگار چھوڑی،

فضل وکمال | فضلاے صحابہ میں[1] تھے اور امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں فقہ و فتاویٰ میں مرجع عام بن گئے تھے[2]،

بایں ہمہ فضل وکمال ان کے سلسلہ سے صرف ۲۷ روایتیں ہیں، جن میں بعض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور بعض حضرت ابوایوب انصاریؓ، ابن مسعودؓ، قیسؓ بن سعد، ابن عبادہؓ، حذیفہؓ بن الیمان، زیدؓ بن ثابت، براءؓ بن عازب اور حضرت عمرؓ کی کتاب سے روایت کی تھیں،

راویانِ حدیث کے سلسلہ میں حسب ذیل حضرات کا نام لیا جاسکتا ہے، موسیٰ (بیٹے تھے) عدی بن ثابت (نواسے تھے) محارب بن دثار، شعبی، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب قرظی، ابن سیرین، ابوبردہ بن ابی موسیٰ، ابوجعفر فراء،

اخلاق | مصنف اصابہ لکھتے ہیں،

کان من اکثر الناس صلوٰۃ و	نمازوں کی کثرت میں اپنے اقران سے ممتاز
کان لا یصوم الا یوم	تھے البتہ روزہ (رمضان کے علاوہ) صرف
عاشوراء[3]،	عاشوراء کے دن رکھتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ ص۲۲ جلد ۳ [2] یعقوبی ص۲۹۶ جلد ۲ [3] اصابہ ص۳۰۲ جلد ۱، حرف عین،

حضرت عبدالرحمن رضؓ بن شبل

نام ونسب | عبدالرحمن نام، قبیلہ اوس سے ہیں، عبدالرحمن بن شبل بن عمرو بن زید بن نجدہ ابن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف بن عبد عوف بن مالک بن اوس،

جاہلیت میں مالک بن لوذان کی اولاد بنو صمار کہلاتی تھی، صمار قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کا نام تھا، جو مالک کی بیوی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ سمجھ کر بنو سمیعہ نام رکھا،

عام حالات | انصار کے نقیبوں[1] میں انکا بھی شمار تھا، (غالباً بیعت عقبہ کے نقیب مراد نہیں)

عہد نبوت کے بعد شام کی سکونت اختیار کی اور حمص میں قیام کیا،

وفات | امیر معاویہ رضؓ کے عہد حکومت میں فوت ہوئے،

اولاد | حسب روایت ابن سعد، ۳ بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی، ان کے نام یہ ہیں،

عزیز، مسعود، موسیٰ، جمیلہ،

فضل وکمال | علمائے صحابہ میں[2] تھے، امیر معاویہ رضؓ نے ان کے پاس خط لکھا کہ آپ نے جو حدیثیں سنی ہوں، لوگوں کو ان سے آگاہ کر دیجئے، حضرت عبدالرحمن رضؓ نے مجمع کر کے چند حدیثیں بیان کیں[3] بعض روایتوں میں ہے،

بعث معاویۃ الی عبدالرحمن بن شبل | امیر معاویہ رضؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ فقہاء

---

[1] اصابہ ص۱۶۳ جلد ۴ [2] خلاصہ تہذیب ۲۳ [3] مسند ص۴۴۴ جلد ۳،

انکم من فقہاء اصحاب رسول اللہ	اور قدماء صحابہ میں سے ہیں اسلئے
صلی اللہ علیہ وسلم وقد مائھم	لازم ہے کہ وعظ کہا کریں،
فقم فی الناس وعظہم،	

امیر معاویہؓ سے ملے تو انھوں نے کہا کہ جب آپ میرے ہاں آئیں تو کوئی حدیث روایت کریں
استقصار سے ۴ حدیثیں دستیاب ہوئیں لیکن مشہور صرف تین ہیں، یہ حدیثیں ادب المفرد
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں،
راویان حدیث کے نام یہ ہیں، ہیثم بن محمود، ابوراشد حرانی، یزید بن خمیر، ابوسلام (اسود)

لہ مسند ۱۲۲ جلد ۳

حضرت عثمان رضؓ بن حنیف

نام ونسب عثمان نام، ابو عمرو کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے عثمان بن حنیف بن واہب بن العکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعہ بن عمرو بن حنش بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام اپنے برادر اکبر حضرت سہل رضؓ بن حنیف کے ساتھ مسلمان ہوئے،

غزوات احد اور ما بعد کے غزوات میں شرکت کی، امام ترمذی کے نزدیک بدر میں بھی شریک تھے لیکن یہ رائے جمہور محدثین کے خلاف ہے،

دیگر حالات عراق اور کوفہ فتح ہو گئے تو ۱۶ھ میں حضرت عمر رضؓ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی، ان کا یہ عام اصول تھا کہ ہر ملک کا انتظام وہاں کے قدیم رسم ورواج کے موافق کسی قدر اصلاح کے ساتھ بحال رکھتے، لیکن عراق میں اس وقت جو مالگذاری کا طریقہ رائج تھا، اس میں قدیم دستور کے خلاف مختلف تبدیلیاں ہو چکی تھیں، اس بنا پر حضرت عمر رضؓ نے مزید تحقیقات کے لئے عراق کی پیمائش کا فیصلہ کیا،

چونکہ اس کام کے لئے دیانت وامانت کے علاوہ پیمائش اور حساب کا جاننا بھی ضروری تھا، اور اس زمانہ میں عرب عموماً ان چیزوں سے ناآشنا تھے، اسلئے حضرت عمر رضؓ کو انتخاب میں سخت دقت پیش آئی، مجلس شوریٰ قائم کرکے اس کے سامنے انتخاب کا مسئلہ پیش کیا، تمام صحابہ نے عثمان رضؓ بن حنیف کے لئے بالاتفاق رائے دی، اور کہا کہ وہ اس سے

بھی زیادہ اہم کام انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں[1] حضرت عمرؓ نے صحابہ کے اجماع سے سے عثمانؓ بن حنیف کو بندوبست کی تولیت کے لئے نامزد فرمایا،

چلتے وقت پیمانہ بنا کر دیا[2]، حضرت عثمانؓ نے اسی کے بموجب پیمائش کی اس موقع پر جو احتیاط ان کی جانب سے وقوع میں آئی، اس کو قاضی ابو یوسف صاحب کتاب الخراج میں اس طرح بیان کرتے ہیں[3]،

کان عثمان عالما بالخراج فمسحها	عثمان کو خراج میں پوری واقفیت تھی،
مساحۃ الدیباج	اس بنا پر زمین کو اس اہتمام کیساتھ پیمائش کیا جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے،

یہ کام کئی مہینے تک جاری رہا، پہاڑ، صحرا اور دریا کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ۶۰ لاکھ جریب ٹھہری[4]، پہاڑ وغیرہ کی پیمائش کو خود حضرت عمرؓ نے منع کر دیا تھا[5]،

بندوبست ختم ہوا تو کوفہ کے صاحب الخراج (کلکٹر) مقرر ہوئے مصنف استیعاب لکھتے ہیں[6]،

وولاہ عمر مساحۃ الارضین	حضرت عمرؓ نے ان کو زمین کی پیمائش مالگذاری
وجبایتہا وضرب الخراج والجزیۃ	کی وصولی اور خراج کی وجزیہ کی تشخیص پر
علی اھلہا	مامور کیا تھا،

اس عہدہ پر مامور ہونے کے بعد انھوں نے مالگذاری کی تشخیص کی اور حسب ذیل شرح پر لگان مقرر کی[7]،

---

۱ استیعاب ص۴۹۱ جلد ۲ ۔ ۲ یعقوبی ص۱۷۱ جلد ۲ ۔ ۳ کتاب مذکور ص۲۰ و ۲۲ ۔ ۴ ایضاً ص۲۰
۵ یعقوبی ص۱۷۴ جلد ۲ ۔ ۶ استیعاب ص۴۹۵ جلد ۲، ۷ کتاب الخراج ص۲۰،

انگور	فی جریب یعنی پون بیگہ پختہ	۱۰ درہم سال
نخلستان	"	۸ " "
نیشکر	"	۶ " "
گیہوں	"	۴ " "
جو	"	۲ " "

جزیہ کی شرح حسب ذیل تھی،

امرا سے	۴۸ درہم سال
متوسطین سے	۲۴ " "
غربا سے	۱۲ " "

عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ تھے[۱]

جزیہ کے وصول کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ ذمیوں کے روسا جن کو دہقان کہتے تھے، ان کو لیکر عدالت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ ان سے روپیے لیتے اور مہر لگاتے، چنانچہ ۵ لاکھ ذمیوں کے مہریں لگائیں، اس کے بعد ان کو سرداروں کے سپرد کیا، اور انگوٹھیاں توڑ ڈالی گئیں،[۲]

بندوبست جس اہتمام اور خوبی سے ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی سال خراج کی مقدار ۸ کرور ۱۰ کرور بیس ہزار درہم تک پہونچ گئی،[۳] اس کے بعد برابر اضافہ ہوتا چلا گیا،

خاص کوفہ جو خراسان کا دار الامارۃ تھا اسکی آمدنی میں حیرت انگیز ترقی ہوئی چنانچہ

۱؎ کتاب الخراج ص ۲۰ و ۲۱ و یعقوبی ص ۱۶۶ جلد ۲، ۲؎ ایضاً ص ۳؎ ۵؎ ایضاً ص ۳۳ ۴؎ یعقوبی ص ۱۶۶ جلد ۲،

حضرت عمرؓ کی وفات کے ایک سال قبل اس کا خراج ایک کروڑ تک پہونچ گیا تھا، اس تشخیص میں جس قدر نرمی اور آسانی کی گئی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے ۳-۴ سال قبل، عثمان اور حذیفہ مدینہ آئے تو انھوں نے فرمایا "شاید تم نے زمین پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دیا ہے،" اس موقع پر حضرت عثمان بن حنیف نے جو جواب دیا یہ تھا،[1]

لقد ترکت النصف ولو شئت لاخذته، — میں نے آدھا چھوڑ دیا ہے، آپ چاہیں تو وہ بھی مل سکتا ہے،

بااین ہمہ جب خراج روانہ ہوتا تو کوفہ اور بصرہ کے ۱۰-۱۰ آدمی مدینہ جاتے اور حضرت عمرؓ کے سامنے شرعی قسم کھا کر کہتے کہ اس میں کسی مسلمان یا ذمی سے ایک حبہ بھی جبراً وصول نہیں کیا گیا ہے،[2]

حضرت عثمانؓ نے جس قابلیت سے خراج اور جزیہ کی تشخیص کی تھی، اس کا مقتضا یہ تھا کہ سلطنت کے دوسرے صوبوں میں بھی اسکو نافذ کیا جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حاکم بصرہ کو حکم بھیجا کہ تم بصرہ میں کوفہ کے مطابق خراج مقرر کرو،[3]

کوفہ کی آمدنی وہاں کے خزانہ میں جمع رہتی تھی، دارالخلافہ کو ۲ کروڑ سے ۳ کروڑ تک بھیجا جاتا تھا،[4]

ملک کی اس کثیر آمدنی میں سے حضرت عثمانؓ کو جو کچھ ملتا تھا وہ قابل ذکر ہے، ابن واضح کاتب عباسی لکھتے ہیں،[5]

واجری علی عثمان بن حنیف خمسة دراهم فی کل یوم وجرابا من دقیق، — عثمان کو ۵ درہم یومیہ اور ایک تھیلی آٹا ملتا تھا،

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۲۱ [2] ایضاً صفحہ ۶۵ [3] یعقوبی ص ۱۴۹ ،۱۵۰ جلد ۲ [4] ایضاً صفحہ ۱۷۱ [5] ایضاً صفحہ ۱۷۱،

قاضی ابو یوسف صاحب نے گوشت کے متعلق بھی تصریح کی ہے یعنی ایک بکری کے تین حصے ہوتے تھے، ایک حصہ والی کو، ایک قاضی کو، اور ایک عثمان کو ملتا تھا، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ میں اور تم اس مال سے اس قدر لے سکتے ہیں جتنا ایک یتیم کا کفیل یتیم کی جائداد سے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو غنی ہو احتیاط کرے اور جو محتاج ہو وہ مناسب رقم لے، کیونکہ جو زمین ایک بکری روزانہ دیگی، خدا کی قسم بہت جلد تباہ ہو جائے گی۔[۱]

خلافت فاروقی کے بعد خلافت عثمانی میں مدینہ آئے[۲] اور حضرت علیؓ کے عہد مبارک میں بصرہ کے حاکم مقرر ہوئے، ابھی چند ماہ گذرے تھے، کہ حجاز سے ایک طوفان اٹھا جس نے بصرہ کے قصر امن وامان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں خروج کے لئے اسی مقام کو تاکا تھا، یہاں پہلے سے ان بزرگوں کا اثر قائم تھا، اس بنا پر حضرت عثمانؓ بن حنیف کو رفع شور وشر اور قیام امن میں طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں، یہ سیلاب بصرہ پہنچا تو امن وسکون کی دیواریں ہل گئیں لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خبر کی، انھوں نے دو آدمیوں کو اس لشکر کے سرگرد ہوں کے پاس روانہ کیا لیکن جواب نہایت مایوس کن ملا، حضرت عثمانؓ نے سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون دارت رحی الاسلام ورب الکعبۃ :- افسوس مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی لوگوں سے مشورہ کرکے مدافعت کے لئے تیار ہوئے، حجازی گروہ شہر کے قریب پہنچا تو حکومت کی فوج مزاحم ہوئی، جس میں لڑائی تک نوبت پہنچی، اس موقع پر حضرت عائشہؓ کی پر اثر آواز نے افواج حکومت پر سحر وافسوں کا کام کیا اور دو فرقے پیدا ہو گئے، جن میں سے ایک لوٹ کر

---

[۱] کتاب الخراج ص۲ [۲] ص۵۲ مسند ص۱۳۵ جلد۴،

حجازیوں سے جا ملا نتیجہ یہ ہوا کہ افواجِ حکومت نے شکست کھائی اور ایک صلحنامہ مرتب کیا گیا جو بجنسہٖ درج ذیل ہے،

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ھذا ما اصطلح علیہ طلحۃ والزبیر ومن معھما من المؤمنین والمسلمین وعثمان بن حنیف ومن معہ من المؤمنین والمسلمین ان عثمان یقیم حیث ادرکہ الصلح علی ما فی یدہ وان طلحۃ والزبیر یقیمان حیث ادرکھما الصلح علی ما فی ایدیھما حتی یرجع امین الفریقین کعب بن سور من المدینۃ ولا یضار واحد من الفریقین الاخر فی مسجد ولا سوق ولا طریق ولا فرضۃ بینھم عیبۃ مفتوحۃ حتی یرجع کعب بالخبر فان رجع بان القوم اکرھوا طلحۃ والزبیر فالامر امرھما وان شاء عثمان خرج حتی یلحق بطیتہ وان شاء دخل معھما وان رجع بانھما لم یکرھا فالامر امر عثمان فان شاء طلحۃ والزبیر اقاما علی طاعۃ علی وان شاء اخرجا حتی یلحقا بطیتھما والمؤمنون اعوان الفالج منھما"

صلحنامہ کے بموجب کعب بن سوراز دی مدینہ گئے اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں مجمع عام سے سوال کیا کہ کیا طلحہؓ وزبیرؓ نے جبراً بیعت کی؟ تمام مجمع خاموش تھا لیکن اسامہ ابن زیدؓ بول اٹھے کہ خدا کی قسم انھوں نے جبراً بیعت کی! اس پر مجمع کے کچھ لوگ اسامہ کے رتبہ کا بھی پاس نہ کرکے ان کی طرف بڑھے، حضرت ایوبؓ، محمد بن مسلمہؓ اور دیگر اکابر صحابہ نے حضرت اسامہؓ کو خطرہ میں دیکھکر بیک زبان کہا ہاں انھوں نے جبراً بیعت کی اسامہ کو چھوڑ دو اس آواز پر مجمع منتشر ہوگیا، اور حضرت اسامہؓ کی جان بچ گئی، کعب کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا تھا، مدینہ سے روانہ ہوئے، حضرت علیؓ نے

عثمان بن حنیف کو ایک خط لکھا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو اگر مجبور بھی کیا گیا، تو عام مسلمانوں کے اتفاق اور اجماع پر، نہ کہ تفریق و اختلاف پر، اس لئے وہ بیعت توڑتے ہیں تو تجھے کیا جواب دیں گے، اور اگر اس کے سوا کوئی اور ارادہ ہے تو ان کو اور ہم کو اس پر غور کرنا چاہئے، یہ خط اگرچہ سرتاپا حق و صداقت تھا تاہم مخالف کے مفید مطلب تھا، کعب نے بصرہ پہونچ کر سارا حال بیان کیا تو صلحنامہ کالعدم ہوگیا، اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی طرف سے شہر خالی کرنے کا مطالبہ پیش ہوا، حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ اب بحث دوسری پیدا ہوگئی، چونکہ امنگ جوش کا فیصلہ دلیل و بحث کے بجائے تیغ و خنجر کی زبان کرتی ہے، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے رات کے وقت اپنی جماعت کے آدمیوں کو جامع مسجد بھیجا، عشا کا وقت تھا، اندھیری رات اور سردی کا موسم حضرت عثمانؓ کے برآمد ہونے میں دیر ہوگئی، ان لوگوں نے اپنی جماعت کے ایک شخص عتاب بن اسید کو امام بناکر آگے بڑھایا، چونکہ امامت اس زمانہ میں لازمۂ حکومت تھی اور بڑی اہمیت رکھتی تھی، اس لئے زط اور سیابچہ نے جو شہر کے انتظام کے لئے مقرر تھے، عتاب کو امامت سے روکا جس میں تلوار تک نوبت پہنچی، ان لوگوں نے سپاہیوں کو ایک طرف مصروف کرکے قصر امارت کا رخ کیا، چونکہ نماز عشا بہت دیر میں پڑھی جاتی تھی، اس لئے پہرہ دار جو تعداد میں ۴۰ تھے سو گئے، یہ لوگ موقع پاکر اندر گھسے، اور حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے سامنے لائے، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، حکم ہوا اس کو قتل کردو، لیکن اس سے انصار کے برہم ہونے کا خوف تھا، اس لئے قتل کے بجائے قید کرنے کی تجویز ٹھہری، چنانچہ اسی مقام پر پیروں سے روندے گئے، ۴۰ کوڑے پڑے، اور ڈاڑھی، سر، ابرو اور پلکوں کے بال انتہائی بیرحمی سے نوچ لئے گئے، اللہ اکبر! یہ کیسا عجیب نظارہ تھا، حاکم عراق، خلافت عظمیٰ کا دست و بازو، عہد فاروقی

کا ایک مدبر اور معزز افسر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسند نبوت کا ایک حاشیہ نشین کس بے رحمی سے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے، جو شخص کل تک جاہ و جلال خیل و سپاہ اور تیغ و سناں کا مالک تھا، آج اس کی بے کسی کا یہ عالم ہے، کہ اس کے لئے خود اپنا سر بھی وبال جان ہو گیا ہے،

لیکن یہ ابتلا رہا یہ ہمیرا اور یہ تحمل بیکار نہیں جا سکتا تھا، حکیم بن جبلہ کو خبر ہوئی تو صبح کے وقت عبد القیس اور بکر بن وائل کے قبائل کو لے کر ابن زبیرؓ کے پاس پہنچا اور چند شرطیں پیش کیں، جن میں ایک عثمانؓ کی قید سے سبکدوشی بھی تھی، ابن زبیرؓ نے صاف انکار کیا اور ابن جبلہ کے ساتھیوں اور ابن زبیرؓ کی جماعت میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا، جس میں ابن جبلہ مع کثیر رفقاء کے کام آیا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجکر حضرت عثمانؓ کا بند قید کاٹ دیا اور وہ ربذہ روانہ ہو گئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ سے کوچ کر کے یہیں مقیم تھے، عثمان سامنے آئے تو لوگوں سے فرمایا دیکھو میں نے ان کو بوڑھا بھیجا تھا، اب جوان واپس آئے ہیں،" عثمانؓ نے کہا، امیر المومنین! آپ نے مجھے داڑھی مونچھوں کے ساتھ بھیجا تھا لیکن آج آپ کے سامنے ایک بے ریش و بروت امرد کی صورت میں ہوں، فرمایا اصبت احبۃ و خیرًا تم کو اس کا اجر ملے گا،[1]

اس کے بعد غزوۂ جمل پیش آیا اور بصرہ فتح ہو کر عبد اللہ بن عباس والی مقرر ہوئے حضرت عثمانؓ نے کوفہ میں جس کو دار الخلافت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، اقامت اختیار کی

وفات امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا،

اولاد عبد الرحمان نام ایک لڑکا یادگار چھوڑا،

فضل و کمال حضرت عثمانؓ عرب میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے، حساب دانی اور

---

[1] ان تمام واقعات کے لئے دیکھو طبری کبیر ص ۳۱۱۷ و ۲۳ و ۲۴ جلد ۶ و اسد الغابہ ص۷۴۱ جلد ۳،

مساحت کا کام جس خوبی سے انھوں نے انجام دیا، اس کو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، حساب کتاب کے علاوہ حدیث وفقہ کی واقفیت اور مسائل پر عبور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا والی مقرر کیا تھا، افسوس ہے کہ ان کی عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ ہمارے پیش نظر نہیں، ورنہ اس سے قوت فیصلہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا،

چند احادیث بھی روایت کیں، ابو امامہ بن سہل بن حنیف (برادرزادہ) ہانی بن معاویہ صدفی، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، نوفل بن مساحق ان کے سلسلۂ روایت میں داخل ہیں،

اخلاق | دیانت، حق پرستی، صبر و شکر، جرأت اظہار حق ان کے صحیفۂ اخلاق کے نمایاں ابواب ہیں، جس کا مفصل تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، یہاں اس کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں،

حضرت عمارہؓ بن حزم

نام ونسب | عمارہ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام خالدہ تھا اور انس بن سنان بن وہب ابن لوذان کی بیٹی تھیں،

اسلام | لیلۃ العقبہ میں ۷۰ انصار کے ساتھ بیعت کی،

غزوات اور دیگر حالات | محرز بن نضلہ سے اخوت ہوئی،

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں بنو مالک بن نجار کا علم انہی کے پاس تھا،

وفات | مرتدین کے جہاد میں حضرت خالدؓ کے ہمراہ تھے، مسیلمہ کذاب کی جنگ میں جسے یوم یمامہ کہتے ہیں شہادت حاصل کی،

اولاد | مالک نام ایک لڑکا چھوڑا جس پر نسل منقطع ہوگئی،

فضل وکمال | زیاد بن نعیم نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، جھاڑ پھونک کا منتر جانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا مجھکو تو سناؤ، چونکہ شرک کے الفاظ سے خالی تھا اس لئے آپ نے اجازت دی، چنانچہ ان کے خاندان میں عرصہ تک وہ منتر منتقل ہوتا رہا، اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے،

حضرت عمروؓ بن جموح

نام و نسب: عمرو نام، قبیلۂ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے عمرو ابن جموح بن زید بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ،

بنو سلمہ کے رئیس تھے، اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی، یعنی بت خانے کے متولی تھے،

لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا جس کا نام مناف تھا، وہ اس کی بیحد تعظیم کرتے تھے، اسی زمانہ میں سرزمین مکہ سے اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو مدینہ کے کچھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لئے مکہ پہنچے اور عقبۂ ثانیہ میں مسلمان ہو کر واپس آئے، اس جماعت میں عمرو کے ایک لڑکے معاذ بھی شامل تھے،

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر یثرب کا ہر ہر گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا، بنو سلمہ کے چند نوجوان نے جو مسلمان ہو چکے تھے، باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی صورت سے عمرو کو بھی مسلمان بنایا جائے، اون کے بیٹے نے اس میں خاص کوشش کی، چنانچہ کچھ دنوں تک ان کا یہ مشغلہ رہا کہ شب کو معاذ بن جبل وغیرہ کو ہمراہ لے کر مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پاکر بت کو اٹھا لاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے تھے، صبح کو اٹھکر عمرو سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لیجاتے، نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھدیتے، آخر عاجز آکر ایک دن بت کی گردن میں تلوار لٹکائی، اور کہا کہ مجھے

تو پتہ نہیں، ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا، اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو، یہ تلوار موجود ہے، ان لڑکوں کو اب ایک اور چال سوجھی، رات کو آکر بت کو اٹھایا، گردن سے تلوار علیحدہ کی، اور اس میں ایک ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر کنوے پر لٹکا دیا، عمرو نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے، راہ راست پر آگئے چشم ہدایت روشن ہوگئی، اور اسی وقت مذہب اسلام قبول کرلیا،

قدیم جہالت، بت کا قصہ اور دفعۃً اسلام کی توفیق، ان واقعات کو انھوں نے خود نظم کردیا ہے، فرماتے ہیں ؎

تاللہ لو کنت الہا لم تکن — انت وکلب وسط بئر فی قرن
اف لمصرعک الہا مستدن — الآن فتشناک عن سوء الغبن
فالحمد للہ العلی ذی المنن — الواہب الرزاق دیان الدین
ہو الذی انقذنی من قبل ان — اکون فی ظلمۃ قبر مرتہن

یہ اشعار بھی اسی تقریب سے ہیں؛

اتوب الی اللہ سبحانہ — واستغفر اللہ من نارہ
واثنی علیہ بآلائہ — باعلان قلبی واسرارہ

غزوات غزوۂ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ شریک نہ تھے، چونکہ پیر میں چوٹ آگئی تھی، اور لنگڑا کر چلتے تھے، اس لئے جب غزوہ کے لئے جانا چاہا تو لڑکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منع کیا کہ ایسی صورت میں جہاد فرض نہیں،

غزوۂ احد میں بھی یہی واقعہ پیش آیا، بولے کہ تم لوگوں نے مجھ کو بدر جانے سے روکا اب پھر روک رہے ہو، لیکن میں ضرور جاؤنگا، بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر

کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر سمجھایا، کہ تم معذور ہو، اس لئے سرے سے مکلف ہی نہیں لیکن وہاں شہادت کا سوداسوار تھا، عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لڑکے مجھ کو آپ کے ساتھ چلنے سے روک رہے ہیں لیکن خدا کی قسم مجھے یہ امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر سے جنت میں گھسیٹتا ہوا پہنچونگا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر زیادہ زور دینا پسند نہیں کیا اور لڑکوں کو سمجھایا کہ اب اصرار نہ کرو، شاید ان کی قسمت میں شہادت ہی لکھی ہو،

شہادت حضرت عمرو رضؓ نے ہتھیار لیکر میدان جنگ کا رخ کیا اور کہا الٰہی مجھے شہادت نصیب کر! اور اب زندہ گھر واپس نہ لا،، دعا نہایت خلوص سے کی تھی مقبول ہوئی، لڑائی کی شدت کے وقت جب مسلمان منتشر ہونے لگے حضرت عمرو رضؓ نے اپنے بیٹے خلاد کو لے کر مشرکین پر حملہ کیا اور اس قدر پامردی سے لڑے کہ دونوں باپ بیٹوں نے شہادت پائی، اور حضرت عمرو رضؓ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنت میں لنگڑاتے ہوئے پہنچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے گذرے تو دیکھا کہ شہید پڑے ہوئے ہیں، فرمایا خدا اپنے بعض بندوں کی قسم پوری کرتا ہے، ۔ ۔ ۔ عمرو رضؓ بھی انہی میں ہیں، اور میں ان کو جنت میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں،

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس کے بدلے ان کو وہاں صحیح و سالم پیر دیا گیا ہے،

حضرت عمرو رضؓ کی بیوی کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک اونٹ لے کر آئیں، اور اپنے شوہر اور بھائی عبد اللہ بن عمرو (حضرت جابر رضؓ کے والد ماجد) کو اس پر لاد کر گھر لے گئیں، لیکن بعد میں احد کا دامن گنج شہیداں قرار پایا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش منگوا کر یہیں تمام شہدا کے ساتھ دفن کی، چنانچہ عبد اللہ بن عمرو رضؓ اور عمرو بن جموح ایک قبر میں دفن کیے گئے،

اولاد چار لڑکے تھے، اور چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک تھے، دو کے نام معلوم ہیں اور وہ یہ ہیں، معاذ (عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے) خلاد (احد میں شہید ہوئے)

بیوی کا نام ہند بنت عمرو تھا، بنو سلمہ کے سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام کی بہن اور حضرت جابرؓ صحابی مشہور کی حقیقی پھوپھی تھیں،

حلیہ گورا رنگ، گھونگھروالے بال، پیر میں لنگ تھا،

اخلاق جود و سخا عرب کی ایک قدیم میراث ہے، حضرت عمروؓ میں جس درجہ تک یہ صفت موجود تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وجہ سے انکو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا،

چنانچہ خاندان سلمہ کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ نے دریافت کیا کہ تمھارا سردار کون ہے؟ تو انھوں نے کہا جد بن قیس ایک بخیل شخص ہمارا سردار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخل سے بدتر کوئی چیز نہیں، اس لئے تمھارا سردار عمرو بن جموح کو بناتا ہوں، اس واقعہ کو انصار کا شاعر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے،

وقال رسول اللہ والحق قولہ — لمن قال منا من تسمون سیدا
فقالوا لہ جد بن قیس علی التی — نبخلہ فیہا وان کان أسودا
فتی ما تخطی خطوۃ لدنیاء — ولا مد فی یوم الی سوأۃ یدا
فسود عمرو بن الجموح لجودہ — وحق لعمرو بالندی ان یسودا
اذا جاءہ السؤل اذہب مالہ — وقال خذوہ انہ عائد غدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نکاح کرتے تو عمروؓ آپ کا ولیمہ کرتے تھے[1] رضی اللہ تعالی عنہ بہذہ السجیۃ المرضاۃ

---

[1] اصابہ ص ۲۹۱ جلد ۴،

حضرت عمروؓ بن حزم

نام ونسب عمرو نام، ابو الضحاک کنیت، خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار، حضرت عمارہ بن حزمؓ جو بیعت عقبہ میں شریک تھے، ان کے برادر علاتی ہیں، ان کی ماں خاندان ساعدہ سے تھیں،

اسلام ابتدائے اسلام اور ہجرت کے زمانہ تک کم سن تھے، اس بناء پر زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی، غالباً اپنے گھر والوں کے ساتھ مسلمان ہوئے ہوں گے،

غزوات کم عمری کی وجہ سے بدر اور احد میں شرکت کے قابل نہ تھے، جب غزوۂ خندق واقع ہوا تو پانزدہ سالہ تھے، اس لئے غزوہ میں شریک ہوئے اس کے بعد اور بھی غزوات میں شرکت کی،

سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو نجران بھیجا تھا، وہاں کے لوگ مسلمان ہوئے تو حضرت عمروؓ کو حاکم بنا کر روانہ فرمایا اور ایک یادداشت لکھوا کر حوالہ کی جس میں فرائض، سنن، صدقات، دیات اور بہت سے احکام درج تھے، چنانچہ کاروبار حکومت کے ساتھ ساتھ محکمہ مذہبی بھی انہی کی زیر نگرانی تھا، یعنی تعلیم اور تبلیغ کا مذہبی فرض بھی انجام دیتے تھے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں،

(استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

علی نجران لیفقہھم فی الدین ویعلمہم القرآن ویاخذ صدقاتہم فقہ، قرآن کی تعلیم اور صدقات کی تحصیل پر مامور فرمایا تھا،

اس وقت ان کا سن عام روایت کے لحاظ سے ۱۷ سال کا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، کیونکہ غزوۂ خندق ۵ھ میں واقع ہوا اور اس وقت وہ پانزدہ سالہ تھے اس بنا پر ۱۰ھ میں ان کا سن کسی حال میں ۲۰ سال سے کم نہیں ہو سکتا، مدینہ سے روانگی کے وقت بیوی کو جن کا نام عمرہ تھا ہمراہ لے گئے تھے، چنانچہ نجران پہنچکر اسی سال ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام انھوں نے محمد اور ابو سلیمان کنیت رکھی، لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ محمد نام اور ابو عبد الملک کنیت رکھو[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غالباً مدینہ ہی میں مقیم رہے،

وفات اور یہیں ۵۱ھ میں وفات پائی، مورخین نے سنہ وفات میں سخت اختلاف کیا ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ سنہ پچاس کے بعد انتقال کیا،

اہل وعیال دو بیویاں تھیں، پہلی کا نام عمرہ تھا اور عبداللہ بن حارث غسانی کی بیٹی تھیں جو قبیلۂ ساعدہ کے حلیف تھے[2]، دوسری کا نام سودہ بنت حارثہ تھا[3]، اور یہ ان کے اخیر وقت تک زندہ تھیں،

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، محمد البتہ مشہور ہیں، جو عہد نبوت میں پیدا ہوئے، حضرت عمرؓ وغیرہ سے حدیث سنی ۶۳ھ یوم حرہ میں لشکر شام سے مقابلہ ہوا، اور اسی میں اسی میں شہادت حاصل کی، اس موقع پر قبیلۂ خزرج کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا، قاضی ابوبکر فقیہہ جو روایت و اجتہاد دونوں کے مالک تھے انہی کے بیٹے ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ص۵ جلد ۵ [2] ایضاً [3] تہذیب التہذیب ص۲۰ جلد ۸،

فضل وکمال | علمی قابلیت ، اصابت رائے ، قوت فیصلہ ، احکام شریعت پر عبور کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا ، ۲۰ سال کی عمر میں حکومت کے ایک عہدہ جلیلہ کی انجام دہی اور پھر قرآن وفقہ کی تعلیم ان کی غیر معمولی قابلیت کا بین ثبوت ہے ،

احادیث نبویؐ بھی ان سے روایت کی گئی ہیں جن میں وہ کتاب بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھوا کر دی تھی ، اس کو ابوداؤد ، نسائی ، ابن حبان ، دارمی اور دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے ،

راویان حدیث کے زمرہ میں ان کی بیوی اور بیٹے کے علاوہ پوتے ابوبکر اور نضر بن عبداللہ سلمی اور زیاد بن نعیم حضرمی بھی داخل ہیں ،

اخلاق | حضرت عمروؓ کے معدن اخلاق میں حق گوئی سب سے نمایاں جوہر ہے ،

حضرت عمار بن یاسرؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کو باغی گروہ قتل کریگا ، اس بنا پر جب جنگ صفین میں وہ جناب امیر علیہ السلام کی طرف سے شہید ہوئے تو انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ حدیث یاد دلائی ،

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بادشاہ سے رعیت کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا ،

امیر معاویہ نے جب یزید کی خلافت کے لئے تمام ملک سے بیعت لی تو انھوں نے امیر معاویہؓ سے نہایت سخت گفتگو کی ،

حضرت عمیرؓ بن سعد

نام ونسب| عمیر نام، نسیج وحدہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن سعد بن عبید بن نعمان ابن قیس بن عمرو بن عوف،

باپ نے جن کا نام سعد بن عبید تھا، حضرت عمیرؓ کی صغرسنی میں انتقال کیا، ماں نے جلاس بن سوید سے نکاح کر لیا، عمیر بھی اپنی ماں کے ساتھ جلاس کی زیر تربیت رہے، جلاس نے نہایت ناز ونعمت کے ساتھ حقیقی اولاد کی طرح پرورش کی،

سعد بن عبید کے نام سے مورخین نے دھوکا کھایا، حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ جو انصار کے اُن چار قاریوں میں جن کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، ان کا نام نامی بھی سعد ابن عبید تھا، اس بنا پر لوگوں نے حضرت عمیرؓ کو ان کا فرزند تصور کر لیا، لیکن یہ سخت غلطی ہے، زمانہ اور سنین وفات کے فرق کے علاوہ صاف بات یہ ہے کہ عمیرؓ کے والد قبیلہ اوس سے تھے، اور حضرت ابوزیدؓ جیسا کہ حضرت انسؓ نے تصریح کی ہے، ان کے رشتہ کے چچا ہوتے تھے، ظاہر ہے کہ حضرت انسؓ قبیلۂ خزرج سے تھے، اس لئے حضرت ابوزیدؓ قبیلہ اوس سے کیونکر ہو سکتے ہیں،

اسلام| جلاس مسلمان ہو گئے تھے، یہ بھی غالباً اسی زمانہ میں اسلام لائے،

غزوات| اگرچہ کم سن تھے، تاہم جلاس کے ہمراہ جہاد میں جاتے تھے، غزوۂ تبوک کی ہمراہی کا واضح طور پر ذکر آیا ہے، لیکن باایںہمہ وہ کسی غزوہ میں شرکت کا شرف نہ حاصل

کرسکے اور درحقیقت وہ کم عمری کی وجہ سے اس قابل بھی نہ تھے،

فتوحات شام میں البتہ حصہ لیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو شام کے ایک لشکر کا افسر بنایا، کچھ دنوں کے بعد حمص کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمرؓ کی وفات تک اسی منصب پر سرفراز رہے،

وفات | حمص میں انھوں نے مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، چنانچہ ابن سعد کے خیال کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں یہیں فوت بھی ہوئے،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبدالرحمٰن، محمد،

فضل وکمال | صحابہؓ میں فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے، کاش! مجھکو عمیرؓ جیسے چند آدمی مل جاتے تو امور خلافت میں بڑی مدد ملتی! حضرت عمرؓ ان کی قابلیت پر تعجب کرتے تھے، نسیج وحدہ (یکتا ویگانہ) کا لقب اسی حیرت انگیز لیاقت کی وجہ سے دیا تھا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ عمیرؓ سے بہتر شام میں ایک شخص بھی نہ تھا،

سلسلۂ روایت میں ان سے چند حدیثیں مروی ہیں، جن کے راوی حسب ذیل حضرات ہیں، ابوطلحہ خولانی، راشد بن سعد، حبیب بن عبید، ابوادریس خولانی، زبیر بن سالم وغیرہ،

اخلاق | اخلاقی حیثیت سے حضرت عمیرؓ نہایت بلند پایہ تھے، زہد تقوی میں ان کا مثل بمشکل مل سکتا تھا، جوش ایمان اور حب رسول کی دولت صغر سنی ہی سے ملی تھی، چنانچہ غزوہ تبوک میں جبکہ نہایت خورد سال تھے، اور جہاد میں محض تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے، جلاس نے ایک موقع پر کہا کہ "اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوی میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں،" تو عمیرؓ نے بلا کسی خیال کے فوراً جواب دیا کہ "وہ ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بدتر ہو" جلاس کو سخت ناگوار گذرا اور انھوں نے عہد کر لیا کہ اب عمیرؓ کی کفالت سے قطع تعلق کر لیں گے،

حضرت عمیرؓ نے جلاس کو جواب دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ کو بھی خبر کر دی، کہ اس کے چھپلنے میں حبط اعمال اور قرآن نازل ہونے کا خوف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ اور جلاس کو بلاکر واقعہ پوچھا، جلاس نے قطعی انکار کیا، لیکن وحی و الہام کی دسترس سے کب کوئی چیز باہر رہ سکتی تھی، چنانچہ حضرت عمیرؓ کی اس سے تائید ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھاکر یہ آیت پڑھی،

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد	یعنی وہ قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کہا
قالوا کلمۃ الکفر،	حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ منھ سے نکالا تھا'

اور جب

فان یتوبوا یک خیرا لھم	اگر وہ توبہ کریں تو بہتر ہے،

پر پہنچے تو جلاس نے بے ساختہ کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں، اس کے بعد جلاس حقیقی طور پر مسلمان ہوگئے، اور پھر کوئی ناگوار طرزِ عمل اختیار نہیں کیا، توبہ قبول ہونے کی خوشی میں حضرت عمیرؓ کی کفالت نہ کرنے کی جو قسم کھائی تھی توڑ دی، اور پھر ہمیشہ ان کی کفالت کرتے رہے،

آیت اترنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرؓ کا کان پکڑا اور فرمایا لڑکے! تیرے کان نے ٹھیک سنا تھا،

حضرت عویم بن ساعدہؓ

نام ونسب | عویم نام، ابوعبدالرحمن کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عویم ابن ساعدہ بن عائش بن قیس بن نعمان بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے،

غزوات اور عام حالات | حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ سے مواخاۃ ہوئی، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے،

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں نمایاں حصہ لیا، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب ہم لوگ انصار کے اجتماع عام کی خبر سُن کر سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف چلے تو راستہ میں انصار کے دو صالح شخصوں سے ملاقات ہوئی، انھوں نے انصار کے اتفاق رائے کا تذکرہ کیا، اور پوچھا کدھر کا ارادہ ہے؟ جواب ملا سقیفہ کا، بولے کہ

لا علیکم ان لا تقربوا اقضوا امرکم — وہاں جاکر کیا کروگے؟ تم اپنا کام کرو،

حضرت عمرؓ نے کہا ہم ضرور جائیں گے،[1]

یہ دونوں بزرگ جیسا کہ دوسری روایتوں میں تصریح ہے، حضرت عویمؓ اور حضرت معن بن عدیؓ تھے[2]

---

[1] صحیح بخاری ص ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ جلد ۲ [2] فتح الباری ص ۱۳۳ جلد ۱۲،

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انصار کی خلافت منظور نہ تھی، اسی وجہ سے وہ مجمع کو چھوڑ کر کسی اور طرف جا رہے تھے،

وفات | خلافت فاروقی میں ۷۵-۷۶ برس کے سن میں انتقال فرمایا، حضرت عمرؓ جنازہ کے ساتھ تھے، فرمایا، "دنیا میں اس وقت ایک شخص بھی ان سے بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی نشان کھڑا کیا، عویمؓ ہمیشہ اس کے سایہ میں رہے"،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عتبہ، عبیدۃ،

فضل و کمال | ایک حدیث روایت کی جو شرحبیل بن سعد اور سالمؒ بن عتبہ کے ذریعہ سے مروی ہے،

اخلاق | صفائی و پاکیزگی، طہارت و نظافت کا سخت اہتمام رکھتے تھے، وہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں، جنھوں نے استنجا میں پانی استعمال کیا، ان کو دیکھکر اور مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے، قرآن مجید نے اس کو بنظر استحسان دیکھا، چنانچہ مسجد قبا کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں اُن میں ایک آیت یہ بھی ہے،

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللّٰہ یحب المتطھرین	اس میں چند لوگ طہارت کو سخت دوست رکھتے ہیں اور اللہ بھی ایسے پاک رہنے والوں کو محبت رکھتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ طہارت کی وہ کیا صورت ہے جس کی وجہ سے خدا نے تم لوگوں کی مدح فرمائی؟ جواب ملا،

نغتسل من الجنابۃ ونستنجی بالماء	ہم جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی

بالماء	سے استنجا کرتے ہیں،

ارشاد ہوا کہ یہ طرز عمل نہایت پسندیدہ ہے، تم کو اس کا پابند ہونا چاہئے،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جن لوگوں کی تعریف کی ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا انہی میں ایک نیک مرد عویم بھی ہے[1]،

بعض روایتوں میں ہے،

نعم العبد من عباد اللہ الرجل الصالح	یعنی عویم، خدا کا نیک بندہ اور جنتی شخص ہے،

[1] فتح الباری ص۱۳۳ ج ۱۲،

"ف"

حضرت فضالہ بن عبیدؓ

نام ونسب| فضالہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس بن صہیب بن اصرم بن جحجبی بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام عقبہ بنت محمد بن عقبہ بن الجلاح انصاریہ ہے،

عبید بن نافذ (حضرت فضالہؓ کے والد) اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ شخص تھے اوس وخزرج کی لڑائی میں نمایاں رہے، نہایت شجاع و بہادر تھے، گھوڑ دوڑ کراتے اور اس میں سب سے بازی لیجاتے، زور و قوت کا یہ حال تھا کہ ایک پتھر دوسرے پر دے مارتے[1] تو آگ نکلنے لگتی، سپہگری کے ساتھ فن شاعری کا بھی کافی ذوق رکھتے تھے،

اسلام| حضرت فضالہؓ مدینہ میں اسلام کے قدم آتے ہی مسلمان ہو گئے تھے،

غزوات| لیکن کسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہوئے، غزوہ احد اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور بیعت الرضوان میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا،[2]

عہد نبوت کے بعد شام گئے اور وہاں کی فتوحات میں حصہ لیا، اسکے بعد فتح مصر میں شامل ہوئے پھر شام آکر مستقل سکونت اختیار کی اور دمشق میں اپنے رہنے کے لئے مکان بنایا، بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے بنوا دیا تھا،[3]

---

[1] اصابہ ص۲۱۳ جلد ۵ [2] ایضاً [3] مسند ص۱۹ جلد ۶،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں قاضی دمشق حضرت ابو دردؓا رہے تھے انھوں نے انتقا فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے وفات سے قبل ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد قاضی کس کو بنایا جائے؟ فرما فضالہ بن عبیدؓ کو، حضرت ابو الدرداؓ فوت ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت فضالہؓ کو بلا کر کا محکمۂ قضا سپرد کیا،

صفین ۳۷ھ میں امیر معاویہؓ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو نکلے تو دمشق میں اپنا جانشین انہی کو بنایا، اس موقع پر انھوں نے جو الفاظ کہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں،

لم احبک بھا ولکن استترت بک من النار،[۱] — میں نے تم کو اپنا جانشین نہیں بلکہ جہنم کے مقابلہ میں سپر بنایا ہے،

۴۹ھ میں سلطنت روم لشکر کشی کی، تو تمام لشکر انہی کی ماتحتی میں[۲] دیا، انھوں بہت سے قیدی پکڑے، اسی ضمن میں جزیرۂ قبرص پر بھی حملہ کیا[۳]

امیر معاویہؓ کی طرف سے درب (طرسوس اور بلاد روم کے درمیانی علاقہ کا نام ہے) کے عامل مقرر ہوئے[۴]،

وفات ۵۳ھ میں وفات پائی، امیر معاویہؓ مسند حکومت پر تھے، خود جنازہ اٹھایا اور ا بیٹے عبد اللہ سے کہا میری مدد کرو، کیونکہ اب ایسے شخص کے جنازہ کے اٹھانے کا موقع نہ دمشق میں دفن ہوئے، مزار مبارک موجود ہے، اور اب تک یادگاہ خلائق ہے،

اولاد بیٹے کا نام عبد اللہ تھا،

فضل و کمال ایوانِ حکومت کے ساتھ مجلس علم میں بھی مرجع انام تھے، لوگ دور دراز حدیث سننے آتے تھے، ایک شخص اسی غرض سے ان کے پاس مصر پہنچا تھا[۵]،

---

۱ استیعاب ص۲۳۱ جلد ۲ ۲ مسند ص۲۲ جلد ۶ ۳ ایضاً ص۲۰ ۴ ایضاً ص۱۸ ۵ ایضاً ص۲۲،

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو درداءؓ جیسے اساطینِ امت سے مستفیض ہوا ہو اس کے فضل و کمال کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، دار السلطنت دمشق کی مسند قضا کے لئے اور پھر حضرت ابو درداءؓ جیسے بزرگ کی رائے سے منتخب ہونا ان کی قابلیت کی سب سے بڑی سند ہے لیکن بایں ہمہ فضل و کمال صرف ۵۰ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ثابت ہیں، راویوں کے نام حسب ذیل ہیں،

حنش صنعانی، عمرو بن مالک الجنبی، عبد الرحمن بن جبیر، عبد الرحمن بن محیریز، ابو علی ثمامہ بن شفی، علی بن رباح، محمد بن کعب القرظی، عبد اللہ بن عامر یحصبی، سلمان بن سنجر، عبد اللہ بن محیریز، میسرۃ، ابو یزید خولانی،

اخلاق احکام رسول کی تعمیل اور پابندی سنت کا ہر کام میں خیال رکھتے تھے،

غزوہ روم میں ایک مسلمان کا انتقال ہوا تو حضرت فضالہؓ نے حکم دیا کہ ان کی قبر زمین کے برابر بنائی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اسی کا حکم دیتے تھے[۱] ان کے علاوہ بھی جو مسلمان روم میں شہید ہوئے، سب کی قبریں اسی طرح بنوائیں[۲]،

ایک شخص مصر آیا اور حدیث سننے کے لئے ملاقات کی تو دیکھا کہ پراگندہ سر اور برہنہ پا ہیں، بڑا تعجب ہوا، اور بولا کہ امیر شہر ہو کر یہ حالت؟ فرمایا ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تن آسانی اور بناؤ سنگار کی ممانعت کی ہے، اور کبھی کبھی ننگے پیر رہنے کو بھی فرمایا ہے[۳]

۱؎ مسند ص۱۸ جلد ۶، ۲؎ ایضاً ص۲۱، ۳؎ ایضاً ص۲۳ ۔

"ق"

حضرت قتادہؓ بن نعمان

نام ونسب قتادہ نام، ابوعمر کنیت، قبیلۂ اوس کے خاندان ظفر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے:۔ قتادہ بن نعمان بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر (کعب) بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام انیسہ بنت قیس تھا، جو قبیلۂ نجار سے تھیں اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی والدہ ہوتی تھیں، اس بناء پر قتادہ اور ابوسعید اخیافی بھائی تھے،

اسلام عقبۂ ثانیہ میں بیعت کی[1]

غزوات بدر میں شریک تھے[2]، غزوۂ احد میں حیرت انگیز صبر و استقلال کا اظہار کیا، میدان میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر حملہ کیا، آنکھ باہر نکل کر رخسار پر لٹک آئی، لوگوں نے کہا اس کا کاٹ دینا بہتر ہے، بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر لو، آپ نے فرمایا نہیں، اور خود دست مبارک سے آنکھ کو اسکی جگہ پر لگا دیا اور دعا کی اللھم اکسہا جمالاً! خدا کی شان! کہ یہ آنکھ نہایت خوبصورت اور تیز تھی، ان کی اولاد میں سے کسی شخص نے اس واقعہ کو دو شعروں میں نظم کر دیا ہے[3]،

انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ   فردت بکف المصطفٰی احسن الرد

فعادت کما کانت لاول امرھا   فیاحسن ماعین ویاحسن مارد

---

[1] اسد الغابہ ص۱۹۵ جلد۴ [2] صحیح بخاری ص۵۷۰ جلد۲ [3] اسد الغابہ ص۱۹۵ جلد۴،

بعض لوگوں نے اس کو جنگ بدر کا واقعہ قرار دیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ احد کا واقعہ تھا، امام مالک، دارقطنی، بیہقی، اور حافظ ابن عبد البر نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، فتح مکہ میں بنو ظفر کا علم ان کے پاس تھا،[1]

غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے،

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ بن زید کی ماتحتی میں ایک لشکر روانہ کیا تھا، تمام اکابر مہاجرین اور انصار اس میں شریک تھے، حضرت قتادہؓ بھی اس میں شامل تھے،[2]

وفات ۲۳ھ میں انتقال کیا، حضرت عمرؓ اس وقت مسند خلافت پر متمکن تھے، انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمرؓ، حضرت ابو سعیدؓ خدری اور محمدؓ بن مسلمہ قبر میں اترے، وفات کے وقت ۶۵ سال کا سن تھا،

اہل و عیال اولاد کے نام یہ ہیں، عمر، عبید،

بیوی کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ ان سے نہایت محبت کرتے تھے،[3] غزوۂ احد سے قبل شادی کی تھی،[4]

فضل و کمال فضلائے صحابہؓ میں تھے، ان سے خود صحابہ استفسار کرتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کے استفتے کتب حدیث میں منقول ہیں،

مرویات کی تعداد ۷ ہے، ان میں سے ایک میں بخاری منفرد ہیں،

راویوں میں حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت محمودؓ بن لبید جیسے

---

۱ اسد الغابہ ص ۱۹۶ جلد ۴ ۲ طبقات ابن سعد ص ۳۶ ۳ استیعاب ص ۵۲۵ جلد ۲ ۴ ایضاً
۵ اسد الغابہ ص ۱۹۶ جلد ۴ ۶ مسند ص ۵ جلد ۴ ۷ صحیح بخاری ص ۵۶۰ جلد ۲

اکابر صحابہؓ کا نام داخل ہے،

اخلاق | بیاض اخلاق میں زہد کا عنوان نہایت جلی ہے،

ایک مرتبہ قل ہو اللہ پڑھنے میں تمام رات ختم کردی[1]،

ایک روز آسمان پر ابر محیط تھا، اور رات نہایت تیرہ و تاریک تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز عشا کے لئے تشریف لائے، حضرت قتادہؓ بھی آئے، بجلی چمکی تو فرمایا "قتادہ! کیا ہے؟" عرض کی کہ آج لوگ کم آئیں گے، اس لئے قصد کرکے حاضر ہوا ہوں[2]، اس روایت کو امام احمد نے بھی درج کیا ہے،

[1] مسند ابو سعید خدری ص۱۵ جلد ۳ [2] اصابہ ص۲۳ جلد ۵،

─── ❁ ───

حضرت قیسؓ بن سعد بن عبادہ

نام و نسب | قیس نام، ابو الفضل کنیت، خاندان ساعدہ (قبیلۂ خزرج) کے معزز رکن اور حضرت سعدؓ بن عبادہ سردار خزرج کے فرزند ارجمند ہیں، سلسلۂ نسب، پدر گرامی کے حالات میں بیان ہو چکا ہے، والدۂ ماجدہ کا نام فکیہہ بنت عبید بن دلیم تھا، اور ان کے والد بزرگوار کی بنت عم تھیں،

اجداد گرامی، مدینہ کے مشہور مخیر اور رئیس اعظم تھے، والد ماجد قبیلۂ خزرج کے سردار اور صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے، آل ساعدہ کا یہ نامور اسی سپہر بریں کا آفتاب عالمتاب تھا،

اسلام، | ہجرت نبوی سے قبل مذہب اسلام سے مشرف ہوئے،

غزوات، | تمام غزوات میں شرکت کی، جیش الخبط میں کہ رجب ۸ھ میں ہوا تھا شریک تھے، یہ غزوہ مسلمانوں کے لئے یکسر امتحان و آزمائش تھا، ۳۰۰ آدمیوں کو لیکر جن میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے، حضرت ابو عبیدہؓ ساحل کی طرف بڑھے، وہاں ۱۵ روز قیام رہا، زادراہ ختم ہو چکا تھا، لوگ پتے جھاڑ جھاڑ کر کھاتے تھے، حضرت قیسؓ نے یہ دیکھکر ۳ اونٹ قرض لئے اور ان کو ذبح کرایا، اس طرح تین مرتبہ میں ۹ اونٹ قرض لے کر ذبح کئے، اور تمام لشکر کے قوت کا سامان کیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ دیکھکر کہ زیادہ زیر بار ہو رہے ہیں، اس سے منع کر دیا،

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کر دیں گے[۱]، غزوہ سے واپس ہوکر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ سخاوت اور فیاضی اس گھرانے کا خاصہ ہے[۲]،

غزوۂ فتح میں رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے، یاد ہوگا، سعد بن عبادہؓ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا لیا تو انہی کو عطا کیا تھا[۳]،

غزوات کی علمبرداری کے علاوہ وہ خلافت الٰہی کے ایک ضروری رُکن تھے، خلافت کا نظام جن ارکان سے قائم تھا ان میں ایک حضرت قیسؓ بھی تھے،

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں،

ان قیس بن سعد کان یکون	یعنی قیس کا دربار رسالت میں وہ درجہ
بین یدالنبی صلعم بمنزلۃ	تھا جو کسی بادشاہ کے یہاں پولیس کے
صاحب الشرط من الامیر[۴]	افسر اعلیٰ کا ہوتا ہے،

جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان کو خاص خصوصیت حاصل تھی، مسند خلافت پر جلوس فرما ہوئے تو ان کو مصر کا والی مقرر کیا، امیر معاویہؓ نے ان کے خلاف ہر چند کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے، اور مصر میں کسی قسم کی شورش نہ ہوسکی، آخر کو قیسوں کو اٹھا کر حضرت حضرت علیؓ سے قیسؓ کی معزولی کا فرمان بھجوایا، اور ان کی جگہ پر محمد بن ابی بکر والی ہوکر مصر گئے لیکن مصر کی ولایت ان کے بس کی نہ تھی، امیر معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کی حکمت عملی نے ان کے خلاف بدامنی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا، جس سے سدّ خلافت ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی[۵]،

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۲۱۵ جلد ۴ [۲] استیعاب صفحہ ۵۳۹ جلد ۲ [۳] ایضاً [۴] صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۹ جلد ۲

[۵] اصابہ صفحہ ۲۵۵ جلد ۵،

حضرت قیسؓ، مصر سے مدینہ چلے آئے، یہاں مروان موجود تھا، اس نے دھمکی دی، تو مجبور ہوکر کوفہ چلے گئے، اور وہیں جناب امیرؓ کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی،

اسی زمانہ میں صفین کا واقعہ پیش آیا، حضرت قیسؓ اس میں شریک ہوئے، اور یہ اشعار پڑھے،

هذا اللواء الذی کنا نحف به　　مع النبی وجبریل لنا مدد

حاضر من کانت الانصار عیبته　　ان لا یکون له من غیرهم احد

قوم اذا حاربوا طالت اکفهم　　بالمشرفیة حتی یفتح البلد

اس سے قبل جنگ جمل میں بھی حصہ لے چکے تھے،

جنگ نہروان میں اپنی تمام قوم کے ساتھ شریک تھے، ابتدا اتمام حجت کے لئے جناب امیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ایوبؓ انصاری اور حضرت قیسؓ کو خوارج کے لشکر میں بھیجا، عبداللہ بن سنجر خارجی سے گفتگو ہوئی اُس نے کہا کہ آپ کی اتباع ہمیں منظور نہیں، ہاں عمر بن خطابؓ جیسا کوئی ہو تو اس کو خلیفہ بنا سکتے ہیں، حضرت قیسؓ نے جواب دیا کہ ہم میں علی بن ابی طالبؓ ہیں، تم میں کوئی اس مرتبہ کا ہو تو پیش کرو، بولا ہم میں کوئی نہیں فرمایا تو پھر اپنی جلد خبر لو، میں دیکھتا ہوں فتنہ تمھارے دلوں میں گھر کرتا جا رہا ہے،

لڑائی کے بعد بھی جناب امیرؓ کے وفادار دوست رہے، ۴۰ھ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور عنان خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوئی تو قیس ان کے بھی دست بازو رہے، امیر معاویہ نے جناب امیرؓ کی خبر شہادت سنکر ایک لشکر بھیجا تھا، قیس ۵ ہزار آدمیوں کو لے کر جن کے سر منڈے ہوئے تھے، اور موت پر بیعت کر چکے تھے، شامی لشکر

۱؎ اسد الغابہ ص۲۱۶ جلد۴،

کو روکنے کے لئے انبار پہونچے، امیر معاویہؓ نے انبار کا محاصرہ کیا، اسی درمیان میں فریقین میں صلح ہو گئی اور امام حسنؓ نے قیسؓ کو خط لکھا کہ "شہر معاویہ کے سپرد کر کے میرے پاس مدائن چلے آؤ"، خط پہنچا تو نہایت برہم ہوئے اور امام حسنؓ کو سخت وسست کہا، پھر سب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا، اور کہا کہ "دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو، قتال بلا امام یا اطاعت معاویہ"، سب نے باتفاق کہا کہ جنگ کے بجائے امن اچھا ہے، ہم سب امیر معاویہؓ کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں، قیسؓ نے ان لوگوں کے لئے امیر سے امان طلب کی اور سب کو لیکر مدائن چلے آئے یہاں سے قیسؓ نے مدینہ کا رخ کیا، ساتھیوں کے لئے خود اپنے اونٹ ذبح کراتے مدینہ پہنچنے تک ایک اونٹ روزانہ ذبح کراتے تھے،

مدینہ آکر گوشۂ تنہائی اختیار کیا، اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے، یہانتک کہ ان کا مقررہ وقت آگیا،

وفات | سنہ ۶۰ھ میں انتقال کیا، یہ امیر معاویہؓ کی حکومت کا آخر زمانہ تھا، کچھ دنوں بیمار رہے اہل مدینہ کثرت سے ان کے قرضدار تھے، اس لئے عیادت کو آتے ہوئے شرماتے تھے، انھوں نے اعلان کرادیا کہ جس پر جتنا قرض ہے میں معاف کرتا ہوں، اس خبر کے مشہور ہوتے ہی عیادت کے لئے تمام شہر اُمنڈ آیا، حضرت قیسؓ بالا خانہ پر تھے، لوگوں کی یہ کثرت ہوئی کہ آمدورفت میں کوٹھے کا زینہ ٹوٹ گیا،

اہل وعیال | لڑکے کا نام عامر تھا[1]، اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد لمبا، بدن دوہرا، خوبصورت اور شکیل تھے، چہرہ پر ایک بال نہ تھا، اس لئے انصار ظرافت میں کہا کرتے تھے، کہ کاش ان کے لئے ایک داڑھی خرید لیجاتی،

[1] مسند ص۴۲۲ جلد ۳،

قد اتنا لمبا تھا کہ گدھے پر سوار ہوتے تو پیر زمین پر لٹکتے تھے،

فضل و کمال | فضلائے صحابہ میں تھے، اشاعت حدیث، خاص نصب العین تھا، مصر میں جب امیر ہو کر گئے، تو بعض حدیثیں منبر پر بیان کیں،

مسائل میں غور و فکر اور تحری سے کام لیتے تھے،

ایک شخص نے صدقۂ فطر کی بابت سوال کیا، فرمایا زکوٰۃ سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کا حکم دیا تھا، جب زکوٰۃ مقرر ہو گئی تو نہ حکم دیا اور نہ منع فرمایا، اسی بنا پر ہم لوگ اب تک ادا کرتے ہیں،

راویان حدیث اور تلامذۂ خاص میں اصحاب ذیل کا نام لیا جا سکتا ہے،

حضرت انس بن مالکؓ، ثعلبہ بن ابی مالک، ابو میسرۃ، عبد الرحمن بن ابی لیلی، ابو عمار عریب بن حمید ہمدانی، شعبی، عمرو بن شرجیل وغیرہ،

اخلاق و عادات | گلستان سیرت، نسیم اخلاق سے شگفتہ ہے، خدمت رسول، زہد و اتقا، ادب نبوت، جود و سخا، رائے و تدبر، شجاعت و بسالت، ہر دلعزیزی اور بے تعصبی اس نو بادۂ ساعدہ کے گلہائے شگفتہ ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت دین و دنیا کی سعادت ہے، تمام صحابہ اس شرف عظیم کیلئے جد و جہد کرتے تھے، لیکن ع،

ایں سعادت بزور بازو نیست

حضرت قیسؓ کو یہ شرف بھی حاصل تھا، مسند ابن حنبل میں ہے،

ان اباہ دفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخدمہ۔ | یعنی ان کے باپ حضرت سعدؓ نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حوالہ کیا کہ ان سے

زہد کا یہ حال تھا کہ امام حسن علیہ السلام کے زمانۂ خلافت کے بعد بالکل عزلت نشین ہوگئے تھے، اکثر عبادت کیا کرتے تھے،

فرائض سے گذر کر نوافل تک نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے، یوم عاشورا کا روزہ نفل ہے، اور رمضان کے روزوں سے قبل تمام صحابہؓ رکھتے تھے، روزۂ رمضان فرض ہونے کے بعد اس کی ضرورت باقی نہ رہی، تاہم حضرت قیسؓ ہمیشہ عاشورے کے دن روزہ رکھتے تھے[1]

حامل رسالت کے ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے مکان تشریف لے گئے، واپسی کے وقت حضرت سعدؓ نے اپنا گدھا منگایا اور اس پر چادر بچھوائی اور قیسؓ سے کہا کہ آپ کے ساتھ ساتھ جاؤ، قیسؓ چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ، ان کو تامل ہوا تو ارشاد ہوا کہ سوار ہو یا واپس جاؤ، حضرت قیسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بیٹھنا خلاف ادب سمجھتے تھے، اسلئے واپس آئے[2]

جود و سخا، فیاضی و کرم ان کی زندگی کا روشن ترین وصف ہے، اسماء الرجال کے مصنفین لکھتے ہیں،

کان من کرام اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم واسخیائھم	یعنی وہ صحابہ میں نہایت کریم اور سخی تھے،

سخاوت ایک حد تک تو فطری تھی یعنی طبعاً فیاض پیدا ہوئے تھے، لیکن اس میں ملک کی آب و ہوا، والدین کے طرز بود و باش اور خاندان کی قدیم خصوصیات کو بھی بڑی حد تک دخل تھا، جیش الخبط کے معرکے میں جب مدینہ آکر اپنے والد سے لوگوں کی فاقہ مستی کا حال

[1] مسند ص ۴۲۲ جلد ۳ [2] ایضاً ص ۴۲۱ جلد ۳،

بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کراتے، جواب دیا کہ میں نے ایسا ہی کیا، دوسرے فاقہ کا حال کہا تو بولے پھر ذبح کراتے، عرض کیا یہی کیا تھا، اسی طرح تیسری بار کی بھوک اور اسکی شدت کا حال سنا تو فرمایا کہ پھر ذبح کراتے بولے کہ مجھے روک دیا گیا،[1]

اسی غزوہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے جو جملہ ان کے متعلق استعمال کیا تھا، اس کی خبر سعد بن عبادہؓ کو پہونچ گئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آکر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ابن ابو قحافہ اور ابن خطابؓ کی طرف سے کوئی جواب دے، وہ میرے بیٹے کو بخیل کیوں بنانا چاہتے ہیں،[2]

جس شخص کا باپ اتنا دریا دل ہو، اسکی فیاضی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

واما جودہ فلہ فیہ اخبار کثیرۃ	یعنی انکی سخاوت کے قصے کثرت سے مشہور ہیں
لا نطول بذکرھا[3]	ہم انکا ذکر طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں

کثیر بن صلت، امیر معاویہؓ کے قرضدار تھے، انھوں نے مروان کو لکھا کہ کثیر کا مکان تم خرید لو، اگر نہ دیں تو روپیوں کا مطالبہ کرنا، روپیہ دیں تو خیر، ورنہ مکان فروخت کردینا مروان نے کثیر کو بلا کر اس واقعہ سے آگاہ کیا اور ۳ دن کی مہلت دی، کثیر کو مکان بیچنا منظور نہ تھا، روپیوں کی فکر کی لیکن ۳۰ ہزار کی کمی تھی، سخت پریشان تھے کہ کہاں سے پوری ہو، اتنے میں قیسؓ کا خیال آیا، ان کے مکان پر پہنچے اور ۳۰ ہزار قرض مانگا انھوں نے فوراً دیدیا، چنانچہ مروان کے پاس روپئے لیکر گئے اسکو رحم آگیا، اور مکان اور روپیے دونوں ان کے حوالے کردیئے، وہاں سے اٹھ کر قیسؓ کے پاس پہنچے اور ۳۰ ہزار کی رقم واپس کی، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ جو چیز ہم دیدیتے ہیں اسکو پھر واپس نہیں لیتے[4]

[1] صحیح بخاری ص ۶۲۶ جلد ۲ [2] اسد الغابہ ص ۲۱۵ جلد ۴ [3] ایضاً ص ۲۱۶ [4] استیعاب ص ۵۳۹ جلد ۲،

ایک ضعیفہ اپنی مفلوک الحالی اور فقر کی شکایت لے کر آئی، اور کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یعنی اناج نہیں جس کی وجہ سے چوہے آئیں) فرمایا سوال نہایت عمدہ ہے اچھا جاؤ اب تمھارے گھر میں چوہے ہی چوہے نظر آئیں گے، چنانچہ اس کا گھر غلہ اور روغن اور دوسری کھانے کی چیزوں سے بھروا دیا،[۱]

آبائی جائداد میں نہایت استغنا اور سیر چشمی ظاہر کی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ شام روانہ ہوتے وقت اپنی تمام جائداد، اولاد پر تقسیم کر گئے تھے، ایک لڑکا ان کی وفات کے بعد پیدا ہوا، اس کا حصہ انھوں نے نہیں لگایا تھا، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے قیسؓ کو مشورہ دیا کہ اس تقسیم کو فسخ کر کے از سر نو حصے لگائیں، انھوں نے کہا کہ میرے باپ جس طرح حصے لگا گئے ہیں، بدستور باقی رہیں گے، باقی میرا حصہ موجود ہے، وہ میں اسکو دیئے دیتا ہوں[۲]

رائے و تدبیر میں تمام عرب میں انتخاب تھے، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں،

كانوا يعدون دهاة العرب حين نادرت الفتنة خمسة رهط يقال لهم ذوو رأي العرب ومكيدتهم معاوية وعمرو بن العاص وقيس بن سعد والمغيرة بن شعبة وعبد الله بن بديل[۳]

یعنی ایام فتنہ میں عرب میں چال اور حکمت عملی والے پانچ شخص تھے، معاویہؓ عمرو بن العاصؓ، قیسؓ، مغیرہؓ، عبد اللہ ابن بدیل،

ہوشیاری اور چالاکی کا یہ عالم تھا کہ جب تک وہ مصر کے والی رہے امیر معاویہؓ اور عمروؓ کی کوئی حکمت عملی کارگر نہ ہوئی، وہ کہتے ہیں،

لولا الاسلام لمكرت مكرا لا تطيقه العرب یعنی اگر اسلام نہ ہوتا تو میں ایسا مکر کرتا جس سے تمام

---

۱ استیعاب ص ۵۳۹ جلد ۲ ۲ ایضاً ۳ اسد الغابہ ص ۲۱۵ جلد ۴

اپنی قوم میں نہایت ہر دلعزیز اور تمام انصار پر حاوی تھے،

حبیب بن مسلمہ، فتنۂ اولیٰ (قتل حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آئے، اور کہا کہ اسی گھوڑے پر سوار ہو جائیے اور خود زین سے ہٹ گئے، قیسؓ نے اس بنا پر آگے بیٹھنے سے انکار کیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آگے خود جانور کے مالک کو بیٹھنا چاہئے، حبیبؓ نے کہا یہ میں بھی جانتا ہوں، لیکن آپ کے پیچھے بیٹھنے میں مجھ کو اطمینان نہیں ہے،[1]

نہایت درجہ بے تعصب تھے، قادسیہ میں سہل بن حنیف کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ گذرا تو جیسا کہ مسلمانوں کا عام قاعدہ تھا، کھڑے ہو گئے، لوگوں نے کہا آپ ناحق کھڑے ہوئے، وہ ایک ذمی کا جنازہ تھا، حضرت قیسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک یہودی کے جنازہ کے لئے اٹھے تھے، جب واقعہ معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کیا مضائقہ؟ آخر وہ بھی تو ایک جان ہے،[2]

شجاعت و بسالت کا تذکرہ غزوات میں آچکا ہے، اس بنا پر اس کا اعادہ چنداں ضروری نہیں،

---

[1] مسند ص۴۲۲ جلد ۳ [2] ایضاً ص۶ جلد ۶،

حضرت قرظہ بن کعبؓ

نام ونسب| قرظہ نام، ابوعمرو کنیت، قبیلۂ حارث بن خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے
قرظہ بن کعب بن کعب بن ثعلبہ بن عمرو بن کعب بن الاطنابہ، بعض لوگوں نے اس طرح لکھا
ہے، قرظہ بن عمرو بن کعب بن عمرو بن عائذ بن زید مناۃ بن مالک بن ثعلبہ کعب بن الخزرج
بن الحارث بن الخزرج،

ماں کا نام خلیدہ بنت ثابت بن سنان تھا،

اسلام| ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات اور عام حالات| غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، عہد
صدیقی مدینہ میں گذرا، حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ
آئے اور یہیں مقیم ہوگئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانۂ امارت میں مسیلمۂ کذاب مدعی
نبوت کے ایک دوست کو جو ابن النواحہ کے نام سے مشہور تھا کوفہ میں قتل کیا،

سنہ ۲۳ھ (عہد فاروقی) میں رَے کی مہم سرکی، جناب امیر علیہ السلام جنگ جمل کے لئے روانہ
ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، اور جب صفین کے لئے نکلے تو ان کو ہمراہ لے گئے،
اور ابو مسعود بدریؓ کو جانشینی کے لئے کوفہ میں چھوڑا،

اس زمانہ میں ان کے علاقہ کا ایک واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے، ذمیوں کی ایک نہر
خشک ہوکر مٹ رہی تھی، اور ذمی پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس مقام کو چھوڑ دینا چاہیے

تھے، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا، اور حالات گوش گذار کیے، آپ نے قرظہ کو ایک خط لکھا جو بجنسہ تاریخ یعقوبی میں درج ہے، ہم اس کے بعض فقرے اس مقام پر نقل کرتے ہیں،

فانظر انت وھم ثم اعمروا	تم اور وہ ذمی مل کر اس معاملہ پر غور کرو
صلح النھر فلعمری لان یعمروا	انکے آباد رہنے کی فکر رکھو اور نہر درست کراؤ
احب الینا من ان یخرجوا وان	خدا کی قسم میں انکا آباد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں،
یعجزوا او یقصروا فی واجب من	انکا عاجز آکر بھاگ جانا یا زمین درآبادی کی
صلاح البلاد (۲۴۰ - ج۲)	سعی فلاح میں ناکام رہنا مجھے منظور نہیں

وفات | حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، جناب امیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اہل کوفہ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا، چنانچہ بزم ماتم قائم ہوئی، اور ہر طرف کہرام مچ گیا، کوفہ میں یہ بالکل نئی بات تھی، ابوحاتم رازی، ابن سعد، ابن حبان اور قاضی ابن عبدالبر کا یہی خیال ہے،

لیکن صحیح مسلم میں اس کے خلاف روایت آئی ہے، اس بنا پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کی وفات حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت کے بجائے عہد معاویہؓ میں ہوئی ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ قرظہ بن کعب پر کوفہ میں نوحہ کیا گیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا، اس روایت میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں،

۱- مغیرہ بن شعبہؓ کے کوفہ میں موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امیر معاویہؓ کا عہد خلافت تھا، اور مغیرہ کوفہ کے والی تھے، کیونکہ جناب امیرؓ اور امیر معاویہؓ کی

باہمی جنگ میں مغیرہ طائف میں گوشہ نشین تھے، حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد کوفہ آئے، اور امام حسن سے صلح ہو جانے کے بعد امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا،

۲- صحیح مسلم کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ مغیرہ اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے،

۳- ترمذی میں ہے کہ مغیرہ نے منبر پر چڑھکر خطبہ دیا، اور رونے کی ممانعت پر حدیث پڑھی،

۴- صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے کہ مغیرہ نے بحالت امارت حضرت معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا،

۵- مغیرہ کی امارت کوفہ ۵۰ھ میں تھی،

ان تمام روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں ان کا انتقال ہوا، یہی وجہ ہے کہ ابن سعدؒ نے طبقات الکوفیین میں پہلی روایت کو لیا ہے، دوسری جگہ اس سے ذرہ ہٹ کر لکھتے ہیں، مات بالکوفۃ والمغیرۃ وال علیھا،

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ایک احتمال پیدا کیا ہے یعنی یہ کہ صحیح مسلم کی روایت میں جو واقعہ ہے ضرور نہیں کہ امارت مغیرہ کے زمانہ کا ہو، ممکن ہے کہ مغیرہ امیر نہ ہوں، اور یہ جملہ عہد امیر میں کہا ہو، لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں، مسلم کی دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں حضرت مغیرہ سرے سے کوفہ میں موجود ہی نہ تھے،

فضل و کمال | فضلائے صحابہ میں تھے، حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر والی کوفہ کے ہمراہ انصار کے دس بزرگوں کو تعلیم فقہ کے لئے بھیجا تھا، حضرت قرظہؓ بھی انہی میں تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے چند روایتیں کیں، عامر بن سعد بجلی اور امام

حضرت قطبہؓ بن عامر

نام ونسب | قطبہ نام، ابو زید کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ،

اسلام | عقبۂ اولیٰ میں مسلمان اور عقبۂ ثانیہ میں شریک ہوئے،

غزوات | بدر، احد اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، غزوۂ بدر میں نہایت پامردی اور جانبازی سے لڑے، مسلمانوں اور کفار کی صفوں کے درمیان ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ "جب تک یہ نہ بھاگے گا میں بھی نہ بھاگوں گا"، غزوۂ احد میں ۹ زخم کھائے اور فتح مکہ میں بنو سلمہ کی علمبرداری کا فخر حاصل کیا،

وفات | حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی،

اخلاق | سنت نبوی پر چلنے کی سخت کوشش کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں انصار احرام باندھ کر دروازوں سے گھر کے اندر نہ آتے تھے، قریش میں بھی یہی دستور تھا، لیکن چند قبائل مستثنیٰ تھے، ایک روز احرام کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں داخل ہوئے صحابہ بھی ساتھ تھے، قطبہؓ بھی دروازہ سے اندر چلے گئے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فاجر آدمی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو یہ فاجر کہتے ہیں، جب احرام باندھے تھے تو پھر اندر کیوں آئے؟ جواب دیا آپ کے ساتھ چلا آیا، فرمایا میں تو احمسی ہوں، عرض کی دینی دینت جناب کا دین ہے وہی میرا بھی ہے، کلام مجید نے

اس خیال کی تائید کی اور یہ آیت اتری،

لیس البر بان تاتوا البیوت	یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے
من ظھورھا،	سے آتے ہو،

اس آیت کے بموجب انصار کی ایک قدیم رسم جو بالکل حماقت پر مبنی تھی متروک ہو گئی، لیکن جس شخص نے سب سے پہلے اس کو ترک کیا وہ حضرت قطبہؓ تھے، اور اس لئے من سن سنۃ حسنۃ الخ کے وہ مصداق کہے جا سکتے ہیں،

"ک"

حضرت کعبؓ بن مالک

نام ونسب| کعب نام، ابو عبداللہ کنیت، بنو سلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن قین بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج، والدہ کا نام لیلیٰ بنت زید بن ثعلبہ تھا اور بنو سلمہ سے تھیں،

جاہلیت میں ابو بشیر کنیت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ابو عبداللہ کر دی، مالک کے یہی ایک چشم و چراغ تھے،

اسلام| عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ آکر بیعت[1] کی،

غزوات| آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور انصار و مہاجرین میں برادری قائم کی تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کو کہ عشرۂ مبشرہ میں تھے ان کا بھائی بنایا،

غزوۂ بدر میں جلدی کی وجہ سے نہ جا سکے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ نہ کہا،

اس غزوہ سے محروم رہنے کا ان کو کچھ افسوس بھی نہ تھا، خود فرماتے تھے کہ لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں جو اسلام کی آیندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی، میں بدر کو ترجیح نہیں دیتا، گو لوگوں

[1] صحیح بخاری ص۵۶۵ جلد ۱

ین بدر کا زیادہ چرچا ہے،[۱]

غزوۂ احد میں اپنے ماجد بھائی کی طرح داد شجاعت دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ زرہ پہنکر میدان میں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی زرہ زیب تن کئے تھے، اس لڑائی میں ۱۱ زخم کھائے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر اڑگئی تھی کہ شہید ہوگئے، صحابہ کو سخت تشویش پیدا ہوگئی سب سے پہلے انھوں نے پہچانا، اور بآواز بلند پکار اٹھے کہ رسول اللہ یہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو،[۲]

احد کے بعد جو غزوات پیش آئے اُن میں اُنھوں نے نہایت مستعدی سے شرکت کی، یہ عجیب بات ہے کہ عہد نبوت کے پہلے غزوہ کی طرح پچھلے غزوہ کی شرکت کے شرف سے بھی محروم رہے، غزوۂ تبوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخیر غزوہ ہے اور غزوۂ عسرت کہلاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی، کہ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو صاف صاف نہ بتاتے، لیکن اس دفعہ خلاف معمول ظاہر کر دیا تھا، تاکہ مسلمان اس طویل اور مشکل سفر کے لئے تیار ہو جائیں، خود حضرت کعبؓ نے اس کے لئے دو اونٹ مہیا کئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں کسی غزوہ میں اتنا قوی تیار اور خوشحال نہ تھا جتنا اس دفعہ تھا،

اہتمام کی اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں سے مقابلہ تھا جو ساز و سامان، تعداد جمعیت و کثرت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی قوت شمار ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی بہت بڑی جمعیت فراہم کی، اور شدید گرمی کے زمانہ میں تیاری کا حکم دے دیا،

---

[۱] صحیح بخاری ص۵۶۴ جلد ۲ [۲] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص۳۲ [۳] یہ مفصل واقعہ صحیح بخاری ص۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ میں مذکور ہے،

حضرت کعبؓ روزانہ تہیہ کرتے لیکن کوئی فیصلہ نہ کرپاتے، اسی حیص و بیص میں وقت گذر گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لیکر تبوک روانہ ہوگئے،

یہاں ابھی تک سامان بھی درست نہ ہوا تھا، دل میں کہتے تھے کہ میں جا سکتا ہوں لیکن پھر نیت بدل جاتی، اور رک جاتے اسی طرح روزانہ سفر کا ارادہ کرتے اور فسخ کرتے یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک پہونچنے کی خبر آگئی،

شہر میں نکلتے تو منافقین اور ضعفاء کے علاوہ کوئی نظر نہ آتا، سخت شرمندگی ہوتی کہ تومند قوی اور صحیح و سالم ہونے کے باوجود کیوں پیچھے رہ گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رہ جانے کا کوئی خیال بھی نہ تھا، نہ فوج کا کوئی رجسٹر تھا جس سے غیر حاضر رہنے والوں کا پتہ چلتا، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہونے کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ وحی الٰہی تھی،

تبوک پہنچ کر ان کے متعلق دریافت کیا تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ان کو اپنے کپڑے دیکھنے سے کب فرصت تھی، جو یہاں آتے، حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا یہ غلط ہے، ہم نے ان میں کوئی بری بات نہیں پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر خاموش ہوگئے

غزوہ ختم ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر ان کو ملی، تو ان کے دل میں مختلف خیالات موجزن ہوئے، گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے بچنے کی کیا تدبیر ہے، کبھی یہ خیال آتا کہ باتیں بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نجات حاصل کریں لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے قریب پہنچے تو یہ تمام وسوسے دور ہوگئے اور انہوں نے تہیہ کرلیا کہ چاہے کچھ ہو سچ سارا ماجرا حضور سے عرض کردیں گے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ۸۰ سے اوپر آدمیوں کی ایک جماعت

معذرت کے لئے حاضر ہوئی، اور قسم کھا کر ایک ایک نے اپنا عذر بیان کیا، آپ نے سب کا عذر قبول کیا، بیعت لی اور سب کے لئے استغفار کیا، اس کے بعد حضرت کعبؓ سامنے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا، آؤ، وہ سامنے آکر بیٹھے تو پوچھا کہ غزوہ میں کیوں نہ گئے؟ عرض کی حضورؐ سے کیا چھپاؤں کوئی دنیا دی حاکم ہوتا تو سو طرح کی باتیں بنا کر اس کو راضی کر لیتا، کیونکہ میں مقرر اور مباحث واقع ہوا ہوں، لیکن آپ کے سامنے سچ بولونگا، شاید خدا معاف کر دے، جھوٹ بولنے سے اس وقت آپ خوش تو ہو جائیں گے، لیکن پھر خدا آپ کو میری طرف سے ناراض کر دیگا، اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں نہایت قوی، باسر و سامان اور مالدار تھا، لیکن بدقسمتی کہ نہ جا سکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھوں نے سچی بات کہی، اچھا جاؤ، تمھارے لئے خدا جو فیصلہ کرے،

یہ وہاں سے اُٹھے تو بنو سلمہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے پہلے تم نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا تھا، اور تعجب ہے کہ اس کے لئے تم کوئی عذر بھی نہ پیش کر سکے، کیا اچھا ہوتا اگر اَور لوگوں کی طرح تم نے بھی کوئی عذر کر دیا ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا تھا، تمھارا گناہ بھی معاف ہو جاتا، یہ سنکر پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر اگلے بیان کی تردید کر دیں، پھر کچھ سوچ کر پوچھا کہ میرے جیسے کچھ اور لوگ بھی ہیں؟ معلوم ہوا ہاں دو آدمی اور ہیں، مرارہؓ بن ربیع اور ہلال بن امیہؓ دونوں بزرگ نہایت صالح اور غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، ان کے نام سنکر تسکین ہوئی اور جھوٹ کے ارادہ سے باز آئے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں سے مسلمانوں کو بات چیت کرنے کی

ممانعت کر دی تھی، ۵۰ دن تک یہی حالت رہی، لوگ ان کو گھور گھور کر دیکھتے تھے، لیکن بولتے نہ تھے، مرارہ اور ہلال تو گھر میں بیٹھ گئے تھے اور رات دن رویا کرتے تھے، کعب جوان آدمی تھے، گھر میں کہاں بیٹھ سکتے تھے، پانچوں وقت مسجد میں نماز کے لئے آتے اور بازاروں میں پھرا کرتے، لیکن کوئی مسلمان بات تک کا روادار نہ ہوتا،

مسجد میں آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد سلام کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصلے پر بیٹھے رہتے، یہ دیکھتے کہ جواب میں لب مبارک ہلے یا نہیں، پھر قریب ہی نماز پڑھتے اور گوشۂ چشم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تاکتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے رہتے، جب نماز سے فارغ ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ منہ پھیر لیتے تھے،

ان کے ساتھ یہی برتاؤ ان کے گھر والوں کا بھی تھا، حضرت ابو قتادہ رضؓ عم زاد بھائی تھے، ایک مرتبہ ان کے مکان کی دیوار پر چڑھے اور سلام کیا، انھوں نے جواب تک نہ دیا، انھوں نے تین مرتبہ قسم دیکر پوچھا کہ تم یہ جانتے ہو کہ میں اللہ اور رسولؐ کو محبوب رکھتا ہوں، انھوں نے اخیر مرتبہ جواب دیا کہ خدا اور رسولؐ کو خبر ہوگی، اس جواب سے ان کو سخت مایوسی ہوئی، اور دل میں کہا کہ اب میرے ایمان کی بھی کوئی گواہی دینے والا نہیں، بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور بازار کی طرف نکل گئے، وہاں ایک نبطی جو شام کا باشندہ تھا ان کو ڈھونڈھ رہا تھا، مسلمانوں نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ دیکھو وہ آرہے ہیں، وہ بادشاہ غسان کا ان کے پاس خط لایا تھا، کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا کہ تمھارے صاحب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر بڑی زیادتی کی، لیکن خدا نے تم کو کسی ذلیل گھر میں نہیں پیدا کیا ہے، تم میرے پاس آجاؤ، مضمون پڑھکر کہا یہ بھی ایک آزمایش ہے اور

خط کو ایک تنور میں ڈالدیا،

چالیس دن گذر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا آدمی پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے علٰحدہ ہو جاؤ، پوچھا طلاق دیدوں؟ بولا نہیں صرف الگ رہو، اپنی بیوی سے جاکر کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور جب تک میری نسبت خدا کوئی فیصلہ نہ کردے وہیں رہو، ہلالؓ اور مرارہؓ کو بھی یہی حکم ہوا تھا لیکن ہلال بہت بوڑھے تھے ان کی بیوی بارگاہ رسالت میں گئیں اور خدمت کی اجازت لے آئیں، ان کے گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے اجازت لے آؤ، بولے میں نہ جاؤنگا معلوم نہیں آپ کیا فرمائیں،

پچاسویں دن فجر کی نماز پڑھ کر ایک چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور دل میں کہہ رہے تھے، کہ اب تو زندگی سے بیزار ہوں، زمین و آسمان سب مجھ پر تنگ ہیں، کہ اتنے میں پہاڑ پر سے آواز آئی کہ اے کعب! بشارت ہو، سمجھ گئے کہ دعا قبول ہوا، اور اللہ نے توبہ قبول کر لی، فوراً سجدہ میں گرے، خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور اپنی مغفرت چاہی، دو آدمیوں نے جس میں ایک گھوڑے پر سوار تھا آکر خوشخبری سنائی، اُنھوں نے اپنے کپڑے اتار کر دونوں کو دیدیے، مزید کپڑے موجود نہ تھے، اس لئے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے،

راستہ میں لوگ جوق درجوق چلے آرہے تھے، سب نے مبارکباد دی، مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم صحابہؓ کے درمیان بیٹھے تھے، حضرت طلحہؓ نے دوڑکر مصافحہ کیا، لیکن اور لوگ بیٹھے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا، چہرۂ مبارک مسرت سے چاند کی طرح چمک رہا تھا، فرمایا تم کو بشارت ہو، جب سے تم پیدا ہوئے، آج سے

بہتر کوئی دن نہ گذرا ہوگا، پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے معاف کیا؟ فرمایا نہیں خدا نے معاف کیا جوش مسرت میں عرض کیا کہ اپنا مال صدقہ کرتا ہوں فرمایا کہ کچھ صدقہ کرو، انھوں نے خیبر کا حصہ صدقہ کر دیا، اس کے بعد کہا کہ خدا نے مجھ کو صرف سچ کی وجہ سے نجات دی، اب یہ عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچ بولوں گا،

سچ بولنے میں حضرت کعبؓ کو جس ابتلاء کا سامنا ہوا، اس کی نظیر سے تاریخ اسلام خالی ہے، ایسے بڑے بڑے مصائب پر بھی ان کا قدم جادۂ استقلال سے نہ ہٹا،

قرآن مجید کی یہ آیتیں اُن کے متعلق نازل ہوئیں،

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا ط	یعنی خدا نے ان تین آدمیوں کی توبہ قبول کی
حتی اذا ضاقت علیھم الارض	جو پیچھے چھوڑے گئے تھے، یہاں تک کہ
بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم	جب اُن پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ
وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ط	ہو گئی، اور خود اپنی زندگی سے بھی تنگ آ گئے،
ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ	اور انھوں نے سمجھ لیا کہ صرف خدا ہی سے پناہ
ھو التواب الرحیم ط	لینا چاہئے، تو خدا اُن کی طرف رجوع ہوا تاکہ
(توبہ رکوع ۱۳ پ ۱۱)	وہ اسکی طرف رجوع ہوں، بیشک خدا[1]

صحیح بخاری ص ۶۳۶ تا ۶۳۲ جلد ۲

اس آیت میں خلفوا کا لفظ ہے، جس کے معنی غزوہ سے پیچھے رہنا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے معاملہ میں امر الٰہی کا منتظر رہنا اور اُن کو چھوڑ رکھنا ہے[5]،

عہد نبوی کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روح فرسا واقعہ میں انھوں نے مرثیہ لکھا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ کی لڑائیوں میں وہ دونوں سے الگ رہے،

---

[5] صحیح بخاری ص ۶۳۶ جلد ۲،

وفات امیر معاویہؓ کے عہد میں وفات پائی سنہ میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ ۵۰ھ تھا، عمر ۷۷ سال تھی،

اولاد عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، معبد، محمد، قصیر کعب کے ارکان خمسہ تھے، ان میں سے اول الذکر کو یہ شرف حاصل تھا، کہ جب ان کے والد نابینا ہوگئے تو یہ اون کے قائد اور راہ نما بنتے تھے[1]،

فضل وکمال حدیث کی کتابوں میں ۸۰ روایتیں ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسید بن حضیر سے روایت کی ہے، راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، امام باقر رضی اللہ عنہ، عمرو بن حکم بن ثوبان، علی بن ابی طلحہ، عمر بن کثیر بن افلح، عمر بن حکم بن رافع، جیسے اکابر شامل ہیں،

مشہور شاعر تھے، طبیعت اچھی پائی تھی، اور اشعار میں جدت تھی، جاہلیت میں شاعری کے انتساب سے مشہور ہوچکے تھے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شعر کہنا کیسا ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے، جب یہ شعر کہا،

زعمت سخینۃ ان ستغلب ربھا   فلیغلبن مغالب الغلاب،

سخینہ کا گمان ہے کہ اسکا معبود اسکو غالب کریگا   بہتر ہو وہ تمام غالب آنے والوں کے غالب (خدا) پر غلبہ حاصل کریں

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے تم نے خدا کو مشکور بنایا،

ان کی شاعری کا موضوع کفار کو لڑائی سے ڈرانا اور مسلمانوں کا اون کے قلوب میں سکہ جمانا تھا، دربار رسالت میں تین شاعر تھے، اور تینوں کے موضوع جدا گانہ تھے، انہی میں سے ایک حضرت کعبؓ بھی تھے، کلام کے اثر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ صرف دو بیت کہے

اور تمام قبیلۂ دوس مسلمان ہوگیا، وہ شعر یہ تھے،

قضینا من تهامة کل وتر	وخیبر ثم اغمدنا السیوفا
تہامہ اور خیبر سے ہم نے کینہ کو دور کرکے	تلواریں نیام میں کرلیں،
نخیرها ولو نطقت لقالت	قواطعهن دوسا او ثقیفا
اب ہم پھر ان کو اٹھاتے ہیں اور اگر وہ بول سکیں	تو کہیں کہ اب دوس یا ثقیف کا نمبر ہے

دوسیوں نے سنا تو کہا کہ مسلمان ہوجانا بہتر ہے، ورنہ ثقیف کی طرح ہمارا بھی حشر ہوگا،

اخلاق صدق و راستی ان کا خاص وصف تھا اور اس کو انھوں نے جس طرح نباہا، اس سے زیادہ ہونا ناممکن ہے، دعا قبول ہونے کے بعد کبھی جھوٹ نہ بولے، خود فرماتے ہیں، واللّٰہ ما تعمدت کذبة منذ قلت ذلك لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی یومی هذا وانی لارجوان یحفظنی اللّٰہ فیما بقی[1]

غزوۂ تبوک سے پیشتر کی زندگی نہایت پاک اور صاف گذری تھی، چنانچہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو بنو سلمہ نے برجستہ کہا،

واللّٰہ ما علمناك کنت اذنبت	یعنی خدا کی قسم تم نے اس سے پہلے تو کوئی
ذنبا قبل هذا[2]	گناہ نہ کیا تھا،

---

[1] صحیح مسلم ص ۴۵۹ جلد ۲ [2] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۳۵،

حضرت کلثوم بن الہدم

نام و نسب کلثوم نام، صاحب رحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لقب سلسلۂ نسب یہ ہے کلثوم ابن الہدم بن امرؤ القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ابن مالک بن اوس،

ضعیفی کا عالم تھا کہ اسلام کی صدا کانوں میں پہنچی اور انھوں نے اسکو لبیک کہا،

ہجرت نبوی تھوڑے دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، ابتدا قبیلہ عمرو بن عوف میں نزول اجلال ہوا، اور حضرت کلثوم رضی کے مکان میں قیام فرمایا، گھر پہنچے حضرت کلثوم رض نے اپنے نوکر کو آواز دی، یا نجیح، عرب شگون اور فال کے عادی ہوتے تھے، ارشاد ہوا، انجحت یا ابا بکر! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں چار روز مقیم رہے، اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رض کے مسکن کو نوازا،

وفات مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر شروع تھی، اور بدر کو بہت کم عرصہ باقی تھا، کہ پیغام اجل آپہنچا، اس بنا پر حضرت کلثوم رض کسی غزوہ میں شریک نہ ہوسکے،

ہجرت کے بعد صحابہ میں یہ پہلی موت تھی، اس کے چند دنوں کے بعد اسلام کے پر جوش داعی حضرت ابو امامہ رض نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا،

"۴"

حضرت معاذ بن جبلؓ

نام ونسب اور ابتدائی حالات | معاذ نام، ابو عبدالرحمن کنیت، امام الفقہاء، کنز العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلۂ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے، نسب نامہ ہے معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدَیّ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سلمہ اور ادیّ، سلمہ کی نسل سے بنو سلمہ ہیں، جن میں حضرت ابو قتادہؓ، جابر بن عبداللہؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ گذرے ہیں، ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا، لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا، جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا،

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن طاہر[1] کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے، ایک حضرت معاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن،

---

[1] کتاب الانساب ورق ۲۴

بنو ادی کے مکانات ان کے بنو اعمام (بنو سلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے، مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا یہیں واقع تھی، حضرت معاذؓ کا گھر بھی یہیں تھا،

اسلام طبیعت فطرۃً اثر پذیر واقع ہوئی تھی، چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذؓ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھی پس وپیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ داعی اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا، اُس وقت ان کا سن ۱۸ سال کا تھا،

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعبؓ مکہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے، ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذؓ بھی ساتھ تھے، مکہ پہونچ کر عقبہ میں وہ نورانی منظر سامنے آیا جو حضرت معاذؓ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لائے، اور اُس جماعت سے بیعت لی،

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی، تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی ع

یثرب تمام مطلع انوار ہوگیا

حضرت معاذؓ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنو سلمہ کے بت توڑے جانے لگے، تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے، بُت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا، بنو سلمہ کے اکثر گھر ایمان کی روشنی سے منور ہو چکے تھے، لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے، جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے ابا کرتا تھا، عمرو بن جموح بھی انہی لوگوں میں سے تھے، جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے، انھوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا، جس کا نام مناۃ تھا،

عمل کرنا چھوڑ دیں گے"[1]

حضرت معاذؓ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم نے مجھے تنہائی میں پاکر کچھ پوچھا کیوں نہیں؟

حضرت معاذؓ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خچر پر سوار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے یا عصا سے ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی، اور فرمایا "جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟" عرض کی "اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے" فرمایا یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں" تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ "خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟" پھر عرض کی کہ "خدا اور رسول کو معلوم ہے" آپ نے فرمایا "یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کردے"[2]

حضرت معاذؓ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے، ان کو اٹھتے بیٹھتے اعمال نبوت سے تعلیم ملتی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی، ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ "میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں"؟ گذارش کی ارشاد ہو، فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا کرو[3]

تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی، مذہبی، اخلاقی، علمی، عملی، ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا حضرت معاذؓ رسول اللہ صلعم

---

[1] بخاری ص ۲۴ جلد ۱ باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس [2] مسند احمد ص ۲۳۸ جلد ۵ [3] ایضاً جلد ۵ ص ۲۳۸

کے قریب تھے، پوچھا ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے، اور دوزخ سے بچائے فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی، لیکن جس کو خدا توفیق دے اس پر آسان بھی ہے، شرک نہ کرو، عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان میں روزے رکھو، حج کرو، پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں، میں تم کو بتاتا ہوں، روزہ جو سپر کا حکم رکھتا ہے، صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، تتجافی جنوبھم عن المضاجع (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ اسلام کے سر اور عمود اور چوٹی کی خبر دیتا ہوں، سر اور پاؤں تو نماز ہے، اور کوہان کی چوٹی جہاد۔"

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے، زبان، اس کو روکو، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا)، حضرت معاذؓ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں، اس پر مواخذہ ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثکلتک امک[1] یا معاذ! بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے،

حضرت معاذؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت کی تھی: شرک نہ کرنا، خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کر دے یا جلا دے، والدین کو گزند نہ پہنچانا خواہ تم کو وہ تمہارے بال بچوں اور مال سے علیحدہ کر دیں، فرض نماز قصداً کبھی نہ ترک کرنا، کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے، خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے، شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے، معصیت میں مبتلا نہ ہونا، کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غصہ حلال ہو جاتا ہے، لڑائی سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لشکر خاک و خون میں لوٹتا

---

[1] مسند احمد جلد ۵ ص۲۳۱

چکا ہو، موت عام ہو، (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا، اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا، ان کو ہمیشہ ادب دینا، اور خدا سے خوف دلانا،[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ کو تاکید کی تھی، اور فرمایا تھا کہ جو ان کو عمل میں لائے خدا اُس کا ضامن ہوتا ہے، مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا، غزوہ کے لئے نکلنا، حاکم کی تعزیر یا توقیر کے لئے جانا، گھر میں بیٹھ رہنا جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے، اور دنیا اس سے سلامت رہے،[۲]

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی، معاذ! ہر بُرائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو نیکی اس کو مٹا دیگی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو،[۳]

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہا وبین اللہ حجاب! یعنی مظلوم کی بد دعا سے ڈرتے رہو، کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں (بخاری)

یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا "معاذ! خبردار عیش و تنعم سے علیحدہ رہنا، کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعم پسند نہیں ہوتے،[۴]

اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی "انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جس طرح بھیڑیا اُس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے، اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پا لیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے، خبردار! خبردار! متفرق نہ ہونا، بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا"[۵]

اشاعت اسلام کے متعلق فرمایا، معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کر لو تو تمہارے لئے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے،[۶]

---

[۱] مسند جلد ۵ ص ۲۳۸ [۲] ایضاً جلد ۵ ص ۲۴۱ [۳] ایضاً ص ۲۲۸ [۴] ایضاً ص ۲۴۳ [۵] ایضاً [۶] ایضاً ص ۲۳۸،

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھیں، وہ جماعت انصار کا وہ "نوجوان" تھا جس کو حضرت ابن مسعودؓ فرد نہیں بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے،

غزوات اور عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لاکر مواخاۃ کی تو حضرت معاذؓ کا مہاجری بھائی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تجویز فرمایا،

سنہ ۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت معاذؓ اس میں شریک تھے، اور اس وقت ان کا سن ۲۱ سال کا تھا، بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذؓ نے شرفِ شرکت حاصل کیا،

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا،

امامت مسجد بنو سلمہ نے اپنے محلہ میں ایک مسجد بنالی تھی جس کے امام حضرت معاذؓ تھے ایک دن عشا کی نماز میں انھوں نے سورۂ بقر پڑھی، پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا، حضرت معاذؓ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ نیت توڑ کر چل دیا، حضرت معاذؓ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے اس کو یہ نہایت ناگوار گذرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے فرمایا افتان انت ؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرو گے ؟ اس کے بعد فرمایا کہ، چھوٹی سورتیں پڑھا کرو، کیونکہ تمھارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہیے، (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۸)

امارت یمن اور اشاعت اسلام

سنہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے تشریف لائے تھے، کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی امارت کے لئے حضرت معاذؓ کو تجویز فرمایا،

اس سے پیشتر حضرت معاذؓ کی جائداد قرض میں بیع ہو چکی تھی، حضرت معاذؓ بہت فیاض تھے، اور خوب خرچ کرتے تھے، اور لازماً اس کا بار جائداد پر پڑ رہا تھا، قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا، تو کچھ دنوں گھر میں چھپ رہے، وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا کہ معاذؓ کو بلوائیے، آپ نے آدمی بھیجکر حضرت معاذؓ کو بلوایا، قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا ابھی فیصلہ ہونا چاہئے، لیکن جائداد سے قرض بہت زیادہ ہو چکا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا، اس پر خدا رحم کریگا، چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا لیکن کچھ لوگ بضد رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کی کل جائداد ان لوگوں پر تقسیم کر دی، لیکن قرض اب بھی ادا نہ ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، اسی کو لیجاؤ، حضرت معاذؓ اب بالکل مفلس تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بہت خیال تھا، فرمایا کہ گھبرانا نہیں، خدا اسکی جلد تلافی کر دیگا،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امارت یمن کے لئے منتخب فرمایا، اگرچہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا، تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا، پوچھا، "فیصلہ کس طرح کروگے،" حضرت معاذؓ نے کہا کہ قرآن مجید سے فیصلہ کرونگا، فرمایا، "اگر اس میں نہ ملے، کہا کہ سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کرونگا، فرمایا اور اس میں بھی نہ ہو، کہا میں خود اجتہاد کرونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے،

اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے،

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا، جس میں حضرت معاذؓ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا،

انی بعثت لکم خیر اھلی! میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں،

اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبلؓ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جزیہ کی رقمیں وصول کرکے ان کے پاس جمع کرنا، اور معاذ بن جبلؓ کو سب پر امیر بناتا ہوں، ان کو راضی رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں،

یہ تمام مراحل طے ہو گئے، تو حضرت معاذؓ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے، روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سردار دو عالمؐ نے مشایعت کی، حضرت معاذ بن جبلؓ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہا تھا، اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا جس کے ایک ایک فقرہ سے شفقت و محبت کا اظہار ہو رہا تھا فرمایا "معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں"، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے حضرت معاذؓ سے کہا شاید اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے، تو میرے بجائے میری قبر ملے گی، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذؓ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ رو، رونا شیطانی حرکت ہے رخصت ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حفظک اللہ من

بین یدیک ومن خلفک وعن یمینک وعن شمالک ومن فوقک ومن تحتک ودرأ عنک وشر وسایل الانس والجن، یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے حضرت معاذؓ نے مدینہ کی طرف[۱] نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا کہ میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں خواہ کوئی ہوں، (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے، جب یمن پہنچے تو سپیدہ صبح نمودار[۲] تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول کسی دنیاوی فرماں روا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا جلوس بالکل خالی تھا، خدم و حشم نقیب جاؤش خیل و سپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام وایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا، اور زبان ولب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچا رہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں، اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا،

حضرت معاذؓ ملک یمن کے صرف امیر ہی نہ تھے، بلکہ محکمہ مذہبی کے بھی انچارج تھے ایک طرف اگر وہ صوبہ یمن کے والی وگورنر تھے، تو دوسری طرف دین اسلام کے مبلغ و معلم بھی، اس لئے حضرت معاذؓ عدالت و قضا کے فرائض کے علاوہ مذہبی خدمات بھی انجام دیتے تھے، مثلاً لوگوں کو قرآن مجید پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم و تلقین کرنا،

قبیلہ خولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی، اس کے ۱۲ بیٹے تھے، جن میں سب سے چھوٹا بھی بے داڑھی مونچھ کے نہ تھا، شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی

---

[۱] مسند جلد ۵ ص۲۳۵، [۲] ایضاً ص۲۳۱ جلد ۵،

تھی، ضعف کا یہ حال تھا کہ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے، آکر پوچھا، آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ حضرت معاذؓ نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اُس نے کہا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ ہیں؟ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذؓ نے کہا ہاں، جو جی چاہے پوچھو۔ اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے، حضرت معاذؓ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، اُس نے کہا آپ کو خدا کی قسم ٹھیک ٹھیک بتائیے۔ حضرت معاذؓ نے کہا "کیا اتنے پر تم راضی نہیں" وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذؓ نے کہا "جب یہ بات ہے تو تم ان کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتیں، اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو، اور اس میں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو، اور تم اپنا منہ اس میں لگا دو، تب بھی حق نہ ادا ہوگا"[1]

یمن کا ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا تھا، صنعاء، کندہ، حضرموت، جند، زبید، (رمعہ، عدن اور ساحل تک اُس میں شامل تھا) یمن کا صدر مقام جند تھا، اور حضرت معاذؓ یہیں رہتے تھے، باقی چار حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے

حضرت خالدؓ بن سعید	صنعاء
حضرت مہاجرؓ بن ابی امیہ	کندہ
حضرت زیادؓ بن لبید	حضرموت
حضرت ابوموسیٰؓ اشعری	زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کر

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۹

حضرت معاذؓ کے پاس بھیجتے تھے، خزانہ حضرت معاذؓ کے پاس تھا،

حضرت معاذؓ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے، اُن کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاقہ میں جاکر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا، دورہ میں خیموں میں قیام فرماتے تھے، چنانچہ یہاں بھی آپ کے لئے خیمہ ہی نصب کیا گیا، اور آپ اُس میں فروکش ہوئے، اور اس کے قریب ہی حضرت ابوموسیٰؓ بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے[1]

حضرت معاذؓ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا، یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں تمام تر[2] مذکور ہے، اس میں غنیمت، خمس، صدقات، جزیہ اور بہت سے مذہبی احکام کی تفصیل ہے، حضرت معاذؓ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا،

ایک مرتبہ گایوں کا ایک گلہ ایک شخص لے کر آیا، گائیں تعداد میں ۳۰ سے کم تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ ۳۰ پر ایک بچہ لینا[3] اس لئے حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں، اس پر کچھ نہ لونگا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں فرمایا ہے، اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوت کے عمال دنیاوی حکومتوں کے امراء وعمال کی طرح جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے، راعی اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کئے ہیں ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے، اور رعایا پر شریعت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں وہ ان پر نہایت شدت سے عمل درآمد کرتے تھے،

---

[1] بخاری ص۶۲۳ جلد ۲ [2] طبری ص۱۷۱۸ جلد ۴ [3] مسند ص۲۳۰ جلد ۵ [4] ایضاً ص۲۳۱،

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی، کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو، عمال کی عدالتوں میں حق و صداقت کو غلبہ ہوتا تھا، ایک یہودی مرگیا، ورثہ میں، صرف ایک بھائی تھا، جو مسلمان ہو چکا تھا، حضرت معاذؓ کی عدالت میں مرافعہ (اپیل) ہوا، تو انھوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا،[1]

حضرت معاذؓ کی حکومت یمن میں ۲ برس رہی، سنہ ۹ھ میں وہ عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تھے، اور سنہ ۱۱ھ میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آگئے،

حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی، اس سے جو منافع تھا، اس سے اپنا قرض پورا کیا،[2] اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبول کی تھی، چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیرِ وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا، اس لئے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا، یمن سے واپسی گورنری کی میعاد ختم کرکے مدینہ منورہ واپس آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا،

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، حضرت معاذؓ مال و متاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ ان کے گذر اوقات کے بقدر علیحدہ کرکے بقیہ سارا سامان اُن سے وصول کر لیا جائے،، حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا، اگر ان کی مرضی ہوگی اور میرے پاس لائیں گے تو لے لونگا، ورنہ ایک حبہ نہ لونگا،، حضرت ابو بکرؓ سے یہ صاف جواب ملا

---

[1] مسند جلد ۵ ص ۲۳۱ [2] استیعاب ابن عبد البر،

تو حضرت عمرؓ خود حضرت معاذؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا، انھوں نے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس لیے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کروں، میں کچھ بھی نہ دونگا، حضرت عمرؓ خاموش ہو کر واپس چلے آئے تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے،

حضرت معاذؓ نے گو اس وقت حضرت عمرؓ سے انکار کر دیا لیکن آخر تائید غیبی نے حضرت عمرؓ کی موافقت کی، حضرت معاذؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے آکر نکالا اور مجھے اس مصیبت سے نجات دی، سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کر کے کہا کہ جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے، وہاں سے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے سب لا کر دونگا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لونگا میں نے تم کو ہبہ کر دیا، حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ سے کہا اب اپنے پاس رکھو، اب تمھیں اجازت مل گئی،

شام کی روانگی یہ مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذؓ نے شام کا قصد کیا، اور اپنے اہل و عیال کو لیکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے، حضرت ابو بکرؓ نے انتقال کیا تو حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گذر رہا تھا، حضرت معاذؓ بھی فوج میں شامل تھے، اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے،

سفارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خوبی دیکھیے کہ صحابہ میں بیک وقت مختلف کاموں اور گوناگوں فرائض کے انجام دینے کی قابلیت پیدا ہو گئی تھی، یہی حضرت معاذؓ مفتی شرع بھی تھے، مجلس ملکی کے ممبر بھی، جامع حمص میں قرآن و حدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا

حاکم وقت بھی، اسلام کے سفیر بھی تھے اور میدان جنگ میں غازی وشجاع ومجاہد بھی،
سفارت کا منصب تفویض ہوا، تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام
شام کے ایک شہر فحل میں ۱۳ھ میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں، تو رومی صلح پر آمادہ ہوئے، ا
حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا، کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہما
پاس بھیجئے، حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت معاذؓ کو تجویز کیا، حضرت معاذؓ رومی لشکر میں
پہنچے تو وہاں نہایت ساز و سامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا، ایک خیمہ نصب تھا، خ
دیباے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا، معاذؓ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہوگئے، ایک
عیسائی نے آگے بڑھکر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں، آپ اندر تشریف لیجائیں،
معاذؓ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا، فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غر
کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے، بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے، عیسائیوں۔
افسوس کیا کہ ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ کو خود اس کا خیال نہیں، یہ سنا
کہ حضرت معاذؓ کو غصہ آگیا، گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے، اور فرمایا کہ جس کو تم عزت سمجھتے
اس کی مجھے حاجت نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھکر خدا کا
غلام ہو سکتا ہے،، رومی حضرت معاذؓ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے
کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھکر کوئی ہے؟ انھوں نے کہا
معاذ اللہ یہی بہت ہے، کہ میں سب سے بدتر ہوں،، رومی خاموش ہوگئے، حضرت معاذؓ
نے کچھ دیر انتظار کرکے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو کہ اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو
چاہتے ہیں تو ٹھہروں، ورنہ جاتا ہوں، رومیوں نے کہا ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ
ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ فوت ہو

اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے، ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیونکہ رخ کیا، حالانکہ ہمارا بادشاہ تاجداران روئے زمین کا شاہنشاہ ہے، اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، حضرت معاذؓ نے کہا ہمیں تم سے جو کچھ کہنا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے، کہ مسلمان ہو جاؤ، ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو، شراب چھوڑ دو، سور کا گوشت چھوڑ دو، اگر تم ایسا کروگے تو ہم تمھارے بھائی ہیں، اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو، اور اس سے بھی اگر انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں، اگر تم آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کے ذروں کے برابر ہو تو ہم کو قلت و کثرت کی قطعی پروا نہیں،

اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمھارا شہنشاہ تمھاری جان اور مال کا مالک ہے لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا، اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اسے درے لگائے جائیں، اور چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں، وہ پردے میں نہیں بیٹھتا، اپنے کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال و دولت میں بھی اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں، رومیوں نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اسلام کی تعلیم پر پیروان دین حنیف کے طور و طریق پر نہایت حیرت زدہ ہوئے، حضرت معاذؓ سے کہا "ہم آپ کو بلقار کا ضلع اور اردن کا وہ حصہ جو آپ کے علاقہ سے متصل ہے دیتے ہیں، اب آپ لوگ اس ملک کو چھوڑ کر فارس جائیے،" چونکہ یہ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ نہ تھا، حضرت معاذؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا، اور اٹھ کر وہاں سے چلے آئے،

فوجی خدمات | حضرت معاذؓ اگرچہ اپنے عہد کے تمام غزوات میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے، تاہم دو موقعوں پر ان کو نہایت ممتاز فوجی عہدے تفویض ہوئے، ایک مرتبہ

سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، اس موقع پر ان کو جو امتیاز حاصل ہوا وہ یہ تھا، کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا،

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ھ میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی، حضرت معاذؓ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا، عیسائیوں کا حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا تھا، حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑونگا، اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے، تو گھوڑا حاضر ہے، ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کرونگا، کیونکہ میں سوار ہوکر اچھا لڑ سکتا ہوں، غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے، اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے،

مجلس شوریٰ کی رکنیت | مجلس شوریٰ کی باضابطہ تشکیل اگرچہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہو چکا تھا، چنانچہ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے، ان میں حضرت معاذؓ کا نام نامی بھی داخل تھا، حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مجلس شوریٰ کا باقاعدہ انعقاد کیا، تو حضرت معاذؓ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے[۱]،

افواج شام کی سپہ سالاری | عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھی، ۱۸ھ میں نہایت زور شور سے شام میں طاعون نمودار ہوا، جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اسی میں وفات پائی، انتقال کے قریب

۱؎ کنز العمال ج ۷ ص ۱۳۶ بحوالہ ابن سعد جلد ۳،

حضرت معاذؓ کو اپنا جانشین بنایا، اور چونکہ نماز کا وقت آچکا تھا، حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں، ادھر نماز ختم ہوئی، اُدھر انھوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، اور حضرت معاذؓ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے،

وفات وبا اسی طرح زوروں پر تھی، اور لوگ سخت پریشان تھے حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ یہاں سے ہٹ چلو، یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے، حضرت معاذؓ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے، کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا جس میں عمروؓ کو سخت وسست کہا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ وبا بلا نہیں خدا کی رحمت ہے، نبی کی دعوت ہے، اور صالحین کے اُٹھنے کی ساعت ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے، شام اسلام کے علم کے نیچے آجائیگا، پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی، جو اس میں مرے گا شہید ہوگا، اور اس کے اعمال پاک ہوجائیں گے، الٰہی اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر میں بھیج، اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے[1]،

تقریر ختم کر کے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبد الرحمٰن تھا، دعا قبول ہو چکی تھی، دیکھا تو بیٹا اسی بیماری میں مبتلا تھا، باپ کو دیکھ کر کہا، الحق من ربك فلا تكونن من الممترين، یہ موت جو حق ہے، خدا کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں نہ ہو جیے، حضرت معاذؓ نے جواب دیا، ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرين، تو انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائے گا، حضرت عبد الرحمٰنؓ نے انتقال کیا، بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیویاں اسی بیماری میں مر چکی تھیں، اب حضرت معاذؓ تنہا رہ گئے تھے، ساعت

---

[1] مسند صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱ جلد ۵،

مقررہ آئی تو خدا کا بندۂ خاص بھی دائرۂ رحمت میں شامل ہوا، واسنے ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں
پھوڑا نکلا، حضرت معاذؓ نہایت خوش تھے، فرماتے تھے کہ تمام دنیا کی دولت اس کے سامنے
ہیچ ہے، تکلیف اس قدر تھی کہ بیہوش ہو ہو جاتے تھے، باایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے "خدایا
مجھکو اپنے غم میں غمگین کر کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں، اور اس کو تو خوب جانتا ہے
پھر بیہوش ہو جاتے، جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے، وفات کی رات بھی عجیب رات تھی حضرت
معاذؓ نہایت بیچین تھے، بار بار پوچھتے تھے "دیکھو صبح ہوئی" لوگ کہتے تھے کہ ابھی نہیں، جب
صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا، اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو
مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے، الٰہی میں تجھ سے
جس قدر خوف کرتا تھا، تجھکو خوب معلوم ہے، آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں، میں نے
کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لئے پسند نہیں کیا، کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف
کرتا، بلکہ اس لئے چاہتا تھا کہ نصائح و فواحش سے دور ہوں اکرم وجود کو فروغ دوں، اور ذکر
کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں" وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذؓ گریہ و بکا میں
مشغول تھے، لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اس کے ماسوا
فضائل و مناقب سے ممتاز ہیں، آپ کو رونے کی کیا ضرورت؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا مجھے نہ
موت کی گھبراہٹ ہے، اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے عذاب و ثواب کا خیال ہے، اسی حالت
میں روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی، اور خالق کون و مکان کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت
میں پہنچ گیا،

وفات کے وقت حضرت معاذؓ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی، اور ۱۸ھ تھا، وفات بھی

لہ مسند ج ۵

نہایت مبارک خطہ میں واقع ہوئی، بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا، جو نہر اردن کے قریب واقع تھا، اسی میں حضرت معاذؓ نے وفات پائی، شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا، جہاں سے حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے، دفن کے لئے وہی مقام تجویز ہوا، اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی،

حلیہ | حضرت معاذؓ کا حلیہ یہ تھا، رنگ سپید، چہرہ روشن، قد دراز، آنکھیں سرگیں، اور بڑی بڑی، ابرو پیوستہ، بال سخت گھونگھر والے، آگے کے دانت صاف اور چمکدار، بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہو جاتی تھی، جس کو ان کا ایک عقیدت کیش "نور" اور "موتی" سے تعبیر کرتا ہے، آواز بہت پیاری اور گفتگو نہایت شیریں تھی حسن ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ میں ممتاز تھے

اولاد | حضرت معاذؓ کا سن ہی کیا تھا، وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے، تاہم صاحب اولاد تھے، اگرچہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لم یولد له قط یعنی حضرت معاذؓ کے سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی لیکن مستند ذرائع سے ان کے ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے، جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذؓ کے ساتھ یرموک میں شریک تھے، ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں حضرت معاذؓ سے پیشتر وفات پائی

ازواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی،

علم و فضل | حضرت معاذؓ کو جن علوم میں کمال تھا، وہ قرآن، حدیث اور فقہ ہیں، قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے، کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کے ذریعہ سے مروی ہے، ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہے، اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں

چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی ان میں سے ایک حضرت معاذ بھی تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے،

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی، کہ خود حامل نبوت سامنے تھا، تاہم اُس زمانہ میں بھی متعدد صحابہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، چنانچہ حضرت انس رضؓ کا واقعہ اسد الغابہ میں مذکور ہے لیکن چونکہ وہ احادیث کی روایت میں بہت محتاط تھے اور نیز اس لئے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ سے لیکر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لیے برابر مدینہ سے باہر رہے، اس لئے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے "حدیث او چنداں باقی نماند" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو تعلیم و روایت حدیث کیلئے شام بھیجا تھا، اور وہیں ان کا ۱۸ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہوگیا!

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا، عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر تڑپا رہی تھی، زبان مبارک اس فرض کی ادائگی میں مصروف تھی،[۱]

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور کچھ اور لوگ پاس بیٹھے تھے، وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا "پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کرونگا، جس کو اب تک میں نے اس لیے مخفی رکھا تھا، کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے" اسکے بعد ایک حدیث بیان کی،[۲]

حضرت معاذ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہ سے کم ہیں، تاہم ان کا شمار راویان حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے، ان کی احادیث کی مجموعی تعداد (۱۵۶) ہے، جس میں دو حدیثوں پر

۱؎ مسند ص ۲۳۳ جلد ۵، ۲؎ ایضاً ص ۲۳۶ جلد ۵:

بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے،

تلامذۂ حدیث کی تعداد کثیر تھی، اکابر صحابہؓ کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے، حضرت عمرؓ، ابو قتادہ انصاریؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، جابر بن عبد اللہؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ، انس بن مالکؓ، ابو امامہ باہلیؓ، ابو لیلیٰ انصاریؓ، ابو طفیلؓ

تلامذۂ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں، ابن عدی، ابن ابی اوفی اشعری، عبد الرحمن بن سمرۃ بعیثی، جابر بن انسؓ، ابو ثعلبہ خشنی، جابر بن سمرۃ السوائی، مالک بن یخامر، عبد الرحمن ابن غنم، ابو مسلم خولانی، ابو عبد اللہ صنابحی، ابو وائل، مسروق، جنادہ بن ابی امیہ، ابو ادریس خولانی، جبیر بن نفیر، اسلم مولیٰ حضرت عمرؓ، اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم،

فقہ خود عہد نبوی میں حضرت معاذؓ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا، اس سے بڑھکر شرف اور کیا ہو سکتا ہے، کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ ابن جبل، — ہمارے صحابہ میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبلؓ ہیں،

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہا لولا معاذ لهلك عمر یعنی اگر معاذؓ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہو جائے، اس سے حضرت معاذؓ کے رتبہ اجتہاد و درجۂ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذؓ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا، چنانچہ جب جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا،

من اراد الفقه فليات معاذا — یعنی جسے فقہ سیکھنا ہو وہ معاذؓ کے پاس آئے،

طلب علم اور شوق تحصیل ان اوراق کو پڑھکر تم کو تعجب ہوگا کہ ان کو یہ فضل و کمال کا منصب کیونکر ہاتھ آیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ان کا فطری شوق اور بڑی ذکاوت و ذہانت جس کا

ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا، دوسرے خود معلم نبوتؐ کا ایسے جوہر قابل اور مستعد طالب علم کی طرف جوش التفات وعنایت خاص حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس تعلیم وتربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی، اس لئے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا،

حضرت معاذؓ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنہا ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل تعلیم کیا کرتے تھے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذؓ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ کاشانۂ نبویؐ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں، تلاش کے لئے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے کہ حضور کدھر تشریف لے گئے، آخر ایک جگہ آپ کو پا لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، وہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے، اور نماز کی نیت باندھ لی اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی، فارغ ہوئے تو معاذؓ نے پوچھا کہ حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی، فرمایا "یہ ترغیب و ترہیب کی نماز تھی میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی، جن میں دو کے متعلق رضا مندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت میں روک دیا گیا، میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے تو یہ درخواست منظور کر لی گئی، ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آسکے تو وہ بھی پوری کی گئی، ایک تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں اختلاف وتفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کر دیا گیا[1]

---

[1] مسند ص ۲۴۲ جلد ۵،

ہوئے مڑکر پیچھے دیکھا تو معاذؓ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا، آپ نے پکارا معاذؓ! انھوں نے کہا حضور، آپ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ، حضرت معاذؓ اس قدر قریب آگئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت معاذؓ کے اونٹ بالکل برابر ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں، حضرت معاذؓ نے کہا سب لوگ سو رہے ہیں، اور جانور چر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میں بھی سو رہا تھا، آپ کا رُخ اور التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں، جس نے مجھ کو غمگین مریض اور سقیم بنا دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔[۱]

ایک اور سفر میں جیسا کہ آپ کہیں اوپر پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین دفعہ پکارا، اور ہر دفعہ انھوں نے ادب سے جواب دیا، چنانچہ تیسری دفعہ انکو پکارا تو فرمایا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ، کا قائل جنت میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ گنہگار ہو، حضرت معاذؓ نے اس کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا ایسا نہ کرو، لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے،

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا، آپ نے اُس کا جواب مرحمت فرمایا، ایک ظاہر بین کے لئے وہ جواب بالکل کافی تھا لیکن حضرت معاذؓ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، پوچھا یا رسول اللہ یہ حکم اس شخص کے لئے خاص ہے، یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے، آپ نے فرمایا نہیں عام ہے۔[۲]

منصب تعلیم: تحصیل علم میں جد و جہد اور مسائل میں غور و خوض کا مرحلۂ دشوار گذار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی، یعنی یہ کہ فیض تربیت سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک ہی میں حضرت معاذؓ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے، ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ میں چھوڑ گئے، کہ یہیں رہ کر لوگوں

---

[۱] مسند ص۲۳۵ جلد ۵، [۲] ایضاً ص۲۴۲،

کو فقہ و سنت کی تعلیم دیں[۱]،

۹ھ میں والی یمن بنا کر بھیجا، تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی، یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لئے یہاں بھیجیے، حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ وغیرہ کو بلایا، اور شام جانے کی ہدایت کی، حضرت معاذؓ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور[۲] تعلیم میں مشغول ہوئے تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے، جن کی ذات علوم و فنون کا مرکز بنی ہوئی تھی، حضرت معاذؓ ان میں سے ایک تھے،

حضرت معاذؓ کی سکونت اگرچہ علاقہ فلسطین میں محدود تھی، لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا، فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقۂ درس قائم تھے، اور خود حضرت معاذؓ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا تھا، طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں چند صحابہ کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے، حضرت معاذؓ خاموش بیٹھے رہتے، جب معاملہ طے نہ ہوتا، تو حضرت معاذؓ اسکا فیصلہ کرتے تھے،

ابو ادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے، اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں، جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور وہ ان کو تسلی بخش جواب دیتا ہے، پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا[۳] حضرت معاذؓ بن جبل ہیں،

ابومسلم خولانی جامع حمص میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے، جس میں ۳۲ صحابہؓ

۱؎ طبقات ابن سعد ص ۹۹ قسم اول مغازی ۲؎ ایضاً ص ۲۸۱ جلد ۱ کنز العمال بحوالہ ۳؎ مسند ص ۲۳۳ جلد ۵،

بیٹھے ہیں، اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں، ان میں ایک نوجوان بھی ہے، جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے، تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبلؓ ہیں،

غرض حضرت معاذؓ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا، شہروں کی جامع مسجدیں درسگاہ کا کام دیتی تھیں، وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے، اور جہاں جاتے تھے، فیض وبرکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا،

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں، جن میں ایک شام میں اقامت پذیر ہے"، یہ حضرت معاذؓ کی طرف اشارہ تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلا کون ہیں؟ لوگ لاعلمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ بن جبلؓ اور ابو درداؓ، عقلا سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں،

مجتہد کے لئے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے، حضرت معاذؓ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا، مسند ج ۵ ص ۲۳۰

پڑھ چکے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے پوچھا تھا کہ "مقدمہ آئے گا تو کیونکر فیصل کرو گے؟"، حضرت معاذؓ نے جواب دیا "کتاب اللہ سے" آپ نے فرمایا "اگر اس میں نہ پاؤ"، تو عرض کی "سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے"! پھر فرمایا، اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟" تو عرض کی کہ "اجتہاد کرونگا"، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا، اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں"، حضرت معاذؓ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ ہیں، اول

کتاب الٰہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس،

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں، تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کے رکعتیں ہوئیں، اور وہ اشارہ سے جواب دیدیتے، اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کرکے صف نماز میں مل جاتے تھے، ایک دن جماعت ہورہی تھی، اور لوگ قعدہ میں تھے، کہ حضرت معاذ رضؓ آئے، اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو حضرت معاذ رضؓ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا، قد سن لکم فھکذا فاصنعوا یعنی معاذ نے تمھارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کیا کرو،[۱] یہ حضرت معاذ کے لئے کتنی قابل فخر بات ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پائی، اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے، اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں،

نماز اور روزہ کے تین دور انھوں نے جس طرح سے قائم کئے تھے[۲] وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عدل ہے، اسی بنا پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہ سے مختلف تھے، وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا،

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابۂ کرام میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضؓ بھی نہایت متردد تھے، مگر عام صحابہ کی تردید نہ کرسکتے تھے، لیکن حضرت معاذ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو سخت اختلاف تھا، آخر حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت معاذ کی رائے سے اتفاق کیا، اور اسی پر حضرت عمر رضؓ اور تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا،[۳]

---

[۱] مسند ص ۲۳۳ و ۲۴۶ جلد ۵ [۲] ایضاً ص ۲۴۶ جلد ۵ [۳] ایضاً ص ۱۱۵ جلد ۵،

اسی طرح ایک مرتبہ، ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی، ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس سے غائب تھا، لوگوں کو شبہہ ہوا حضرت عمرؓ سے ذکر کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاذؓ موجود تھے، بولے کہ عورت کے رجم کا آپ کو بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں، حضرت عمرؓ نے اس وقت چھوڑ دیا، اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے، لڑکا پیدا ہوا تو خوبی قسمت سے اپنے باپ کے بالکل مثابہ نکلا، باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے، حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو فرمایا کہ "معاذؓ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی، اگر معاذؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"[1]

قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذؓ کو کمالات عطا فرمائے تھے، اس کا اعتراف طبقۂ صحابہ میں ہر کہ ومہ کو تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ یعنی معاذ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں"

وہ خلافت کے مستحق تھے حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے، حضرت عمرؓ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذؓ بن جبل زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا، خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، یاتی معاذ بین العلماء برتوۃ،

اخلاق وعادات حضرت معاذؓ کے مناقب ومحامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہو گئی ہونگی، ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت وعبادت ہے چنانچہ حضرت معاذؓ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی پہر رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے، یہ انھی

[1] کنز العمال ص ۹۶ جلد ۷ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم،

عشقِ الٰہی و محبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمرو رضؓ ابن العاص نے آبادی چھوڑ کر میدان میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی، اور فرمایا کہ "یہ رحمتِ الٰہی ہے، اے خدا اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج"۔

حبِ رسول حبِ الٰہی کے بعد حبِ رسول کا درجہ ہے، سُن چکے ہیں کہ وہ جب کبھی آپ کو نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ کی تلاش میں نکل جاتے، حضور کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے، صحابہؓ بھی ہمراہ تھے، ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبلؓ بھی تھے، اُٹھ کر کہیں چلے گئے، معاذؓ کو بڑی پریشانی ہوئی، شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ نہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لے کر آپ کی تلاش میں نکل گئے، راستہ میں آواز معلوم ہوئی، دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، معاذ کو دیکھ کر حضور نے پوچھا تمھارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے، ہم کو خوف ہوا کہ خدا نخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو، اس لئے اس وقت آپ کو ڈھونڈھنے نکلے ہیں۔[1]

ادبِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیحد ادب کرتے تھے، ایک بار یمن سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے،[2]

---

[1] مسند ج ۵ ص ۲۳۲ [2] ایضاً ص ۲۲۷،

جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت و جاں نثاری کی بنا پر ان سے نہایت محبت کرتے تھے، ایک بار حضرت معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ مجھکو تم سے بہت محبت ہے حضرت معاذؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں، تم اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہکر ایک دعا بتائی، جو حضرت معاذؓ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے[1]،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی کو حضرت معاذؓ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انھوں نے اپنے شاگرد ابو عبدالرحمن حبلی کو اور حبلی نے عقبہ بن مسلم تجیبی کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی[2]،

مذکورۂ بالا واقعات تمامتر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذؓ کی محبت کا جو حال تھا وہ اوپر گذر چکا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی، اس کا بیان اب سننا چاہئے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت معاذؓ کا اضطراب و اضطرار قابل دید تھا، یمن سے واپس ہوکر آئے تو مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا، اس لئے انھوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی،

شام میں بھی محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا، سنہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلالؓ بھی وہاں موجود تھے، حضرت عمرؓ

---

[1] مسند ص ۲۴۵ جلد ۵ و ادب المفرد ص ۱۳، [2] مسند ج ۵ ص ۲۴۵،

نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجئے، حضرت بلال رضؓ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دونگا، لیکن آج آپ کا ارشاد بجالاتا ہوں، اذان دینی شروع کی تو صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا، اور اُن پر رقت طاری ہوگئی، اور حضرت معاذ بن جبلؓ تو روتے روتے بیتاب ہوگئے،

امر بالمعروف | حضرت معاذ رضؓ نے امر بالمعروف میں کبھی لومۃ لائم کی پروا نہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہؓ حاکم شام تھے، اُن سے پوچھا کہ کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضؓ نے کہا ہاں[1]،

جود | نہایت فیاض تھے، چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائداد بیع ہوگئی اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا،

صدق | راست گفتاری ان کی مسلّم تھی، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی، حضرت انسؓ سے حضرت معاذ رضؓ نے ایک حدیث بیان کی، حضرت انس رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذ رضؓ سے یہ فرمایا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق معاذ! صدق معاذ صدق معاذ!

کینہ و حسد سے مبرا تھے، اقران اور ہمعصر اکثر حسد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا، لیکن

---

[1] مسند ص ۲۴۲ جلد ۵ [2] ایضاً ص ۲۴۳،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے صحابہؓ کو اس قسم کے رکیک و باطل خیالات سے پاک کر دیا تھا، وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اسکو ظاہر بھی کر دیتے تھے،

حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھا جا رہا ہے، حضرت معاذؓ سے کہا فرمائیے آپ کے بعد کس سے پڑھیں! انھوں نے کہا ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو، بیٹھ گئے تو فرمایا، سنو! علم و ایمان اٹھ نہیں سکتے، وہ بدستور رہیں گے، جو جستجو کریگا پائیگا، (تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو، یعنی، ابو درداءؓ، سلمان فارسی، ابن مسعود، عبد اللہ ابن سلام سے،[1] رضی اللہ عنہم

[1] مسند جلد ۵ صفحہ ۲۴۳،

حضرت مسلمہؓ بن مخلد

مسلمہ نام، ابوسعید اور ابومعن کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے:
مسلمہ بن مخلد بن الصامت بن نیار بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج
ابن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الاکبر،

سنہ ۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۱۰ سالہ تھے، صغر سنی کی وجہ سے کسی غزوہ میں شریک نہ ہوسکے،

حضرت عمرؓ کے عہد میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور عمرو بن العاصؓ کو فتح میں دیر لگی تو مدینہ سے چار ہزار آدمی، بطور کمک روانہ کئے گئے، ان پر چار شخص افسر تھے جو فن سپہگری میں تمام عرب میں انتخاب تھے، یعنی زبیر بن العوامؓ، مقداد بن اسودؓ کندی، عبادہ بن صامتؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے، اس بنا پر فوج ۴ ہزار نہیں بلکہ ۸ ہزار ہے[1]

مصر فتح ہوا تو مسلمہ نے وہیں اقامت اختیار کی، پھر مدینہ آئے، اور صفین میں امیر معاویہؓ کی طرف سے شریک ہوئے، یہ عجیب بات ہے کہ انصار کا ہر فرد جناب امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، لیکن یہ بزرگ اور نعمان بن بشیر امیر معاویہ کے طرفدار تھے،[2]

جنگ صفین کے بعد جس میں جنگ کا نتیجہ امیر معاویہؓ کے خاطر خواہ نکلا تھا، سنہ ۳۸ھ

---

[1] کنز العمال ص ۱۵۱ جلد ۷ [2] یعقوبی ص ۲۱۹ جلد ۲،

غالباً اسی سنہ میں حضرت مسلمہ رضؓ نے عابس بن سعید کو پولیس کے محکمہ سے ہٹا کر الجیر بنایا، اور انہی کی ماتحتی میں اسطاذنہ (غالباً قسطنطینیہ کی تصحیف ہے کیونکہ اس قدر ثابت ہے کہ مسلمہ کے عہد میں مصر سے قسطنطینیہ پر ایک حملہ ہوا تھا) پر لشکر کشتی کے لیے ایک مہم بھیجی، مہم سے واپس ہونے تک سائب بن ہشام عابس کے بجائے پولیس کے افسر رہے، سنہ ۵۵ھ میں جب وہ روم سے واپس آئے تو اپنے سابق منصب پر بحال ہو گئے

سنہ ۶۰ھ میں حضرت مسلمہ کسی ضرورت سے اسکندریہ گئے تو فسطاط میں عابس بن سعید کو اپنا جانشین بنایا،

اسی سنہ میں رجب کے مہینہ میں امیر معاویہ رضؓ نے انتقال کیا اور یزید ان کا جانشین ہوا، مسلمہؓ اسکندریہ میں تھے یزید کی خلافت کی خبر ملی تو عابس کو خط لکھا کہ رعایا سے یزید کی بیعت لے لو، چنانچہ تمام لشکر نے بیعت کی لیکن عبد اللہ بن عمرو بن العاص منکر تھے، عابس نے آگ منگوا کر دھمکی دی کہ "انکار کرو گے تو اس میں جھونک دونگا"، حضرت عبد اللہؓ نے یہ دیکھکر جبراً قہراً بیعت کی اور دنیا میں آگ کے عذاب سے محفوظ رہے،

کچھ دنوں کے بعد حضرت مسلمہؓ اسکندریہ سے واپس آئے، اب عابس کو پولیس کے محکمہ کے ساتھ قضا کا محکمہ بھی تفویض کیا، یہ اوائل سنہ ۶۱ھ کا واقعہ ہے،

محکمۂ مذہبی کا انتظام | مسلمہ نے محکمۂ مذہبی کے افسر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے بہت سی مذہبی خدمات بھی انجام دیں، سنہ ۵۳ھ میں جامع مسجد کی توسیع کی، اور حضرت عمرو بن عاص رضؓ نے جو جامع مسجد تعمیر کی تھی اس کو منہدم کیا،

مسجدوں میں روشنی کے منارے بنوائے، اور خولان اور تجیب وغیرہ کے ذمہ روشنی کا جو انتظام تھا اس کو موقوف کر دیا، مسجدوں میں یہ حکم بھیجا کہ رات کے

وقت سب جگہ ایک اذان ہو، فجر کے وقت یہ انتظام کیا کہ پہلے جامع مسجد میں کئی مؤذن اذان پکاریں، جب وہاں اذان ختم ہو تو فسطاط کی ہر ہر مسجد میں اذان کہی جائے، چونکہ یہ طریقہ نہایت پسندیدہ مستحسن اور اسلام کی شان و شوکت کو دوبالا کرتا تھا، نہایت مقبول ہوا، اور مسودہ کے زمانہ تک متواتر رائج رہا، ان لوگوں کے زمانہ میں کسی وجہ سے یہ رسم موقوف ہو گئی اور پھر افسوس کہ کبھی زندہ نہ ہو سکی،

وفات | ۲۵ رجب سنہ ۶۲ھ میں حضرت مسلمہؓ نے انتقال فرمایا، ۷۲ سال کا سن تھا، ۱۵ برس چار ماہ حکومت کی، وفات کے وقت کاروبار حکومت عابس بن سعید کے سپرد کیا،

اولاد | کوئی صلبی یادگار نہیں چھوڑی،

فضل وکمال | حضرت مسلمہؓ حافظ قرآن تھے، اور وہ ایسا صحیح یاد تھا، کہ لوگ تعجب کرتے تھے حضرت مجاہدؒ تفسیر و قرأت کے امام ہیں اور اپنے زمانہ میں اس فن میں بے نظیر تسلیم کئے جاتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں دنیا میں اپنے کو قرآن کا سب سے بڑا حافظ سمجھتا تھا، لیکن مسلمہ کے پیچھے ایک روز نماز فجر پڑھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا، انھوں نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی، اتنی بڑی سورت میں کہیں واؤ اور الف کی بھی غلطی نہیں کی،

حدیث میں بھی مرجعیت عامہ حاصل تھی، اور خود صحابہ حدیث سننے کے لئے ان کے پاس مصر جاتے تھے، حضرت ابوایوب انصاریؓ صرف ایک حدیث سننے کے لئے مصر گئے تھے، عقبہ بن عامر جہنی بھی اسی غرض سے گئے تھے، اور حدیث سنی تھی،[۱]

تلامذۂ خاص اور راویان حدیث میں حسب ذیل حضرات ہیں، مسلم ابوعمران، شیبان بن امیہ، عبدالرحمان بن شماسہ، علی بن رباح، مجمع بن کعب، مجاہد بن جبر، ہشام بن ابی رقیہ،

---

[۱] مسند ج ۴ ص ۱۰۴ جلد ۴،

حضرت محمد بن مسلمہؓ

نام ونسب محمد نام ابوعبدالرحمٰن کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،
محمد بن مسلمہ بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو
ابن مالک بن اوس،

بعثت نبوی سے ۲۲ سال قبل پیدا ہوئے، محمد نام رکھا گیا، سن شعور کو پہونچ کر
عبدالاشہل کے حلیف بن گئے،

اسلام سعد بن معاذ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا،

غزوات اور دیگر حالات امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح سے کہ عشرۂ مبشرہ میں تھے
رشتۂ اخوت قائم ہوا، غزوۂ بدر میں شریک تھے اور غزوۂ قینقاع میں یہود کا مال انہی
نے وصول کیا تھا[1] کعب بن اشرف یہودی، مدینہ میں ایک شاعر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہجو کرنا اور مسلمانوں کے خلاف آتش غیظ وغضب مشتعل کرنا اس کا کام تھا، بدر میں
مسلمانوں کو فتح اور قریش کو ہزیمت ہوئی تو بولا کہ "اب زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے اچھا
ہے" اسی جوش میں مکہ پہنچا اور اشعار کے ذریعہ سے تمام قریش میں انتقام کی آگ بھڑکا
دی، مدینہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی فکر پیدا ہوئی، فرمایا اللہم اکفنی
ابن الاشرف بما شئت فی اعلانہ الشر وقولہ الاشعار، پھر مسلمانوں کے بھرے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ حصہ مغازی

خوشبو ہے، کیا میں تمھارا سر سونگھ سکتا ہوں؟ اُس نے اجازت دی تو انھوں نے سر پکڑ کر سونگھا اور کہا کہ ان لوگوں کو بھی اجازت دو، سب اٹھے اور سر سونگھا، اتنی دیر میں وہ سجھو بی قبضہ میں آگیا تھا، ساتھیوں سے کہا لو اس کو قتل کرو، اتنی دیر میں تلواریں برس پڑیں لیکن جان پھر بھی باقی رہ گئی، خدا کا دشمن اتنی زور سے چلایا کہ تمام یہود نے آواز سن لی اور ہر قلعہ پر روشنی ہوگئی، محمد بن مسلمہ نے جرأت کر کے پیش قبض پیٹ میں بھونک دی جو ناف کے نیچے اتر گئی اور وہ ٹھنڈا ہوگیا،[1]

ان لوگوں نے اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے لیا، اور وہاں سے روانہ ہوگئے بقیع پہونچ کر تکبیر کہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک آرام نہ فرمایا تھا، برابر نماز پڑھ رہے تھے، تکبیر کی آواز گوش مبارک تک پہنچی، سمجھے کہ مقصد میں کامیابی ہوئی، باہر نکلے آئے تو فرمایا کہ "کامیاب پھرے ہیں"، لوگوں نے کعب کا سر سامنے رکھ دیا تو نہایت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا،

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کی حفاظت پر متعین تھے، پچاس آدمیوں کے ساتھ تمام رات گشت لگایا تھا،[2]

واقعۂ نضیر میں کہ ۴ھ میں پیش آیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنو نضیر کے پاس بھیجا کہ یہ اعلان کر دو کہ ہمارے شہر سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاؤ، تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فریب اور دغا کی ہے وہ ہم کو خوب معلوم ہے تمکو دس روز کی مہلت ہے، اس کے بعد اگر یہاں دیکھے گئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے، بنو نضیر نے عبد اللہ بن ابی کے اغوا سے اس حکم کی پروا نہ کی، اور مقابلہ پر تیار ہوگئے آنحضرت صلعم

[1] صحیح بخاری، طبقات ابن سعد جزء ۳ ق ۲ و ۲۲ حصہ مغازی [2] طبقات ص ۲۰،

نے مجبور ہو کر محاصرہ کیا، اور شکست دی، محمد بن مسلمہ کے ذمہ ان کے جلا وطن کرنے کا معاملہ سپرد ہوا[۱] جس کو انھوں نے بخوبی انجام دیا،

غزوۂ خندق کے بعد ۵ھ میں غزوۂ قریظہ ہوا، ۱۵ روز کے محاصرہ کے بعد یہود بنی قریظہ نے زچ ہو کر سپر ڈالدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہو گئے، محمد بن مسلمہؓ نے عورتوں اور بچوں کو جدا کر کے باغیوں کے ہاتھ باندھ دئے اور ایک طرف لاکر کھڑا کر دیا،[۲]

اس واقعہ کے بعد ۳۰ سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکرات روانہ کیا جو مدینہ سے ۷ دن کی مسافت پر واقع تھا، مقصود قرطا پر غارت گری تھی، محمد بن مسلمہ رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے، گاؤں پہونچ کر اچانک انکو جالیا، کچھ قتل ہوئے، باقی فرار ہو گئے، بہت سے اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں جن کی تفصیل یہ ہے،

اونٹ ۱۵۰، بکریاں ۳۰۰۰،

۱۹ روز کے بعد مدینہ واپس آئے،[۳]

ربیع الثانی ۶ھ میں ۱۰ آدمیوں کے ساتھ ذی القصہ بھیجے گئے، یہ مقام مدینہ سے ۲۴ میل پر ہے، اور ربذہ کی سڑک پر واقع ہے، رات کو وہاں پہنچے تو قبیلہ والوں نے سو آدمی جمع کر کے تیراندازی کی، پھر نیزے لیکر ٹوٹ پڑے، محمد بن مسلمہؓ کے علاوہ اور کے سب آدمی مارے گئے، گو محمد بن مسلمہؓ شہید نہیں ہوئے لیکن ان کے ٹخنے پر چوٹ آگئی تھی، جس سے ملنا بھی مشکل تھا، ان لوگوں نے سب کے کپڑے اتار لئے اور

---

[۱] طبقات ج ۳ ق ۲ ص ۱۵ [۲] ایضاً ص ۵۴ [۳] ایضاً ص ۵۶،

برہنہ چھوڑ کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مسلمان ادھر سے گذر رہا تھا، محمد بن مسلمہؓ کو اس حال میں دیکھا تو اٹھا کر مدینہ لایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انتقام کیلئے حضرت ابو عبیدہؓ کو روانہ فرمایا،[1]

سنہ ۷ھ میں عمرۃ القضا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ پہونچ کر گھوڑے محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کر دیئے، اور فرمایا کہ تم آگے بڑھو، یہ مرظہران پہنچے تو قریش سے ملاقات ہوئی پوچھا کیا ماجرا ہے؟ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور انشاء اللہ کل یہاں پہونچ جائیں گے[2]

غزوہ تبوک میں کہ سنہ ۹ھ میں واقع ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کو کاروبار خلافت سپرد کیا تھا،[3]

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قبیلۂ جہینہ کے صدقات وہی وصول کرتے تھے،

حضرت عمرؓ نے گورنروں اور عاملوں کی نگرانی کا ایک عہدہ قائم کیا تھا، دربار خلافت میں وقتاً فوقتاً عمال کی جو شکایتیں موصول ہوتیں ان کی تحقیق وتفتیش کے لئے حضرت عمرؓ نے انہی کو انتخاب کیا، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں،

وهو كان صاحب العمال ايام عمرؓ	یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں عمال
كان عمر اذا شكى اليه عامل ارسل	کے نگراں تھے، جب کسی عامل کی حضرت عمرؓ
محمدا يكشف الحال وهو الذي	سے شکایت کیجاتی، تو تحقیق حال کے لئے
ارسله عمر الى عماله لياخذ شطر	محمد بن مسلمہ بھیجے جاتے، انہی کو حضرت عمرؓ
اموالهم،[4]	نے عمال کے پاس بھیجا تھا، کہ ان کے مال

[1] طبقات ص ۲۲ و ۲۳ [2] ایضاً ص ۸ [3] ایضاً ص ۱۱۹ [4] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۳۰

اضافہ ہوگیا ہے، محمدؓ بن مسلمہ کو ان کے نام فرمان دیکر روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ سارا مال ان کے سامنے رکھدیا جائے، یہ جس قدر مناسب سمجھیں گے لے لیں گے، محمد بن مسلمہ مصر پہنچے تو عمروؓ نے ہدیہ بھیجا، اُنھوں نے واپس کردیا، حضرت عمروؓ کو اس کا بڑا ملال ہوا اور کہا کہ تم نے میرا ہدیہ واپس کردیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا تھا، جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ اور اس میں فرق ہے، اس میں بُرائی پوشیدہ ہے، عمروؓ نے کہا خدا اُس دن کا برا کرے جب میں عمر بن الخطاب کا والی بنا، میں نے عاص بن وائل (عمروؓ کے باپ کا نام ہے) کو دیکھا ہے، وہ جب کمخواب کی قبا زیب بدن کرتے تھے، تو خطاب (حضرت عمرؓ کے باپ) لکڑیوں کا گٹھا گدھے پر لادے پھرتا تھا، آج اُسی خطاب کا بیٹا مجھ پر حکومت جتا رہا ہے، محمد بن مسلمہ نے کہا کہ آپ کے اور ان کے باپ دونوں جہنم کے کندے ہیں، لیکن عمرؓ آپ سے بہتر ہیں، اس کے بعد کچھ سخت گفتگو ہوئی، عمروؓ نے کل مال لاکر سامنے رکھدیا، اُنھوں نے کسی قدر لے کر باقی واپس کردیا، اور مدینہ چلے آئے[1]

محمد بن ربیع نے صحابہؓ مصر کے حال میں اس واقعہ کو درج کیا ہے، ایک حدیث بھی سنداً پیش کی ہے[2]

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک مدینہ میں رہے، پھر ربذہ کی سکونت اختیار کی حضرت عثمانؓ کے قتل کے اندوہناک واقعہ میں بالکل الگ تھے، حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کو فتنہ نے کچھ ضرر نہیں پہنچایا اور وہ محمد بن مسلمہؓ ہیں چند آدمی ربذہ آئے، دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے، اندر گئے تو محمد بن مسلمہؓ سے ملاقات ہوئی، عزلت نشینی کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا جب تک معاملہ صاف نہ ہوجائے

[1] کنز العمال ص۱۸۴، جلد ۳ [2] اصابہ ص۴۳ جلد ۶

ہم کو دخل دینے کی ضرورت نہیں [١]،

جناب امیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کو طلب فرمایا اور پوچھا میرے ساتھ کیوں نہ شریک ہوئے، عرض کی آپ کے بھائی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تلوار دی تھی اور فرمایا تھا کہ مشرکین سے لڑنا اور جب مسلمان سرگرم پیکار ہوں تو اسے احد پر مار کر پاش پاش کر دینا اور گھر میں بیٹھ رہنا، چنانچہ میں نے یہی کیا [٢]،

جمل اور صفین وغیرہ میں کسی فریق کے ساتھ نہ تھے، اس زمانہ میں ایک لکڑی کی تلوار بنائی تھی اور کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے [٣]،

وفات | امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں سنہ ۴۶ھ میں وفات پائی، صفر کا مہینہ تھا کہ ایک شامی جو صوبہ اردن کا رہنے والا تھا، ان کی فکر میں مدینہ آیا، یہ مکان کے اندر تھے، یہ دراتا ہوا اندر چلا گیا اور ان کا کام تمام کر دیا، قصور یہ تھا کہ انھوں نے امیر معاویہؓ کی طرف سے تلوار کیوں نہ اٹھائی [٤]،

اس زمانہ میں مروان، مدینہ منورہ کا امیر تھا، اس نے نماز جنازہ پڑھائی [٥] اور مدینہ کے قبرستان میں دفن ہوئے، وفات کے وقت سن مبارک ۷۷ سال کا تھا،

اہل وعیال | دس لڑکے اور چھ لڑکیاں یادگار چھوڑیں [٦] مشہور لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں،
جعفر، عبد اللہ، سعد، عبد الرحمن، عمرؓ (یہ سب صحابی تھے) محمود،

حلیہ | قد دراز، بدن دہرا، رنگ گندم گوں، سر کے بال آگے سے اڑ گئے تھے،

---

١ اسد الغابہ صفحہ ۳۳۱ جلد ۴ ٢ مسند صفحہ ۲۲۵ جلد ۴ ٣ اسد الغابہ ٤ تہذیب التہذیب
٥ استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ۱ ٦ اسد الغابہ صفحہ ۳۱۰ جلد ۳،

فضل و کمال | فضلائے صحابہؓ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسوں رہے تھے سیکڑوں حدیثیں سنی تھیں لیکن صرف ۶ روایتیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں[2]،

راویوں میں مشاہیر تابعین ہیں، جن کے نام یہ ہیں،

قبیصہ بن ذویب، مسور بن مخرمہ، سہل بن ابی حثمہ، ابوبردہ بن ابی موسیٰ، عروہ، اعرج، ابن حسن،

اخلاق | اخلاق میں دو چیزیں نہایت نمایاں ہیں، حب رسول، اور فتنہ سے کنارہ کشی اور دونوں کے مناظر اوپر گذر چکے ہیں،

[1] استیعاب صفحہ ۲۳۹ جلد ۱ [2] تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵۵ جلد ۹،

حضرت معاذ بن عفراءؓ

نام و نسب معاذ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، معاذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام عفرا بنت عبید بن ثعلبہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار تھا،

اسلام بیعت عقبہ سے قبل مکہ جاکر مسلمان ہوئے، ۵ آدمی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے، ان چھ آدمیوں کے ناموں میں اختلاف ہے، ہم نے موسیٰ بن عقبہ اور ابو الاسود[1] کی روایت پر اعتبار کیا ہے، جو بالترتیب زہری اور عروہ سے اس واقعہ کی روایت کرتے ہیں

مواخاۃ ہجرت کے بعد معمر بن حارث ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے،

غزوات بدر میں شریک تھے، جب شیبہ، عتبہ اور ولید بن عتبہ نے مبارز طلبی کی تو سب سے پہلے یہی تینوں بھائی (معاذ، معوذ، عوف) تیغ بکف میدان میں نکلے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہؓ وغیرہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن ولولۂ جہاد کب دب سکتا تھا، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ ایک صف میں کھڑے تھے، ان کے داہنے بائیں دونوں بھائی آکر کھڑے ہوگئے، وہ ان کو پہچانتے نہ تھے اس بنا پر اپنے گرد دو نوجوانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے، اتنے میں ایک نے آہستہ سے کہا چچا! ابو جہل کہاں ہے؟ انھوں نے کہا برادر زادے! کیا کروگے؟

---

[1] دیکھو فتح الباری ص۱۲۰ جلد ۷،

کہا میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے، اس بنا پر خدا سے عہد کر چکا ہوں کہ اس کو ضرور ماروں گا، یا پھر اسی دھن میں اپنی جان بھی قربان کر دونگا، دوسرے نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی، حضرت عبد الرحمٰنؓ نہایت متعجب ہوئے اور اشارہ سے بتایا کہ دیکھو ابوجہل وہ گشت لگا رہا ہے، اتنا سن کر وہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل کو قتل کر ڈالا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی، پوچھا کس نے قتل کیا، دونوں نے جواب دیا ہم نے فرمایا تلوار دکھاؤ، چنانچہ دونوں کی تلواروں میں خون کا اثر موجود تھا،[1]

صحیح مسلم میں ان دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء مذکور ہے لیکن صحیح بخاری میں ابنا ئے عفراء ہے جس سے صرف معاذؓ اور ان کے بھائی کا مارنا ثابت ہوتا ہے، ابوجہل پر حملہ کرتے وقت ابن ماعص نے کہ قبیلۂ زریق سے تھا، ان پر حملہ کیا، چنانچہ زخمی ہو کر مدینہ آ رہے تھے،

وفات | بعضوں کے نزدیک تو اسی زخم سے فوت ہو گئے بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وفات پائی، اور ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ ۳۷ھ میں انتقال کیا، اس زمانہ میں جناب امیر رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی چھڑی ہوئی تھی،

اخلاق | حبِ رسول کا بہترین ثبوت بدر میں ابوجہل کا قتل ہے، اس میں انھوں نے جانبازی کی جو اعلیٰ مثال پیش کی وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت حیرت انگیز ہے،

فرائض کی بجا آوری میں اہتمام تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے علاوہ اور بھی حج کئے، جن میں سے ایک کا تذکرہ سنن نسائی میں آیا ہے،

[1] صحیح بخاری ص۵۶۸ جلد ۲ و مسلم ص۷۹۶ جلد ۲،

حضرت مجمع بن جاریہؓ

نام و نسب مجمع نام، قبیلۂ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے،
مجمع بن جاریہ بن عامر بن مجمع بن عطاف بن ضبیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن
عمرو بن عوف بن مالک بن اوس،

اسلام ہجرت کے وقت کمسن تھے، اور اسی زمانہ میں اسلام لائے،

غزوات غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کی[1]

وفات امیر معاویہؓ کے آخر زمانۂ خلافت میں انتقال کیا[2]

اولاد حسب ذیل اولاد چھوڑی، یعقوب، یحییٰ، عبید اللہ، بیوی کا نام سلمہ بنت ثابت
ابن دحداحہ بن نعیم بن غنم بن ایاس تھا، اور قبیلۂ قضاعہ کے خاندان بلی سے تھیں[3]،
صاحب طبقات کا بیان ہے کہ ان کی نسل باقی نہیں رہی[4]،

فضل و کمال عہد رسالت میں جن صحابہ نے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا تھا، ان میں حضرت
مجمع بن جاریہ انصاری بھی تھے، لیکن ایک یا دو سورتیں باقی ہی تھیں، کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا وصال ہو گیا[5]، اور وہ اس کام کو مکمل نہ کر سکے،
مسند ابن حنبل میں ہے،

کان احد القرّاء الذین — یعنی وہ ان قاریوں میں تھے جنھوں نے

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۴۲۰ [2] استیعاب ج ۱ ص ۲۶۲ [3] طبقات ج ۵ ص ۱۹۱ [4] ایضاً ج ۵ ص ۱۹۱ [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۳

قرؤا القرآن[1] | قرآن پڑھا تھا،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قرآن کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا تھا[2]، حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی وہیں تھے، انھوں نے بھی ان سے قرآن پڑھا تھا،

حدیثیں بہت کم روایت کیں، صحیح ترمذی میں ۳ حدیثیں ہیں، جن میں بعض صحیح سند سے ثابت ہیں،

راویوں میں یعقوب، عبد الرحمن بن یزید بن جاریہ اور عکرمہ بن سلمہ ہیں،

اخلاق | زہد و تقدس کی وجہ سے اپنی قوم کے امام تھے، اور یہ منصب صغر سنی ہی میں حاصل ہو گیا تھا، باپ نے مسجد ضرار بنائی تھی، معصوم بیٹا اس میں نماز پڑھتا تھا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی بیخ کنی مقصود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو جلوا دیا،

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگوں نے درخواست کی کہ مجمع کو امام بنایا جائے، بولے یہ کبھی نہ ہوگا، وہ مسجد ضرار میں منافقین کی امامت کرتا تھا، مجمع کو خبر ہوئی تو قسم کھا کر کہا کہ مجھے منافقین سے کوئی سروکار نہ تھا، جب ان کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو امامت کی اجازت دی،

---

[1] مسند ج ۳ ص ۲۲۷ و [2] اصابہ ج ۶ ص ۴۶،

حضرت محیصہؓ بن مسعود

نام ونسب | محیصہ نام، ابوسعید کنیت، قبیلۂ اوس سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے محیصہ ابن مسعود بن کعب بن عامر بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو ابن مالک بن اوس،

اسلام | مسعود بن کعب کے دو بیٹے تھے، حویصہ اور محیصہ، حویصہ بڑے تھے، ان کا ذکر صحیحین میں موجود ہے، محیصہ چھوٹے تھے، لیکن ان سے زیادہ عقلمند، ہوشیار اور وقت شناس تھے، ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس مقولہ کے مصداق بنے، بزرگی بعقل ست نہ بسال "

غزوات | احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ احد سے قبل کعب بن اشرف یہودی کا قلع قمع ہو چکا تھا، چونکہ اسکو اور اسکی تمام جماعت کو اسلام سے خاص عداوت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیدیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ اس کو فوراً قتل کردو، ابن سبینہ ایک یہودی تاجر تھا، حویصہ کے اور اس کے خاص تعلقات تھے محیصہ نے اس کو موقع پاکر قتل کر دیا، چونکہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، نہایت برہم ہوئے مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خدا کے دشمن! تیرے پیٹ میں بہت سی چربی اسی کے مال کی ہے محیصہ نے ان کے غصہ اور مار کا صرف ایک جواب دیا، کہ "جس شخص نے مجھ کو اس کے قتل کا حکم دیا، اگر تمھارے قتل کا حکم دے تو تم کو بھی قتل کر دوں"

یہ سنکر سخت متعجب ہوئے، اور حیرت سے پوچھا کیا واقعی اگر وہ میرے مارنے کا حکم دیں تو تم مجھکو مارڈالوگے؟ انھوں نے کہا "خدا کی قسم! ضرور مارونگا"، حویصہ پر اب غصہ کے بجائے حقانیت طاری ہوئی، بولے جس نے تجھ کو ایسا کردیا وہ کوئی عجیب مذہب ہے، اور پھر انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے[1]، محیصہ نے اپنے بھائی کے اس مکالمہ کو نظم کردیا ہے جس کو ہم بھی نقل کرتے ہیں،

یلوم ابن امی لو امرت بقتلہ	لطبقت ذفراہ با بیض قاضب
حسام کلون الملح اخلص عقلہ	متی ما اصوبہ فلیس بکاذب
وما سرنی انی قتلتک طائعا	وان لنا ما بین بصری ومارب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاسیس حکومت کے بعد جب اشاعت اسلام کا محکمہ قائم کیا تو انکو مبلغ بناکر فدک روانہ فرمایا[2]،

وفات | سنہ وفات معلوم نہیں، لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، کیونکہ ان کے پوتے نے ان کو اچھی طرح دیکھا تھا، اور حدیث سنی تھی، اور یہ ثابت ہے کہ ان کے پوتے سنہ ۴۳ھ میں پیدا ہوئے تھے،

اولاد | حدیثوں سے ایک لڑکے کا پتہ چلتا ہے، لیکن نام میں اختلاف ہے، مسند میں ساعدہ اور سعد دو نام آئے ہیں، طبقات میں سعد لکھا ہے، کتب رجال میں ہے کہ بعض لوگ اُن کے صحابی ہونے کے قائل ہیں، اصل نام حرام تھا،

فضل و کمال | عہد نبوت میں اشاعت اسلام جیسے اہم کام پر متعین ہونا، انکے فضل و کمال کی بین دلیل ہے، اس کے علاوہ چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں، جو محمد بن سہل بن

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۳۵ [2] ایضاً ص ۳۳۴،

ابی حثمہ اور حرام بن سعد کے سلسلہ سے مروی ہیں،

اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی، اور اطاعت کا جو جذبہ وہ اپنے دل میں رکھتے تھے اس کی تفصیل اوپر گذر چکی، بارگاہ نبوی میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا، انھوں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا، جواب خلاف مزاج ملا، تو جب تک ان کو اطمینان نہ ہوگیا، اس کو بار بار پوچھتے رہے[1]،

---

[1] مسند ص ۴۳۶ جلد ۵،

حضرت منذرؓ بن عمرو

نام ونسب | منذر نام، اعنق لیموت لقب، قبیلۂ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، منذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الکبیر،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں بیعت کی اور اپنے قبیلہ کے نقیب مقرر ہوئے، حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اسی قبیلہ کے نقیب تھے،[1]

غزوات، عام حالات اور وفات | طلیب بن عمیر سے مواخاۃ ہوئی، بدر اور احد میں شریک ہوئے، موخر الذکر غزوہ میں میسرہ کے افسر تھے،

غزوۂ احد کے ۴ ماہ بعد صفر کے مہینہ میں انصار کے ستر نوجوان جو قراء کے نام سے مشہور تھے، اشاعت اسلام کی غرض سے نجد بھیجے گئے، حضرت منذرؓ اس جماعت کے امیر تھے، بیر معونہ پہونچے تھے کہ رعل اور ذکوان کے سواروں نے گھیر لیا، ان لوگوں نے ہرچند کہا کہ ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے کام سے کسی طرف جاتے ہیں، لیکن ظالموں نے ایک نہ سنی اور سب کو قتل کر ڈالا، صرف منذر باقی رہ گئے، ان سے کہا کہ درخواست کرو تو تم کو امان دیجائیگی لیکن ان کی حمیت یہ بے غیرتی گوارا نہیں کرسکتی تھی، صاف انکار کر دیا، اور جس مقام پر حضرت حرامؓ شہید ہوئے تھے وہیں پہونچکر لڑتے

[1] اسد الغابہ ص۲۹۵ جلد ۴،

اور قتل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو فرمایا اعنق لیموت، یعنی انھوں نے دانستہ موت کی طرف سبقت کی، اس وقت سے ان کا یہ لقب خاص وعام کے زبان زد ہوگیا[1]، یہ اوائل ۴ھ کا واقعہ ہے،

اولاد کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

فضل وکمال جاہلیت میں عربی لکھتے تھے[2]، اسلام میں قرآن وحدیث کی جو واقفیت بہم پہنچائی تھی، اسی کی بنا پر اشاعت اسلام کے لئے وہ منتخب ہوئے اور مبلغین کے امیر بنائے گئے

اخلاق زہد وتقویٰ، عبادت وقیام لیل، یہ تمام قرار کا شیوہ تھا، حضرت منذرؓ بھی انہی اوصاف سے متصف تھے،

---

[1] طبقات ص ۳۶ و ۳۷ جلد ۲ وصحیح بخاری ص ۵۸۶ ج ۲ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۱۸

حضرت نعمانؓ بن بشیر

نام و نسب: نعمان نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلۂ خزرج سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس بن زید بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن الخزرج الاکبر، والدہ کا نام عمرۃ بنت رواحہ تھا، جن کا سلسلۂ نسب مالک اغر پر حضرت نعمانؓ کے آبا سے مل جاتا ہے،

حضرت نعمانؓ کے والد بشیر بن سعد بڑے رتبہ کے صحابی تھے، عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ انصار کے ہمراہ مکہ جا کر بیعت کی تھی، بدر، احد اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، سقیفۂ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے انہی نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی تھی، ۱۲ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کو نکلے، اور واپسی کے وقت عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے،

والدہ بھی جو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ مشہور صحابی کی ہمشیر تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کر چکی تھیں، حضرت نعمانؓ ہجرت کے چودھویں مہینے ربیع الثانی ۲ھ میں اس مقدس گھر میں پیدا ہوئے، ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے، ان کی ولادت کے چھ ماہ بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے،

اسلام کی تاریخ میں ۲ھ کو خاص اہمیت حاصل ہے، آغاز سال ہی سے قریش و دیگر ہمسایہ قبائل سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی، جس کا نتیجہ چند ماہ کے بعد غزوۂ بدر کی صورت

میں رونما ہوا، اس سال جو لڑکے پیدا ہوئے، سب میں اس انقلاب انگیز زمانہ کا اثر موجود تھا، چنانچہ نعمان جو بدر کے وقت ۳۔۴ مہینے کے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہ اسی سال پیدا ہوئے، اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے انقلابات کے بانی ہوئے،

عام حالات باپ ماں کو ان سے بڑی محبت تھی، باپ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور دعا کراتے تھے، ماں کو اس قدر محبت تھی کہ اپنی باقی اولاد کو محروم کرکے تمام جائداد واملاک انہی کے نام منتقل کردینا چاہتی تھیں، ایک روز شوہر کو مجبور کرکے اس پر آمادہ کرلیا اور گواہی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا، حضرت بشیرؓ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے، اور عرض کی کہ آپ گواہ رہیں میں فلاں زمین اپنے اس لڑکے کو دیتا ہوں، فرمایا اس کے دوسرے بھائیوں کو بھی حصہ دیا ہے؟ بولے نہیں، ارشاد ہوا تو پھر میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا، یہ سن کر بشیر اپنے ارادہ سے باز آئے[1]،

چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف سے انگور آئے، آپ نے ان کو دو خوشے عنایت کئے اور فرمایا کہ ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا، نعمان راستہ میں دونوں خوشے چٹ کر گئے اور ماں کو خبر تک نہ کی، چند دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنی ماں کو انگور دیدئیے تھے؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے اُن کی گوشمالی کی اور کہا یا غدر، (کیوں مکار)[2]

اسی زمانہ سے نماز وغیرہ کی طرف توجہ کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات دیکھتے تو ان کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے، منبر کے قریب بیٹھ کر وعظ سنتے[3] ایک مرتبہ انھوں نے دوسرے سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق میں اکثر صحابہ سے زیادہ واقف ہوں[4]

---

[1] مسند ص۲۶۸ جلد ۴ [2] استیعاب ص۳۱۳ جلد ۱ [3] مسند ص۲۶۷ و۲۷۱ جلد ۴ [4] ایضاً ص۲۷۲،

شب قدر کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جاگے تھے اور نمازیں پڑھی تھیں[ع]

ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اس وقت حضرت نعمانؓ کا سن ۸ سال، ۷ ماہ کا تھا،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں امیر معاویہؓ سے جنگ چھڑی تو نعمان نے ان ہی کا ساتھ دیا، اور یہ عجیب بات تھی کہ انصار میں یہی ایک دو صاحب امیر معاویہؓ کے طرفدار تھے، چنانچہ نعمان کے متعلق صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت معاویہؓ کو دوست رکھتے تھے، چنانچہ صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[۱]

وکان هواه مع معاوية وميله اليه والى ابنه يزيد،	یعنی وہ معاویہ اور یزید دونوں کی طرف مائل تھے،

امیر معاویہؓ نے اس کے صلہ میں ان کو جلیل القدر عہدے دیئے، عین التمر میں جناب امیر کی طرف سے مالک بن کعب ارحبی حاکم تھے، امیر معاویہؓ نے ان کو بھیجکر وہاں اسلحہ خانہ پر حملہ کرایا[۲]، فضالہ بن عبید کے بعد دمشق کا قاضی مقرر کیا[۳]، اور جب یمن پر تسلط ہوا، تو عثمان ابن ثقفی کے بعد وہاں کا والی بنایا، اس بنا پر یہ یمن کے (سلطنت بنی امیہ) تیسرے امیر تھے[۴]

سنہ ۵۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو کوفہ کا حاکم بنایا، اور تقریباً ۹ ماہ تک اس منصب پر مامور رہے، امیر معاویہؓ کے بعد یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا، اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو بیعت کے لئے مجبور کیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے صاف انکار کیا، ادھر کوفہ سے شیعیان علی کے خطوط پہنچنے لگے، جن میں اُن کی خلافت تسلیم کرنے پر بڑی آمادگی کا اظہار تھا، چنانچہ

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲۲ جلد ۵ [۲] یعقوبی ص ۲۲ جلد ۲ [۳] ایضاً ص ۲۲ [۴] ایضاً ص ۲۷،

حضرت امام حسینؓ نے حضرت مسلمؓ بن عقیل کو تفتیش حالات کے لئے کوفہ روانہ فرمایا، مسلم کوفہ پہنچے تو شہر کا بڑا حصہ ان کے ساتھ تھا، ۱۲ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت نعمانؓ کو یہ تمام خبریں پہونچ رہی تھیں، لیکن انھوں نے جگر گوشۂ بتول کے معاملہ میں خاموشی ہی کو ترجیح دی،

لیکن جب مختار بن ابی عبید کے مکان میں شیعوں کا اجتماع ہوا اور نقض بیعت کی تیاریاں ہوئیں تو نعمان نے منبر پر ایک پرزور خطبہ دیا، جو درج ذیل ہے،

اما بعد! فاتقوا الله عباد الله	لوگو! خدا سے ڈرو اور فتنہ اور اختلاف پیدا
ولا تسارعوا الی الفتنة والفرقة	کرنے میں جلدی نہ کرو، کیونکہ اس میں
فان فیها یهلك الرجال وتسفك	آدمی ضائع ہوتے ہیں، خونریزیاں ہوتی
الدماء وتغصب الاموال انی	ہیں اور مال غصب کئے جاتے ہیں، جو شخص
لم اقاتل من لم یقاتلنی ولا اثب	مجھ سے نہ لڑیگا میں بھی اس سے نہ لڑونگا، نہ تم
علی من لا یثب علی ولا اشاتمکم ولا	کو برا کہونگا، نہ آپس میں جنگ و جدل
اتحرش بکم ولا اخذ بالقرف	برپا کرونگا، نہ سوءظن اور تہمت میں ماخوذ
ولا الظنة ولا التهمة ولکنکم	کرونگا، لیکن اگر تم نے علانیہ میری نافرمانی
ان ابدیتم صفحتکم لی ونکثتم	کی، بیعت توڑی، اور بادشاہ سے مخالفت
بیعتکم وخالفتم امامکم	شروع کی تو خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ
فوالله الذی لا اله غیره لاضربنکم	میں تلوار رہے گی تم کو ماروں گا، خواہ
بسیفی ما ثبت قائمه فی یدی	تم میں کا ایک شخص بھی میری مدد نہ
ولو لم یکن لی منکم ناصر اما انی	کرے، ہاں مجھے امید ہے کہ تم میں

ارجوان یکون من یعرف الحق منکم	باطل کے بہ نسبت حق کے پہچاننے
اکثر ممن یردیہ الباطل،	والے زیادہ موجود ہیں،

عبداللہ بن مسلم حلیف بنی امیہ بھی مجمع میں موجود تھا، والی حکومت کا یہ تساہل دیکھکر جوش میں اٹھا اور کہا کہ "آپ کی رائے اس معاملہ میں نہایت کمزور ہے، یہ نرمی کا وقت نہیں، اس وقت آپ کو دشمن کے مقابلہ میں سخت ہونا چاہئے" حضرت نعمانؓ نے فرمایا میں خدا کی معصیت میں قوی ہونے سے اس کی اطاعت میں کمزور رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں اور جس پردہ کو خدا نے لٹکا دیا ہے، میں اس کو چاک کرنا مناسب نہیں سمجھتا، عبداللہ نے وہاں سے واپس آکر یزید کو خط لکھا کہ "مسلم نے کوفہ آکر تسلط کر لیا ہے، اگر آپ کو یہاں حکومت کی ضرورت ہے تو کسی قوی شخص کو بھیجئے کہ آپ کے احکام نافذ کر سکے، نعمان بالکل بودے شخص ہیں یا عمداً کمزور بن رہے ہیں"، عبداللہ کے ساتھ عمارہ بن عقبہ، عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی اسی مضمون کے خطوط روانہ کئے، یزید نے نعمان کے بجائے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنایا اور وہ شام چلے گئے[1]، یہ ۶۰ھ کا واقعہ ہے،

اس کے بعد حمص کے امیر مقرر ہوئے، اور یزید کی وفات تک اسی عہدہ پر قائم رہے ۶۴ھ میں جب معاویہ بن یزید کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی اہل شام کو دعوت دی، اور اُن کی طرف سے حمص کے حاکم مقرر ہوئے، بعض روایتوں میں ہے، کہ انھوں نے پہلے تو ابن زبیر کی بیعت لی، اس کے بعد خود اپنی بیعت[2] لینا شروع کر دی لیکن یہ روایت قرین قیاس نہیں، اگر یہ واقعہ ہوتا تو تاریخ اور رجال میں اس کا تذکرہ ہوتا لیکن اکثر تذکرے اس ذکر سے بالکل ساکت ہیں،

---

[1] طبری صفحہ ۲۲۸ و ۳۸ و ۳۹ جلد ۷، [2] اصابہ ص۲۲ جلد ۶،

نعمان کی طرح اور لوگ بھی شام میں ابن زبیرؓ کے طرفدار ہو گئے تھے، مروان نے یہ دیکھکر شام کا سفر کیا، اور ایک لشکر فراہم کر کے ضحاک بن قیس کے مقابلہ کو بھیجا، ضحاک ابن زبیرؓ کی طرف سے بعض اضلاع شام کے حاکم تھے، نعمان کو خبر ہوئی، تو شرحبیل بن ذو الکلاع کے ماتحت کچھ فوج ضحاک کی مدد کے لئے روانہ کی، مرج راہط ایک مقام پر لڑائی پیش آئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی، نعمان کو معلوم ہوا تو خوف کی وجہ سے رات کو حمص سے کوچ کیا، مروان نے خالد بن عدی الکلاعی کو چند سوار دیکر تعاقب کے لئے بھیجا،

وفات | حمص کے نواح میں بیران ایک گاؤں ہے، وہاں سامنا ہوا، خالد نے نعمان کو قتل کر کے سر کاٹ لیا، اور ان کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے مروان کے پاس حاضر ہوا بیوی اپنے شوہر کے پُر عبرت انجام کا تماشہ دیکھ چکی تھی، درخواست کی کہ ان کا سر میری گود میں دیدو کیونکہ میں اس کی سب سے زیادہ مستحق ہوں، لوگوں نے سر ان کی گود میں ڈال دیا، یہ اوائل سنہ ٦٥ھ کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت نعمانؓ کی عمر ٦٤ سال کی تھی،

اہل وعیال | ان کی بیوی جن کا ابھی ذکر ہوا خاندان کلب سے تھیں، ان کا عجیب قصہ مشہور ہے وہ امیر معاویہؓ کے محل میں تھیں کہ انھوں نے ایک روز یزید کی ماں میسون سے کہا کہ تم اس عورت کو جاکر دیکھو، میسون نے دیکھ کر بیان کیا کہ حسن وجمال کے لحاظ سے اپنا نظیر نہیں رکھتی لیکن اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے، اس لئے یہ اپنے شوہر کا سر اپنی گود میں لے گی چنانچہ حبیب بن مسلمہ نے ان کا نکاح کیا اور پھر طلاق دیدی، پھر حضرت نعمانؓ نے نکاح کیا اور قتل ہونے کے بعد جیسا کہ میسون نے پیشین گوئی کی تھی ان کا سر ان کی گود میں رکھا گیا،

• اولاد میں تین لڑکے مشہور ہیں اور وہ یہ ہیں، محمد، بشیر، یزید،

لہ یہ واقعات یعقوبی ص[illegible] جلد ۲ و استیعاب ص[illegible] جلد ا سے لیے گئے ہیں،

فضل وکمال | حضرت نعمانؓ کو حدیث و فقہ سے کامل واقفیت تھی، اور اگرچہ نظم و نسق ملک، اقامت امن اور دوسری ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں ان علوم کی خدمت کا موقع نہ ملا، تاہم دار الامارت فقہ و حدیث کا مخزن بن گیا تھا، ہزاروں مقدمات فیصلہ کے لئے پیش ہوتے تھے، جن کو انہی علوم کی وساطت سے وہ فیصل کرتے تھے،

حضرت نعمانؓ اگرچہ عہد نبوت میں ہشت سالہ تھے، تاہم بہت سی حدیثیں یاد ہو گئی تھیں، بعد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے، اپنے ماموں حضرت ابن رواحہؓ سے بھی حدیث سنی تھی،

اس معاملہ میں اگرچہ نہایت محتاط تھے، تاہم ان کی سند سے ۱۲۴ روایتیں منقول ہیں، فیصلے کے وقت حدیث کا حوالہ دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا، تو فرمایا کہ میں تیرا فیصلہ اسی طرح کروں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا فیصلہ کیا تھا،[۱]

بعض وقت مسائل بھی بتلاتے تھے اور اس کا زیادہ تر خطبوں میں اتفاق ہوتا تھا، خطبے مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کے ہوتے تھے، اور نہایت فصیح و بلیغ ہوتے تھے، طرز ادا اور انداز تعبیر پر جو قدرت تھی، اس کو سماک بن حرب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "میں نے جن لوگوں کے خطبے سنے اُن میں نعمان کو سب سے بڑھ کر پایا،"[۲] خطبہ میں محل و مقام کی مناسب اعضاء کو حرکت دیتے تھے، ایک مرتبہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس لفظ پر انگلی سے کانوں کی طرف اشارہ کیا،[۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے زمانہ کی معاشرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا،

ما کان نبیکم یشبع منہ الدقل ۔ تم مختلف اقسام کے چھوہاروں اور

[۱] مسند ابن حنبل ص۲۷۲ جلد ۴ [۲] تہذیب التہذیب ص۴۴۹ جلد ۱ [۳] مسند ص۲۷۹ جلد ۴،

وما ترضون دون الوان التمر — کھجور پر بھی راضی نہیں، حالانکہ پیغمبر صاحب

والسن بدٌ،[۱] — روٹی چھوہارے سے بھی سیر نہ ہوتے،

ایک مرتبہ منبر پر خطبہ دیا اور اس میں جماعت کو رحمت اور تفریق کو عذاب بنا کر پیش کیا تو یہ اثر ہوا کہ ابو امامہ باہلی اٹھے اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا "علیکم بالسواد الاعظم"[۲] تم پر سواد اعظم کا اتباع فرض ہے،

ان مواقع پر جن لوگوں کو حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا، ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے لیکن وہ لوگ جو تلامذۂ خاص کا درجہ رکھتے ہیں، حسب ذیل ہیں،

شعبی، حمید بن عبد الرحمن، خیثمہ، سماک بن حرب، سالم بن ابی الجعد ابو اسحٰق سبیعی، عبد الملک بن عمیر، یسیع کندی، حبیب بن سالم (نعمان کے میر منشی تھے، مسند ص ۲۷۱ جلد ۴) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، عروہ بن زبیر، ابو قلابۃ الجرمی، ابو سلام الاسود، عیزار بن حریث مفضل بن مہلب بن ابی صفرہ، ازہر بن عبد اللہ حرازی،

نثر کے ساتھ نظم میں بھی دخل تھا یہ اشعار انہی کی طرف منسوب ہیں،

وانی لاعطی المال من لیس سائلاً — وادرک للمولی المعاند بالظلم

وانی متی ما یلقنی صارماً له — فما بیننا عند الشدائد من جرم

فلا تعدد المولی شریکک فی الغنی — ولکنما المولی شریکک فی العدم

اذا مت ذوالقربی الیک برحمة — وغشک واستغنی فلیس بذی رحم

ومن ذاک للمولی الذی یستخفنه — اذاک ومن یرمی العدو الذی ترم

اخلاق | حضرت نعمانؓ شور و شر، فتنہ و فساد اور دیگر انقلابات میں گھرے رہنے کے باوجود

---

[۱] مسند جلد ۴ ص ۲۶۸ [۲] ایضاً ۲۶۸

جبر وظلم روا نہیں رکھتے تھے، وہ نہایت نرم دل اور رحیم تھے اور شورش کے مواقع پر سختی کے بجائے لطف وکرم سے کام لیتے تھے، مورخ طبری لکھتے ہیں،

کان حلیما ناسکا یحب العافیۃ ‏ ‏ ‏ ‏ وہ بردبار، عابد اور عافیت پسند تھے،

مسلم بن عقیل کا واقعہ اور اس کے متعلق حضرت نعمانؓ کا خطبہ اوپر نقل ہو چکا، قیس بن الہیثم کو ایک خط لکھا تو اس میں تحریر فرمایا "تم نہایت بدبخت بھائی ہو، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی، تم نے نہ دیکھا نہ حدیث سنی، آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب بہت سے تیرہ وتار فتنے اٹھیں گے، جن میں آدمی صبح کو مسلمان ہوگا تو شام تک کافر ہو جائیگا، اور لوگ دنیا کی تھوڑی منفعت کے لئے اپنا مذہب بیچ ڈالیں گے"[1]

لیکن یہ نرمی طبع، جبن وبزدلی کا نتیجہ نہ تھی، وہ حلم وتحمل میں جس طرح یکتا تھے، شجاعت وبسالت میں بھی نظیر نہیں رکھتے تھے،

سخاوت کا بھی یہی حال تھا، حمص کے والی ہوئے تو اعشی ہمدانی پہنچا اور کہا کہ میں نے یزید سے مدد کی درخواست کی لیکن اس نے نہ سنی، اب تمہارے پاس آیا ہوں کہ کچھ قرابت کا پاس کرو، اور میرا قرض ادا کرو، نعمانؓ کے پاس کچھ نہ تھا، قسم کھا کر کہا میرے پاس کچھ نہیں، پھر کچھ سوچ کر کہا "ہم" اور منبر پر کھڑے ہو کر ۲۰ ہزار کے مجمع میں ایک خطبہ دیا، جس کا مضمون حسب ذیل ہے،

"لوگو! اعشی ہمدانی تمہارے ابن عم ہیں، مسلمان اور عالی خاندان ہیں، ان کو روپیہ کی ضرورت ہے" اور تمہارے پاس اسی غرض سے وارد ہوئے ہیں، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ تمام مجمع نے یکزبان ہو کر کہا "جو آپ کا حکم ہو" فرمایا "نہیں، میں کچھ حکم نہیں دیتا" کہا

---

[1] مسند ج۴ جلد ۴،

تو نی کس ایک دینار" (۵ روپیے) فرمایا "نہیں دو شخصوں میں ایک دینار" سب نے منظور کیا تو کہا کہ سردست میں ان کو بیت المال سے دیئے دیتا ہوں جب تنخواہ کا روپیہ برآمد ہوگا تو وضع کر لیا جائیگا" حضرت نعمانؓ نے ۱۰ ہزار دینار[1] (۵۰ ہزار روپیہ) دئیے تو اعشی سراپا تشکر و امتنان تھا، چنانچہ حسب ذیل اشعار مدح میں کہے،

فلم ار للحاجات عند انکماشها　　　کنعمان اعنی ذا الندی ابن بشیر

حاجتوں کے پیش آنے کے وقت میں نے　　　سخی نعمان بن بشیر کی طرح کسی کو نہیں دیکھا

اذا قال ادنی بالمقال و لم یکن　　　کمدل الی الاقوام حبل غرور

جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اپنے قول کو ایفا کرتے ہیں　　　اس شخص کی طرح نہیں جو لوگوں کیطرف دھوکے کی ڈوری لٹکاتے ہیں

فلولا اخوالانصار کنت کنازل　　　ثوی لم ینقلب بنقیر

اگر یہ انصاری نہ ہوتے تو میں اس شخص کیطرح　　　ہوتا جو کہیں اتر کر ٹھہرے اور کچھ لیکر نہ لوٹے

متی اکفر النعمان لم ارک شاکرا　　　ولا خیر فیمن لم یکن بشکور

جب میں نعمان کا کفران کروں تو مجھ میں احسانمندی کا مادہ نہیں کہ جو شکر گذار نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں

---

[1] یہ استیعاب کی روایت ہے اسد الغابہ میں ۴۰ ہزار دینار لکھا ہے اس حساب سے دو لاکھ روپئے ہوئے،

حضرت نعمان بن عجلانؓ

نام ونسب | نعمان نام، خاندان زریق سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، نعمان بن عجلان بن نعمان ابن عامر بن زریق اپنی قوم کے سردار تھے، اور انصار کی عمومی سیادت کی وجہ سے گویا اون کی زبان بن گئے تھے،

حالات | ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بیمار ہوئے، تو آپ خود عیادت کو تشریف لائے اور صحت کی دعا فرمائی،[1]

جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل تھے، حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت ابن عباسؓ کی طرح شاید وہ بھی خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے، چنانچہ انکے خاندان کا جو شخص بھی ان کے پاس پہنچتا اسکو انعام واکرام سے مالامال کردیتے، ایک شاعر نے اس واقعہ کو نظم کردیا ہے،

وفات | حضرت علیؓ یا امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی،

اہل وعیال | اہل وعیال کی تفصیل معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے، کہ بیوی کا نام خولہ بنت قیس تھا، جو انصار سے تھیں، پہلے حضرت حمزہؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منسوب تھیں، ان کی شہادت کے بعد ان کے نکاح میں آئیں،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، پست قد، سرخ رنگ، لوگ ان کو کم رو سمجھتے تھے،

فضل وکمال | شاعر تھے اور شعر اچھے کہتے تھے، عہد خلافت راشدہ اور انصار کے نمایاں کارناموں کو نظم کا جامہ پہنایا ہے، جو اور کتابوں میں منقول ہے،

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۶ جلد ۵،

تو حرکت کرنے کے بھی قابل نہیں، ۱۰ روز کے بعد جب ۵۰ دن پورے ہوئے تو توبہ قبول ہوئی اور یہ آیت اتری " وعلی الثلثۃ الذین خلفوا[1] "

غالباً اس واقعہ کے بعد ہی لعان کا واقعہ پیش آیا، شریک بن سحما ایک شخص تھے، ہلال نے اپنی بیوی کو ان کے ساتھ متہم کیا اور جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، ارشاد ہوا "کہ دو صورتیں ہیں، یا تو ثبوت پیش کرو یا اپنی پیٹھ پر درّے کھاؤ" ہلال نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس دوسرے کو دیکھے تو کیا اس کے لئے اس کا ثبوت بھی بہم پہنچانا ضروری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثبوت پیش کرو ورنہ سزا ہوگی، تو ہلال بولے "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچا ہوں، اور امید ہے کہ خدا میری برأت میں قرآن نازل کریگا جس سے میری پیٹھ حد سے بچ جائیگی،، اس کے بعد آیت لعان (والذین یرمون ازواجھم الخ سورۂ نور) اتری، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بلا بھیجا اور ہلالؓ بھی آگئے اور انھوں نے شہادت دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں ایک یقیناً جھوٹا ہے، تو کیا تم سے کوئی توبہ کرتا ہے، پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی شہادت دی، پانچویں مرتبہ لوگوں نے اسکو روکا اور کہا کہ اس قسم کا نتیجہ قطعی برآمد ہوگا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "وہ عورت یہ سنکر ہچکچائی اور پیچھے ہٹ گئی اور ہم نے یہ سمجھا کہ وہ اعتراف کرے گی، لیکن اس نے کہا کہ "میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کرسکتی"، اور اس نے اپنی شہادت پوری کردی، ارشاد ہوا، خیال رکھنا، اگر سرمگیں چشم، پرگوشت سرین اور موٹی پنڈلیوں والا لڑکا ہو تو شریک کا سمجھا جائیگا، چنانچہ شریک کا ہمصورت لڑکا پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم نہ آیا ہوتا، تو میرا اس کے ساتھ کچھ اور سلوک ہوتا[2]

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۵ و ۶۳۶ جلد ۲ [2] ایضاً ص ۷۹۶

اوپر گذر چکا ہے کہ یہی عورت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی خدمتگزاری کی اجازت لینے آئی تھی، تو آپ کے استفسار پر کہا تھا،

واللہ ما بہ حرکۃ الی شئی ــــ میرا شوہر کسی قسم کی حرکت کے قابل نہیں،

اس سے قیاس ہوتا ہے، کہ حضرت ہلالؓ کا خیال بالکل صحیح تھا، چنانچہ ایسا ہی واقع بھی ہوا،

وفات | سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہیں، لیکن، ابن شاہین نے لعان کے قصہ کو جس سلسلہ سے روایت کیا ہے اس میں آخر نام عکرمہ کا ہے، جنھوں نے ہلال سے بلا واسطہ اس قصہ کو سنا تھا اگر یہ صحیح ہے تو حضرت ہلالؓ نے، امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی،

اخلاق | صحیح بخاری میں کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہلالؓ اور فلاں دونوں نہایت صالح تھے[1] اور درحقیقت بنو سلمہ کے بت توڑنا، تبوک میں اور لوگوں کے برخلاف جھوٹ اور بہانہ سے گریز کرنا، اپنی بیوی کے واقعہ میں صاف گوئی سے کام لینا، ان کے جوش ایمان زہد و تقویٰ اور راست بازی و صداقت کی نہایت روشن علامات ہیں،

---

[1] صحیح بخاری ص ۶۳۳ جلد ۲،

حلفاے انصار

یعنی

وہ لوگ جو قبائل انصار کے ہم معاہدہ تھے

حضرت ابوبردہؓ بن نیار

نام و نسب | ہانی نام، ابوبردہ کنیت، قبیلۂ بلی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہانی بن نیار بن عمرو بن عبید بن کلاب بن دھمان بن غنم بن ذبیان بن ہمیم بن کاہل بن ذہل بن بلے،

اسلام | عقبۂ ثانیہ میں مسلمان ہوئے،

غزوات | بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں شرکت کی، غزوۂ احد میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے، جن میں ایک ابوبردہؓ کا تھا، فتح مکہ میں بنو حارثہ کا علم انہی کے پاس تھا،

عہد نبوت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے،

وفات | امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ۴۱ھ میں وفات پائی،

اولاد | کوئی اولاد نہیں چھوڑی،

لہ ماخوذ از کتب رجال،

فضل وکمال البتہ معنوی اولاد بہت سی ہیں، اوران میں سے بعض کے نام یہ ہیں
براءبن عازبؓ) بھانجے تھے) جابربن عبداللہؓ، عبدالرحمن بن جابرؓ، کعب بن
عمیربن عقبہ بن نیار، نصربن سیار، بشیربن یسار،
روایتوں کی تعداد (۲۰) ہے،

حضرت ثابت بن دحداحؓ

نام ونسب ثابت نام، ابو الدحداح کنیت، قبیلۂ بلی کے خاندان انیف یا عجلان سے تھے، اور عمرو بن عوف کے حلیف تھے، سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن دحداح بن نعیم بن غنم بن ایاس،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات غزوۂ احد میں نمایاں شرکت کی، جنگ کی شدت سے جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو انھوں نے آگے بڑھکر انصار کو آواز دی، " ادھر! ادھر! ثابت بن دحداح میں ہوں! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہوئے تو خدا موجود ہے، تم کو اپنے دین کے لئے لڑنا چاہئے، خدا فتح و نصرت عطا فرمائے گا" انصار کے چند جانباز اس دعوتِ حق کے خیر مقدم کے لئے بڑھے، قریش مکہ کی ایک زبردست جماعت جس میں خالد، عمرو ابن عاص، عکرمہ بن ابوجہل، ضرار بن خطاب اور دیگر رؤسائے قریش تھے، قریب کھڑی تھی، انھوں نے گروہ انصار کے ان جانبازوں کے ساتھ اس جماعت پر حملہ کیا، خالدؓ نے بڑھ کر نیزہ مارا جس سے حضرت ابو دحداحؓ زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے، لوگ اٹھا کر گھر لائے اور علاج شروع کیا، اس وقت تو خون بند ہوگیا اور وہ اچھے ہوگئے، لیکن غزوۂ حدیبیہ کے بعد یکایک زخم پھر پھٹ گیا، اور اسی کے صدمہ سے انھوں نے وفات پائی، یہ ۶ھ کا واقعہ ہے،

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے اور دفن کرنے کے بعد گھوڑا منگا کر سوار ہوئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا جنت میں چھوہارے کی کتنی شاخیں ہیں جو ابن دحداح کے واسطے لٹکائی گئی ہیں؛[1]

اس کے بعد عاصم بن عدی کو طلب فرمایا اور پوچھا تم لوگوں سے ان کی کچھ قرابت تھی؟ بولے نہیں، ابو لبابہ بن عبد المنذر ان کے بھانجے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ ان کے حوالہ کیا،[2]

اہل وعیال کوئی اولاد نہ تھی، بیوی کا نام ام دحداح تھا، مسند کی ایک حدیث میں ان کا ذکر ہے،

اخلاق جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ جب آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ فرمایا ہاں، حضرت ابو دحداح رض نے اپنا مال صدقہ کر دیا،[3]

ایک شخص اپنے باغ کی دیوار اٹھانا چاہتا تھا، بیچ میں دوسرے کا درخت پڑتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ درخت مجھ کو دلوا دیجئے، آپ نے درخت والے کو بلا کر فہمایش کی، اس نے انکار کیا تو فرمایا اس کے عوض جنت میں ایک درخت لو، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا، حضرت ابو دحداح رض نے سنا تو اس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھ سے دیوار لے لو اور اپنا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو، اس نے منظور کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور اس واقعہ سے آگاہ کیا، آپ نہایت خوش ہوئے اور

---

[1] صحیح مسلم ص ۳۵۶ جلد ۱ [2] اسد الغابہ ص ۱۸۵ جلد ۵ [3] اسد الغابہ ص ۱۸۵ و اصابہ ص ۵۸ جلد ۷،

فرمایا ابو دحداح رضؓ کے لئے جنت میں کتنے درخت ہیں،

حضرت ابو دحداح رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر باغ میں آئے اور بیوی سے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ، میں نے یہ باغ جنت کے ایک درخت کے معاوضہ میں بیچ ڈالا، شوہر کی طرح بیوی بھی نہایت سعادت مند تھیں، خوشی سے اس واقعہ کو سنا اور بولیں کہ یہ نہایت نفع کا سودا ہے[1]

[1] اصابہ ص۵۹ جلد ۷،

حضرت حذیفہؓ بن الیمان

نام و نسب حذیفہ نام، ابو عبداللہ کنیت، صاحب السر لقب، قبیلۂ غطفان کے خاندان عبس ہیں، نسب نامہ یہ ہے، حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ ابن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی، والدہ کا نام رباب بنت کعب بن عدی بن عبد الاشہل تھا،

حضرت حذیفہؓ کے والد اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر کے مدینہ گئے تھے، اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، عبد الاشہل کے خاندان سے حلف کا تعلق ہوا، پھر بعد میں باہم قرابت بھی کر لی، کہتے ہیں کہ اوس و خزرج کا تعلق چونکہ یمن سے تھا، اس لئے ان کی قوم نے ان کا نام یمان رکھدیا[1]، عبد الاشہل میں جو نکاح کیا تھا، اس سے حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی، حذیفہ، سعد، صفوان، مدلج، لیلٰے[2] یہ لوگ اولاد یمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

اسلام والدین نے اسلام کا زمانہ پایا، اور مشرف باسلام ہوئے، بھائی بہنوں میں صرف حذیفہؓ اور صفوان کو یہ سعادت حاصل ہوئی، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اقامت گزیں تھے، حضرت حذیفہؓ ہجرت کر کے مکہ پہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت اور نصرت کے متعلق رائے طلب کی تو آپ نے ہجرت کے بجائے نصرت کو ان کے لئے تجویز فرمایا[3]،

---

[1] اصابہ ص۳۳ جلد ۱ [2] ایضاً ص۲۳۳ جلد ۲ [3] اسد الغابہ ص۳۹۱ جلد ۱،

غزوات اگرچہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، تاہم اپنے باپ کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلے تھے، لیکن راستہ میں کفار قریش نے روکا کہ محمدؐ کے پاس جانے کی اجازت نہیں، بولے کہ محمد کے پاس نہیں بلکہ مدینہ جاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمدؐ کی طرف سے شریک نہ ہوں، انھوں نے خدمت اقدس میں پہونچ کر ساری داستان سنائی، ارشاد ہوا کہ اپنے عہد پر قائم رہو اور مکان واپس جاؤ، باقی فتح و نصرت تو وہ خدا کے ہاتھ ہے، ہم اسی سے طلب بھی کریں گے[۱]"

غزوۂ احد میں شریک ہوئے، والد بھی موجود تھے، اور ثابت بن وقش کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر متعین تھے[۲]، جب مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو کسی شیطان نے آواز دی، دیکھنا مسلمان پہونچ گئے، چنانچہ مشرکین کا ایک دستہ پلٹ پڑا، جس سے مسلمانوں کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی، حضرت حذیفہؓ کے والد درمیان میں تھے، یہ دیکھ کر کہ ان کی خیر نہیں، حضرت حذیفہؓ نے آواز دی "خدا کے بندو! یہ میرے باپ ہیں" لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سن سکتا تھا، ایک مسلمان نے نادانستہ قتل کر دیا، حضرت حذیفہؓ کو معلوم ہوا تو انتہائی حلم و عفو سے کام لیکر کہا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ، خدا تم لوگوں کی مغفرت کرے[۳]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہؓ کو دیت عطا کی، اور اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا[۴]،

غزوۂ خندق میں نمایاں حصہ لیا، قریش مکہ جس سر و سامان سے اٹھے تھے اس کا یہ اثر تھا کہ مدینہ منورہ کی بنیادیں ہل گئیں، مدینہ کے چاروں طرف کوسوں تک آدمیوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں دعا کی اور مدینہ کی حفاظت[۵] کے

---

[۱] صحیح مسلم صفحہ ۸۹ جلد ۲، [۲] و [۳] اصابہ صفحہ ۱۳ جلد ۲ [۴] صحیح بخاری صفحہ ۵۸۱ جلد ۲ [۵] اصابہ صفحہ ۱۴ جلد ۲

لئے خندق کھدوائی، ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا، جو مسلمانون کے حق مین تائید غیبی سے کم نہ تھا، قریش کا لشکر جنگل مین خیمہ زن تھا کہ یکایک نہایت تیز و تند ہوا چلی جس سے خیمون کی طنابین اکھڑ گئین، ہانڈیان الٹ گئین، اور سردی نہایت تیزی سے چمک اٹھی، ابوسفیان نے کہا اب خیر نہین یہان سے فوراً کوچ کرنا چاہئے[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگون کی بڑی فکر تھی ارشاد ہوا "کوئی جاکر مشرکین کی خبر لائے، تو اس کو قیامت مین اپنی معیت کی بشارت سناتا ہون"، سردی اور پھر ہوا کی شدت، کوئی شخص ہامی بھرتا تھا، آپ نے ۳ مرتبہ یہی جملہ دہرایا، لیکن کسی طرف سے جواب مین کوئی صدا نہ اٹھی، چوتھی بار آپ نے حذیفہ کا نام لیا کہ "تم جاکر خبر لاؤ" چونکہ نام لے کر پکارا تھا، اس لئے تعمیل ارشاد مین اب کیا چارہ تھا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمت اقدس مین آئے، ارشاد ہوا دیکھو "مشرکین کو میری طرف سے خوف نہ دلانا" یعنی موقع پاکر کسی پر حملہ نہ کر دینا، حضرت حذیفہؓ بہت تیز چلے، مشرکین کے پڑاؤ پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوسفیان بیٹھے سینک رہا ہے، چاہا کہ تیر و کمان سے اس کا خاتمہ کر دین، لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا اور اپنے ارادے سے باز آگئے، واپس ہوئے تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب تک نماز مین مصروف ہین، نماز سے فارغ ہوئے تو خبر سنی، اس کے بعد آپ نے حضرت حذیفہؓ کو کمبل اڑھایا اور وہ یہین شب باش ہوئے، صبح ہوئی تو فرمایا قم یا نومان[2] اے سونے والے اب اٹھ،

خندق کے بعد دیگر غزوات اور واقعات مین بھی شرکت کی،

عام حالات | عہد نبوت کے بعد عراق کی سکونت اختیار کی، اور کوفہ، نصیبین اور مدائن مین اقامت گزین ہوئے، نصیبین مین کہ الجزیرہ کا ایک شہر تھا شادی بھی کی[3]،

عراق کے اضلاع فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے وہان بندوبست کا ارادہ کیا، تو دو مہتمم

[1] طبقات ص ۵ جلد ۲ قسم ۱ [2] صحیح مسلم ص ۸۹ جلد ۲ [3] اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ۱،

مقرر کئے، علاقہ فرات کے حضرت عثمان بن حنیفؓ، اور نواحِ دجلہ کے حضرت حذیفہؓ افسر مقرر ہوئے[۵۱]
نواحِ دجلہ کی رعایا نہایت بے ایمان اور شریر تھی، اس نے اپنے مہتمم بندوبست حضرت حذیفہؓ کو
اس کام میں کوئی مدد نہ دی بلکہ الٹے مسخرہ پن کیا،

با این ہمہ حضرت حذیفہؓ نے بندوبست کیا، اور تشخیص ایسی معقول کی، کہ حکومت کی آمدنی
بڑھ گئی، چنانچہ جب حضرت عمرؓ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی اور انھوں نے کہا کہ "شاید زمین پر زیادہ
بوجھ ڈالا گیا ہے" تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا "لقد ترکت فضلہ"[۵۲] میں نے بہت زیادہ چھوڑ
دیا ہے،

۱۸ھ[۵۳] میں نہاوند پر فوج کشی کی تیاریاں ہوئیں، اس وقت حضرت حذیفہؓ کوفہ میں
مقیم تھے، حضرت عمرؓ کا خط ملا کہ کوفہ کی فوج کو لے کر نکلو، اور نعمان بن مقرن کے لشکر سے مل
جاؤ،[۵۴] حضرت نعمانؓ نے نہاوند کے قریب پڑاؤ ڈالا اور فوج کی ترتیب قائم کی، حذیفہ کو میمنہ پر
کیا، لڑائی شروع ہوئی، اور سخت کشت و خون کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، اسی میں حضرت
نعمانؓ نے شہادت حاصل کی، حضرت عمرؓ نے سائب بن اقرع سے فرمایا تھا کہ نعمان قتل ہوں تو
حذیفہ امیر ہوں گے[۵۵] نعمان نے بھی وفات سے قبل ان کی امارت کی وصیت کی تھی، چنانچہ
ان کی شہادت کے بعد جب لوگوں کو امیر کی تلاش ہوئی تو معقل نے حذیفہ کی طرف اشارہ کر کے
کہا کہ تمہارے امیر یہ ہیں، اور امید ہے کہ خدا ان کی آنکھیں فتح و ظفر کے ذریعہ سے ٹھنڈی
کرے گا، تمام لشکر نے حضرت حذیفہؓ سے امارت پر بیعت کی اور وہ فوج لے کر نہاوند
کی طرف بڑھے،[۵۶]

نہاوند میں ایک آتش کدہ تھا، اس کا موبد خدمت میں حاضر ہوا، اور درخواست کی

[۵۱] کتاب الخراج ص ۲۱ [۵۲] ایضاً ص ۳۱ [۵۳] طبری ص ۲۶۳۲ [۵۴] ایضاً ص ۲۶۰۱ جلد ۵ [۵۵] اخبار الطوال ص ۱۳۴ [۵۶] طبری ص ۲۶۰۲ و ۲۶۰۶ جلد ۵

کہ مجھے امان ملے تو ایک متاع بے بہا کا پتہ دون، حضرت حذیفہؓ نے امان دی، اور اس نے کسریٰ کے نہایت بیش بہا جواہرات لاکر پیش کئے، حضرت حذیفہؓ نے مالِ غنیمت تقسیم کرکے پانچوان حصّہ مع جواہرات کے حضرت عمرؓ کی خدمت مین بھیج دیا، حضرت عمرؓ جواہرات دیکھ کر غصّہ ہوئے اور ابن ملیکہ سے فرمایا فوراً واپس لے جاؤ اور حذیفہ سے کہو کہ ان کو بیچ کر فوج مین تقسیم کردین، حضرت حذیفہؓ اُس وقت ماہ (نہاوند) مین مقیم تھے، انھون نے ۴ کرور درہم پر جواہرات فروخت کئے[1]،

اس موقع پر حضرت حذیفہؓ نے اہل شہر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ بتمامہ درج کیا جاتا ہے،

هذا ما اعطى حذيفة بن اليمان	حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ کو ان کے جان ومال
اهل ماه دينار اعطاهم الامان	اور جائداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب
على انفسهم واموالهم واراضيهم	سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے
لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم	پر مجبور کئے جائیں گے، اور ان مین ہر
وبين شرائعهم ولهم المنعة	بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا
ما ادوا الجزية في كل سنة الى	کرے گا، مسافرون کو راستہ بتائے گا راستون
من وليهم من المسلمين على كل	کو درست رکھے گا، اسلامی لشکر کی جو
حالم في ماله ونفسه على قدر	یہان ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت
طاقته وما ارشدوا ابن السبيل	کرے گا اور سلطنت کا خیرخواہ رہے گا
واصلحوا الطرق وقروا جنود المسلمين	ان صورتون مین ان کی جان ومال اور ١

[1] طبری صفحہ ۲۶۲۸ و ۳۰ جلد ۵،

من مرّ بهم فآووا اليهم يوماً	زمین محفوظ رہے گی، اور اگر انھون نے
وليلة ونصحوا فان غشوا وبدلوا	اس عہد مین خیانت کی اور ان کی روش مین
فذمتنا منهم بريئة	تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہین

یہ عہد نامہ محرم ۱۹؁ھ مین لکھا گیا اور اس پر قعقاع، نعیم بن مقرن، سوید بن مقرن کی گواہی ثبت کی گئی،[۱] آج مہذب ممالک مین اپنے دشمنون کے ساتھ جو عہد نامے کئے جاتے ہین، اُن کا اس عہد نامہ سے مقابلہ کرو، کیا اس عفو و ترحم، اور اس درگذر و حلم و رواداری کے باوجود بھی مسلمان متعصب، ظالم، جابر، اور سخت گیر کے القاب کے سزاوار ہوسکتے ہین،

نہاوند فتح کرنے کے بعد حضرت حذیفہ اپنے سابق عہدہ یعنی بند وسبت کی افسری پر واپس آگئے،[۲]

۲۲؁ھ مین حسب روایت بلاذری حملۂ آذربائیجان مین فوج کا علم ملا، چنانچہ نہاوند سے چل کر اردبیل پہونچے جو آذربائیجان کا دار السلطنت تھا، یہان کے رئیس نے، باجروان، میمند، سراۃ، سبز، میانج وغیرہ سے ایک لشکر فراہم کرکے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، پھر ۸ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوئی، حضرت حذیفہ رضؓ وہان سے موقان اور جیلانی کی طرف بڑھے اور فتح حاصل کی، اسی اثنا مین دربار خلافت سے ان کی معزولی کا فرمان پہونچا، اور عتبہ بن فرقدؓ ان کی جگہ پر مقرر ہوئے،[۳]

اس کے بعد غالباً مدائن کے والی بنائے گئے، حضرت عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ عاملون کے فرمان تقرری مین اپنے احکام اور ان کے فرائض درج کرتے تھے، لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو

۱؎ طبری ص۲۶۳۳ جلد ۵ ۲؎ طبری ص۲۶۳۵ جلد ۵ ۳؎ یہ تفصیل بلاذری مین ہے، طبری مین حملۂ آذربائیجان اور ۸ لاکھ درہم پر صلح کرنے کا ایک موقع پر ضمناً ذکر آیا ہے، دیکھو صفحہ ۲۸۰۶ جلد ۵ طبری،

فرمان تھا اس میں صرف یہ لکھا کہ "تم لوگ ان کی اطاعت کرنا اور جو طلب کریں دے دینا" حضرت حذیفہؓ مدائن پہونچے تو معززین شہر نے استقبال کیا، اور جب فرمانِ امارت پڑھا تو ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ جو مانگنا ہو مانگئے، ہم لوگ ہر طرح حاضر ہیں، حضرت حذیفہؓ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے قدم بقدم چلتے تھے فرمایا کہ "مجھے صرف اپنے پیٹ کا کھانا اور گدھے کے چارہ کی ضرورت ہے، جب تک یہاں رہونگا تم سے اسی کا طلب گار ہوں" کچھ زمانہ کے بعد حضرت عمرؓ نے دار الخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے، حذیفہؓ اپنی اسی قدیم شان سے نکلے تو حضرت عمرؓ سامنے آکر لپٹ گئے، اور فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہوں[۱]، اس کے بعد اسی عہدہ پر قائم رکھا،

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت علیؓ کے ابتداے زمانۂ خلافت تک اسی منصب پر فائز رہے[۲]، ۳۰ھ عہد حضرت عثمانؓ میں سعید بن عاص کے ہمراہ کوفہ سے غزوۂ خراسان کے لئے نکلے، طمیسہ نام ایک بندرگاہ پر لڑائی ہوئی، یہاں سعید بن عاص نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی تو ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کیا ہے[۳]، فتح حاصل کر کے رے کی مہم پر روانہ ہوئے، پھر وہاں سے سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے ہمراہ آرمینیہ کا رخ کیا، اس وقت وہ کوفہ کی تمام فوج کے افسر اعلیٰ تھے[۴]،

۳۱ھ میں خاقان خزر سے ایک عظیم جنگ پیش آئی، جس میں سلمان اور ۴ ہزار مسلمانوں نے شہادت حاصل کی، حضرت حذیفہؓ سلمان کے بجائے لشکر کے امیر ہوئے[۵]، لیکن پھر دوسری مہم میں چلے گئے، اور مغیرہ بن شعبہ کا ان کی جگہ پر تقرر ہوا،

حضرت حذیفہؓ نے باب پر تین مرتبہ[۶] حملہ کیا، تیسرا حملہ ۳۴ھ میں ہوا تھا[۷]، یہ حضرت عثمانؓ

---

[۱] اسد الغابہ ص ۳۹۲ جلد ۱ [۲] اصابہ ص ۳۳۲ جلد ۱ [۳] مسند ص ۳۸۵ جلد ۵ و طبری ص ۲۸۳۶ و ۲۸۳۷ جلد ۵، [۴] ایضاً ص ۲۸۹۳ [۵] یعقوبی ص ۱۹۳ جلد ۲ [۶] طبری ص ۲۸۹۴ [۷] ایضاً ص ۲۹۳۶ جلد ۱۶

کا اخیر عہد خلافت تھا غزوہ ختم کر کے مدائن آئے، اور زمام حکومت ہاتھ میں لی،

وفات | یہاں پہونچ کر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ سنا،[۱] اور اس کے ۴۰ روز کے بعد خود بھی وفات پائی، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے،

وفات سے پہلے ان کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں، موت مجھکو محبوب ہے، لیکن اس لئے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا، اور میرا حشر کیا ہوگا، جس وقت انھوں نے آخری سانس لی تو فرمایا "خدایا اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا، کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں"[۲]

جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا، ایک شخص نے اشارہ کرکے کہا کہ میں نے ان سے سنا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کے بیان کرنے میں ہم کو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تم لوگ آمادۂ قتال ہو تو میں اپنے گھر بیٹھ رہونگا، اس پر بھی کوئی وہاں پہونچے گا تو کہونگا کہ آ اور میرے اور اپنے گناہ اپنے سر لے،[۳]

وفات کے وقت اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علیؓ سے بیعت کرنا، چنانچہ ان دونوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی اور صفین میں قتل ہوئے،[۴] حضرت حذیفہؓ نے خود بھی حضرت علیؓ سے بیعت کی تھی،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، ابو عبیدہ، بلالؓ، صفوان، سعد، صاحب طبقات کے زمانہ میں ان کی اولاد مدائن میں موجود تھی،[۵] بیویاں غالباً دو تھیں،

حلیہ | صورت سے حجازی معلوم ہوتے تھے، حلیہ یہ تھا، قد متوسط، بدن اکہرا، آگے کے دانت[۶]

---

۱ طبقات ص۸ جلد۶ ۲ ایضاً ۳ اسد الغابہ ص۳۹۲ جلد۱ ۴ مستدرک ص۳۸۱ جلد۳ ۵ استیعاب ص۱ جلد۱ ۶ طبقات جلد۶ ص۸

خوبصورت[1]، نظر اس قدر تیز تھی کہ صبح کے اندھیرے میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے،

فضل وکمال حضرت حذیفہؓ علمائے کبار میں تھے، فقہ وحدیث کے علاوہ اسلام پر قیامت تک جو انقلابات ہونے والے ہیں، اُن کے بہت بڑے عالم تھے، منافقینِ اسلام کے متعلق جو واقفیت تھی، اس کے لحاظ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تسلیم کئے جاتے تھے،

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے تھے، اور لوگ بھی تھے، دجال کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق ان سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں[2]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک خطبہ میں قیامت تک کے تمام واقعات صحابہ کے سامنے بیان فرمائے تھے، حضرت حذیفہؓ کو وہ خطبہ یاد تھا، بعض باتیں فراموش ہوگئی تھیں لیکن جب کوئی واقعہ پیش آتا تو یاد آجاتی تھیں، بعینہ اس طرح کہ آدمی کسی شخص کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور پھر اسکو بھول جاتا ہے لیکن پھر جب کبھی سامنا ہوتا ہے، تو اس کی پہلی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے[3]،

ان کا خود بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام واقعات کی خبر دیدی تھی، صرف ایک بات باقی رہ گئی تھی، اور وہ یہ کہ مدینہ والوں کے مدینہ سے نکلنے کا سبب کیا ہوگا[4]،

صحابہ عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل اعمال، نماز، روزہ اور اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہؓ یہ نہیں پوچھتے تھے، اُن کا قول ہے کہ

كنت اسالہ عن الشر مخافة	میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برائیاں
ان يدركني[5]	پوچھتا تھا کہ اُن میں مبتلا نہ ہوجاؤں،

صحابہ میں ان کا لقب "محرم راز نبوت" تھا، حضرت ابو درداءؓ کہتے تھے،

---

[1] مسند ص ۴۰۰ و ۴۰۳ جلد ۵ [2] صحیح مسلم ص ۵۱۴ جلد ۲ [3] ایضاً ص ۴۹۵ جلد ۲ [4] ایضاً

[5] صحیح بخاری ص ۱۰۴۹ جلد ۲،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس بہت سے صحابہ جمع تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے، حضرت حذیفہؓ نے کہا "مال و دولت، اہل و عیال اور ہمسایہ کے متعلق آدمی سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے، اس کا نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کفارہ ہو جاتا ہے"
حضرت عمرؓ نے کہا "یہ پوچھنے کا یہ مقصد نہیں، وہ فتنے بتاؤ جو سمندر کی طرح جوش ماریں گے"، حذیفہؓ نے جواب دیا کہ "آپ کے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے، اس لئے آپ کو تردد کی ضرورت نہیں"، فرمایا "دروازہ کھولا جائیگا یا توڑا جائیگا"، بولے توڑا جائیگا، فرمایا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا، کہا جی ہاں[1]
حضرت حذیفہؓ نے جب ایک مجلس میں یہ حدیث بیان کی تو وہاں شقیق بھی تھے انھوں نے کہا کہ کیا عمرؓ کو دروازہ کی خبر تھی؟ فرمایا ہاں جس طرح تم یہ جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا تو دروازہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا خود عمرؓ۔[1]

حضرت حذیفہؓ سے اس قسم کی بہت سی روایتیں ثابت ہیں اور اس قسم کے اسرار ان کو بہت معلوم تھے جو زیادہ تر اسلام کی سیاست سے تعلق رکھتے تھے، صحابہ میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ اور بھی ماہرین اسرار تھے جن کا وجود ہم کو حضرت حذیفہؓ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے، صحیح مسلم میں ان سے روایت[2] ہے کہ

"میں اس وقت سے قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں، لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سوا اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک مجلس میں ایک دن یہ باتیں بتلائیں تھیں، اور چھوٹے بڑے تمام واقعات کی خبر دی تھی، چنانچہ ان میں سے میرے سوا اب کوئی باقی نہیں، حضرت حذیفہؓ اپنے علم سے وقتاً فوقتاً کام لیتے اور مسلمانوں کو ان کے مستقبل

[1] صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۱ جلد ۲   [2] صحیح مسلم صفحہ ۴۹ جلد ۲،

کی نسبت مطلع کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ عامر بن حنظلہ کے گھر میں خطبہ دیا تو فرمایا،

ان ھذا الحی من مضر لا تدع اللّٰہ فی الارض عبدا صالحا الا افتتنہ واھلکتہ حتیٰ یدرکھا اللّٰہ بجنود من عبادہ فیذلھا حتیٰ لا تمنع ذنب تلعۃ

قریش ایک زمانہ میں دنیا کے کسی نیک بندہ کو نہ چھوڑیں گے، اور اس کو فتنہ سے آلودہ کرکے ہلاک کریں گے، اس وقت خدا ان کو اپنے بندوں کی ایک فوج سے بالکل پامال کر دیگا،

لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں، آپ خود بھی تو قریشی ہیں، فرمایا اس کو کیا کروں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے،

ایک مرتبہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو باتیں بیان کی تھیں جن میں ایک کو میں دیکھ چکا، دوسری کا انتظار ہے، اس کے بعد خود کہتے ہیں، کہ مجھ پر ایک وقت تھا، کہ جس امیر سے بیعت کرتا اس کی نسبت مجھ کو کچھ تردد نہ ہوتا تھا، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام کے ذریعہ اور نصرانی ہوتا تو مسلمان عمال کے ذریعہ سے ہم پر حکومت کرتا تھا، لیکن اب میں بیعت میں تامل کرتا ہوں، میری نگاہ میں اس کے اہل صرف چند اشخاص ہیں، میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کر سکونگا،

حضرت حذیفہؓ نے اسلام کے مستقبل کی نسبت ایک پیشینگوئی فرمائی ہے جو آج ہماری حالت پر بالکل صادق آتی ہے اور وہ یہ ہے،

لا تقوم الساعۃ حتی یسود کل قبیلۃ منافقوھا قیامت اس وقت آئیگی جب قبیلوں کے سردار منافق ہوجائینگے

حضرت حذیفہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کو صاحب خلاصہ نے ۲۲۵ سے اوپر شمار کیا ہے یہ ذخیرہ حضرت حذیفہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے فراہم کیا تھا، ان کے راویان حدیث میں متعدد صحابہ ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، جابرؓ، جندب بن عبد اللہ بجلیؓ

عبداللہ بن یزید خطمی، ابوالطفیل، تابعین میں کثیر جماعت ہے بعض کے نام یہ ہیں قیس بن ابی حازم، ابو وائل، زید بن وہب، ربعی بن خراش، زر بن حبیش، ابو ظبیان حصین بن جندب، صلہ بن زفر، ابوادریس خولانی، عبداللہ بن عکیم، اسود بن یزید نخعی، عبدالرحمان بن یزید، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ہمام بن الحارث، یزید بن شریک التیمی،

مہماتِ سلطنت کی وجہ سے اگرچہ بہت کم فرصت رہتی تھی تاہم جب کبھی فرصت ملتی تو حدیث کا درس دیتے تھے، کوفہ کی مسجد میں حلقہ قائم ہوتا اور حضرت حذیفہؓ حدیث بیان فرماتے[۱]

شاگردان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے، یشکری ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام مجمع خاموش اور ایک شخص کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں،

کانما قطعت رؤسھم[۲] گویا مجمع کے سر کاٹ لئے گئے ہیں،

شاگردوں کے خوف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب انھوں نے حضرت عمرؓ سے متعلق فتنہ والی حدیث بیان کی تو باوجود اس کے کہ پوری حدیث رموز و اشارات کا مجموعہ تھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی، چنانچہ انھوں نے مسروق کو جو عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشد تلامذہ میں تھے[۳]، اس کے پوچھنے پر آمادہ کیا، اور انھوں نے پوچھا،

ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ معراج کی حدیث بیان کر رہے تھے کہ زر بن حبیش آئے حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے، زر بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تھے، اور نماز پڑھی تھی، فرمایا گنجے تیرا کیا نام ہے، میں تجھے پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا انھوں نے نام بتایا تو فرمایا، کہ تمھیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی کہا قرآن سے فرمایا آیت پیش کرو، انھوں نے وہ آیت پڑھی جس میں معراج کا تذکرہ ہے[۴]

[۱] مسند ج۵ جلد ۵ [۲] ایضاً ص۳۸۶ جلد ۵ [۳] صحیح بخاری ص۱۰۵۵ جلد ۲،

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ الخ (وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت لیگیا) حضرت حذیفہؓ نے کہا، اس میں نماز کا کہاں تذکرہ ہے، زرنے لاجواب ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا[1]،

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں،

وانا ان سالناہ لم یحدثنا[2] ہم ان سے حدیث کی خواہش کرتے تو نہ بیان کرتے،

اسی وجہ سے لوگ موقع کے منتظر رہتے تھے، جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وہ حدیث بیان کرتے تو تمام مجمع کو نہایت اہتمام سے خاموش کیاجاتا تھا، دہقان کے واقعہ میں جب حدیث بیان کی تو لوگوں نے کہا، اسکتوا اسکتوا[3]، چپ رہو، چپ رہو،

ایک مرتبہ وہ اور حضرت ابو مسعودؓ ساتھ تھے، ایک نے دوسرے سے حدیث کی درخواست کی تو ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا کہ بل حدث انت[4] تم ہی بیان کرو،

اخلاق وعادات زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے زمانۂ امارت میں بھی طرز معاشرت میں کوئی تغیر نہ پیدا ہوا، عجم کی آب وہوا میں رہنے، اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود، کوئی سازوسامان نہیں رکھتے تھے، سواری کے لئے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے، استغنا کا یہ عالم تھا کہ قوت لایموت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ مال بھیجا تو سب اٹھا کر تقسیم کر دیا[5]،

اس استغنا کے ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی میں جو انہماک تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام رات نماز پڑھتے رہ گئے اور رات تک نہ کی، صبح کے وقت جب حضرت بلالؓ نے اذان پکاری تو اس وقت تک ان بزرگوں کی

[1] مسند ج۵ ص۳۸۷ [2] جلد ۵ ایضاً ص۳۹۵ [3] جلد ۵ ایضاً ص۳۹۶ [4] ایضاً ص۴۰۲ [5] اسد الغابہ ص۳۹۲ جلد ۱

صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں[۱]،

امر بالمعروف کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے، غایت احتیاط کی بنا پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کیا کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے، ان کو معلوم ہوا تو کہا کہ یہ شدت ٹھیک نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گھوڑے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا، میں آپ کے ساتھ تھا، ہٹنا چاہا تو ارشاد ہوا کہ قریب رہو، چنانچہ میں بالکل آپ کی پشت کے قریب ہی کھڑا رہا[۲]،

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حذیفہؓ آئے اور فرمایا کہ یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق میں شمار کی جاتی تھیں[۳]،

ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز پڑھ رہا تھا، حضرت حذیفہؓ آئے تو فرمایا تم کتنے زمانہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہو؟ بولا ۴۰ برس سے، فرمایا، تمھاری ۴۰ سال کی نماز بالکل رائگاں گئی، اور اگر اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے تم مر گئے تو دین محمدی پر نہ مرو گے، اس کے بعد اس کو نماز کا طریقہ تبلایا، اور کہا چھوٹی رکعت پڑھو لیکن رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو[۴]،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں ربعی زیارت کے لئے مدائن آئے تو پوچھا کہ عثمانؓ پر خروج کن لوگوں نے کیا ہے، ربعی نے نام گنائے تو فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا، اور امارت کو ذلیل کیا وہ خدا کے نزدیک بالکل بے وقعت ہے[۵]،

ایک شخص مجلس کے وسط میں بیٹھا تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے[۶]

عرب میں وفات کی خبر نہایت اہتمام سے مشتہر کی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

۱ مسند ص۴ جلد ۵ ۲ ایضاً ص۳۸۲ جلد ۵ ۳ ایضاً ص۳۸۴ ۴ ایضاً ص۳۸۲ ۵ ایضاً ص۳۸۵
۶ ایضاً ص۳۹۸،

اس کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت حذیفہؓ اس پر اس شدت سے عامل تھے کہ جب کوئی مرتا تو اس کی خبر تک نہ کراتے کہ شاید اس میں بھی وہ صورت پیدا ہو جائے[1]،

راستبازی خاص شعار تھی، ان کے ایک شاگرد ربعی حدیث روایت کرتے تو کہتے،

حدثنی من لم یکذبنی — مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جو مجھ سے جھوٹ نہ بولتا تھا،

لوگ سمجھ جاتے کہ حذیفہؓ مراد ہیں[2]،

ایک شخص حضرت عثمانؓ کو ان کی باتیں پہنچاتا تھا، سامنے سے نکلا، تو لوگوں نے کہا کہ یہ امراء کے پاس تمام خبریں لیجاتا ہے، فرمایا ایسا شخص جنت میں نہیں جا سکتا[3]،

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو بتلایئے جو آپ سے رفتار و گفتار و مذہب غرض ہر چیز میں مشابہ ہو، فرمایا ایسے شخص ابن مسعود ہیں لیکن جب تک گھر کے باہر رہتے ہیں، باقی گھر میں کیا کرتے ہیں، اس کی مجھکو اطلاع نہیں[4]،

عفو و درگذر جس پیمانہ پر موجود تھا، وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے، ان کے والد کو مسلمانوں نے غلطی سے قتل کر دیا، انھوں نے غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کے بجائے، ان کے لئے مغفرت کی دعا کی، عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے، کہ عفو و درگذر کی صفت حضرت حذیفہؓ میں اخیر وقت تک موجود تھی[5]،

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال غزوہ خندق کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ میں ایک شخص بھی مشرکین کے لشکر میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا، لیکن حضرت حذیفہؓ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت حاصل کی

۱؎ مسند ص ۴۰۲ جلد ۵ ۲؎ ایضاً ص ۳۸۵ و ۴۰۱ ۳؎ ایضاً ص ۳۸۹ ۴؎ ایضاً ص ۳۸۹ و ۳۹۴ ۵؎ صحیح بخاری ص ۵۸۱ جلد ۲،

ایک مرتبہ راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، اور آپ ان کی طرف بڑھے، تو بولے میں جنبی ہوں، فرمایا مومن نجس نہیں ہو سکتا[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کھانے کی سعادت حاصل ہوتی تو پہلے خود نہ شروع کرتے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا فرماتے تھے[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقرب وخصوصیت کا یہ عالم تھا، کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ سے ٹیک لگائی[۳]، ایک مرتبہ ازار کی حد بتائی، تو ان کی پنڈلی دست مقدس سے پکڑی[۴]، غزوہ خندق کی رات کو مشرکین کی خبر لائے تو اپنا کمبل اڑھایا، اور اپنی سواری پر بٹھایا[۵]، ایک رات اپنے حجرہ میں رکھا، ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھے تو لحاف کا ایک کنارہ خود اوڑھے تھے اور دوسرا حضرت عائشہؓ پر پڑا تھا، اور وہ نسوانی مجبوری کی وجہ سے نماز کو نہ اٹھ سکیں[۶]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو بااوقات، ظہر، عصر، مغرب، عشا کی نماز آپ کے ساتھ پڑھتے اور اتنے عرصہ تک شرف صحبت سے مشرف رہتے[۷]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے، اور طہارت کے لئے پانی دیتے تھے[۸]

ایک روز ان کی والدہ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب سے نہیں گئے انھوں نے مدت بیان کی تو بہت خفا ہوئیں، اور سخت سست کہا، بولے اچھا چھوڑیئے جاتا ہوں اور مغرب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا ہوں، اور اپنے اور آپ کے لئے استغفار کراتا ہوں، چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر آپ کے پیچھے ہو لئے،

---

[۱] مسند ص۳۸۴ [۲] ایضاً ص۳۸۳ [۳] ایضاً ص۳۹۱ [۴] ایضاً ص۳۸۲ [۵] ایضاً ص۳۹۳ [۶] ایضاً ص۳۹۴

[۷] ایضاً ص۳۹۲، [۸] ایضاً

آپ نے مڑکر دیکھا تو یہ نظر آئے، پوچھا کون حذیفہ! فرمایا غفر اللہ لک ولامک[۱] خدا تجھے اور تیری ماں دونوں کو بخشے،

تمام لوگوں سے اچھی طرح ملتے لیکن بیوی سے سخت گفتگو کرتے، اس کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا کہ تم استغفار کیا کرو[۲]،

غصہ کم آتا تھا، لیکن جب احکام شرع پامال ہوتے دیکھتے تو ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی، مدائن میں کسی جگہ پانی مانگا، ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں لاکر پیش کیا، تو انھوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس پر کھینچ مارا اور فرمایا کہ کیا میں نے تم کو تنبیہ نہیں کردی تھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے[۳]

بغض و کینہ دیر تک قائم نہ رکھتے، جن لوگوں سے شکر رنجی ہو جاتی تھی، اُن سے جلد صاف ہو جاتے تھے، اصحاب عقبہ میں سے ایک صاحب سے کسی معاملہ میں بگاڑ ہو گیا تھا، اور بول چال ترک ہو گئی تھی، لیکن حضرت حذیفہؓ نے خود ہی چھیڑ کر گفتگو کی، اور بالآخر اُن کو بھی اپنا طرز عمل بدلنا پڑا[۴]

استغنا کے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں، طبعاً بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، کوئی کھانے کے وقت پہونچ جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے[۵]،

مذکورۂ بالا محاسن و مکارم کی بنا پر حضرت عمرؓ ان کا بڑا احترام کرتے تھے، جس جنازہ پر وہ نماز پڑھتے خود بھی پڑھتے، اور جس پر وہ نماز نہ پڑھتے، حضرت عمرؓ بھی نہ پڑھتے تھے[۶]،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنائیں پیش کیجئے، سب نے کہا کہ زر و جواہر سے بھرا ہوا ایک گھر ملتا اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے، حضرت عمرؓ نے کہا میری تمنا تو یہ ہے کہ مجھ کو ابو عبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان جیسے لوگ ملیں اور انکو سلطنت کے عہدے تفویض کردوں[۷]،

۱؎ مسند ص ۳۹۱ ۲؎ ترمذی ص ۶۲۵ ۳؎ مسند ص ۳۹۴ جلد ۵ ۴؎ ایضاً ص ۳۹۲ ۵؎ ایضاً ص ۳۹۱ ۶؎ ایضاً ص ۳۹۱
۷؎ اسد الغابہ ص ۳۹۱ جلد ۱ ۸؎ ایضاً ص ۳۹۲ ،

حضرت زیدؓ بن سعنہ

زید نام، بنی اسرائیل سے تھے، اور یہود میں بہت بڑے حبر (عالم) شمار ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صورت دیکھتے ہی ان کو آپ کی نبوت کا یقین ہوگیا، توراۃ میں نبوت کی جو علامات مذکور ہیں اُن سے تطبیق دی تو صرف دو باتوں کی کمی محسوس ہوئی جن کا تعلق اخلاق سے تھا، اور انہی کی تحقیق پر ان کا ایمان لانا موقوف تھا،

چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز دربار نبوی میں ایک سوار پہنچا کہ فلاں گاؤں کے لوگ مسلمان ہوگئے ہیں، لیکن قحط زدہ ہیں، آپ سے کچھ امداد ہوسکے، تو دریغ نہ کیجئے، شہنشاہ مدینہ کے پاس نام خدا کے سوا اور کیا تھا، زید کو اب آزمایش کا موقع ملا، توراۃ میں پیغمبر کی دو علامتیں مذکور ہیں، ایک یہ کہ اس کا علم اس کے غیظ و غضب پر سبقت کرتا ہے، اور دوسری یہ کہ جاہلانہ حرکتوں کا جواب تحمل سے دیتا ہے، زید علم کے ساتھ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے، حضور کی خدمت میں آئے اور کہا، محمد! اگر چاہو تو فلاں باغ کے چھوہارے اتنی مدت کے لئے میرے ہاتھ رہن کردو، آپ نے ۸۰ دینار (۴۰۰ روپیے) پر چھوہاروں کی ایک معین مقدار رہن کردی اور روپیہ سوار کے حوالہ کیا، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لائے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ تھے، نماز سے فارغ ہوئے تو زید نے میعاد ختم ہونے سے قبل ہی تقاضا شروع کیا اور نہایت سختی کی، چادر اور قمیص کا دامن پکڑا، پھر آپ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا "محمد! میرا حق نہ دوگے؟ خدا کی قسم عبدالمطلب کی اولاد ہمیشہ کی نادہند ہے،" یہ جملہ سن کر حضرت عمرؓ

کو طیش آگیا، بولے خدا کے دشمن! میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں کہتا ہے، خدا کی قسم وار خالی جانے کا احتمال نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "یہ بات زیبا نہیں، تم ان کا قرض ادا کرنے کی فکر کرو، ان کو لیجا کر روپیہ دو، ۲۰ صاع اور زیادہ دینا جو اس خفگی کا جرمانہ ہے"، زید نے حضرت عمرؓ سے تیور دیکھ لیا، اور چونکہ ان دونوں وصفوں کی اب تصدیق ہوگئی تھی، اس لئے کلمۂ توحید پڑھ کر فوراً مسلمان ہوگئے،

غزوات اکثر غزوات میں شامل ہوئے،

وفات غزوۂ تبوک میں مدینہ واپس ہوتے وقت شہادت نصیب ہوئی، اس غزوہ میں نہایت شجاعت سے لڑے تھے، صاحب اصابہ لکھتے ہیں، استشہد فی غزوۃ تبوک مقبلا غیر مدبر،[1]

---

[1] اصابہ ص۲۸ جلد ۳،

حضرت سعدؓ بن جنبہ

نام و نسب | سعد نام، ابن جنبہ عرف، قبیلہ بجیلہ سے ہیں اور عمرو بن عوف کے حلیف ہیں سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن بجیر بن معاویہ بن نفیل بن سدوس بن عبد مناف بن ابی اسامہ بن سحمہ ابن سعد بن عبد اللہ بن قداذ بن معاویہ بن زید بن غوث بن انمار بن اراش،

والدہ کا نام جنبہ بنت مالک تھا، اور قبیلہ عمرو بن عوف سے تھیں، اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوئیں،

اسلام | حضرت سعدؓ بھی ان کے ساتھ اسلام لائے،

غزوات | غزوہ بدر اور احد میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے[۱]، غزوہ خندق میں شرکت کی، اس وقت ۱۵ برس کا سن تھا، نہایت جوش سے لڑے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارا کیا نام ہے" بولے "سعد بن جنبہ" فرمایا اسعد اللہ جدک خدا تمھیں خوش نصیب کرے، پھر پاس بلا کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا[۲]،

سنہ ۶ھ میں غابہ نامی ایک مقام پر غزوہ کے لئے گئے، یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۰ اونٹنیاں چرنے کے لئے گئی تھیں، عیینہ بن حصن کے ۴۰ سوار آکر ان کو ہانک لے گئے، ایک شخص دوڑتا ہوا مدینہ آیا، کھڑے ہو کر فریاد کی الفزع الفزع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سن کر سواروں کو امداد کے لئے بھیجا، لیکن سواروں کی روانگی سے قبل عمرو بن عوف

---

[۱] استیعاب صفحہ ۵۶۹ جلد ۲ [۲] اسد الغابہ صفحہ ۲۷۵ جلد ۲

آواز پہونچ گئی تھی، اور وہاں سے ابو قتادہ رضؓ اور سعد بن حبتہؓ وغیرہ روانہ ہو چکے تھے، موقع پہ پہونچ کر مقابلہ ہوا، ابو قتادہ نے سعد پر حملہ کیا اور ابن حبتہ نے اسکو مار کر گرا دیا،[1]

مصنف اصابہ نے اس واقعہ کو احد سے متعلق بتایا ہے، لیکن وہ ابن کلبی کی روایت ہے، اور بخاری و مسلم کے علاوہ تمام کتب سیر کے خلاف ہے، غزوۂ ذی قرد کے (ہیرو) حضرت سلمہ رضؓ بن اکوع ہیں، جن سے صحیح مسلم میں ایک طویل روایت منقول ہے، اسکا ایک فقرہ یہ ہی

فواللہ ما بثنا الا ثلث ليال حتى	غزوہ ذی قرد کے بعد ۳ دن بھی نگذرے
خرجنا الى خيبر مع رسول اللہ	تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
صلى اللہ عليہ وسلم[2]	خیبر کی لڑائی پر ہم لوگ روانہ ہوئے،

صحیح بخاری سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، باب غزوہ ذات القرد میں ہے،

وهي الغزوة التي اغاروا	ذی قرد وہ غزوہ ہے جس میں کفار نے
على لقاح النبي صلى اللہ عليہ وسلم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر
قبل خيبر بثلاث[3]	خیبر سے ۳ روز قبل اوٹ ڈالی تھی،

مسلم کی روایت میں ایک اور جملہ مذکور ہے،

ثم قدمنا المدينة فبعث	ہم (یعنی سلمہ) حدیبیہ سے مدینہ آئے تو
رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم بظهره	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنیاں
مع رباح غلام رسول اللہ صلى اللہ	رباح کے ہاتھ جو آپ کے غلام تھے (دفاعہ)
عليہ وسلم وانا معه[4]	روانہ کیں میں بھی رباح کے ساتھ چلا،

ان روایتوں سے حسب ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے،

۱؎ طبقات ابن سعد ص ۵۸ جلد ۲ قسم ۱ و اصابہ ص ۶۲ جلد ۳ ۲؎ مسلم ص ۱۰۲ جلد ۲ ۳؎ بخاری ص ۶۰۳ جلد ۲ ۴؎ مسلم ص ۹۹ جلد ۲

۱۔ غزوہ غابہ، حدیبیہ کے بعد ہوا،

۲۔ حضرت سلمہؓ لڑائی اور لوٹ سے پہلے غابہ میں موجود تھے،

۳۔ غزوۂ غابہ کے ۳ دن بعد خیبر کی مہم پیش آئی،

اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ کا ہے، کیونکہ صلح حدیبیہ سنہ ۶ھ اور خیبر اوائل سنہ ۷ھ میں پیش آیا تھا، اس لئے اس کو غزوۂ احد سے ملحق سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں،

وفات عہد نبوت کے بعد کوفہ میں اقامت کی اور یہیں انتقال کیا، حضرت زید بن ارقمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۵ تکبیریں کہیں،

اولاد ۳ بیٹے اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، فقہ حنفی کے دست راست اور اسلام کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ انہی کی اولاد ہیں[1]،

فضل و کمال روایتیں بہت کم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے بھی حدیثیں سنی تھیں، راویوں میں ان کے ایک بیٹے نعمان ہیں،

---

[1] اصابہ ص۲۲ جلد ۳،

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وفات امیر معاویہؓ کے عہد میں وفات پائی، سنہ میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ ۵۴ھ تھا، عمر ۷۷ سال تھی،

اولاد عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، معبد، محمد، قصہ کعب کے ارکان خمسہ تھے، ان میں سے اول الذکر کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب ان کے والد نابینا ہوگئے تو یہ اون کے قائد اور راہ نما بنتے تھے،[۵]

فضل وکمال حدیث کی کتابوں میں ۸۰ روایتیں ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسید بن حضیر سے روایت کی ہے، راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، امام باقر رضی اللہ عنہ، عمرو بن حکم بن ثوبان، علی بن ابی طلحہ، عمر بن کثیر بن افلح، عمر بن حکم بن رافع، جیسے اکابر شامل ہیں،

مشہور شاعر تھے، طبیعت اچھی پائی تھی، اور اشعار میں جدت تھی، جاہلیت میں شاعری کے انساب سے مشہور ہوچکے تھے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شعر کہنا کیسا ہے؟ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، مسلمان اس کی وجہ سے تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے، جب یہ شعر کہا،

زعمت سخینۃ ان ستغلب ربہا   فلیغلبن مغالب الغلاب،

سخینہ کا گمان ہے کہ اسکا معبود اسکو غالب کریگا   بہتر ہے وہ تمام غالب آنے والوں کے غالب (خدا) پر غلبہ حاصل کریگا

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے تم نے خدا کو مشکور بنایا،

ان کی شاعری کا موضوع کفار کو لڑائی سے ڈرانا اور مسلمانوں کا اون کے قلوب میں سکہ جمانا تھا، دربار رسالت میں تین شاعر تھے اور تینوں کے موضوع جداگانہ تھے انہی میں سے ایک حضرت کعبؓ بھی تھے، کلام کے اثر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ صرف دو بیت کہے

والی کوفہ کا انتقال ہوگیا، اور زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی ہوگیا، تو اُس نے حضرت سمرہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا، وہ بصرہ اور کوفہ میں ۶-۶ ماہ رہتا تھا، حضرت سمرہؓ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے، وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ پہنچتا تو یہ بصرہ چلے جاتے تھے،

زیاد کا عہد حکومت ہر حیثیت سے یادگار رہے گا، اس کے عہد میں امن وامان کا اس درجہ اہتمام تھا کہ کسی قسم کی شورش بصرہ اور کوفہ میں نشوونما نہ پا سکی، انقلاب پسندوں کا ایک گروہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھا، اُس نے ایک مرتبہ سر اٹھایا تو اچھی طرح اس کی سرکوبی کی گئی،

خوارج جن کا ظہور جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا، نہایت مفسد اور شورش پسند تھے، باوجود اس کے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے جنگ نہروان میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے، لیکن پھر بھی پورے طور پر ان کا استیصال نہ ہو سکا، وقتاً فوقتاً سرکشی کرتے اور علم بغاوت بلند کرتے تھے، بصرہ اور کوفہ ان کے مرکز تھے، زیاد کو ان کے قلع قمع کرنے کی بڑی فکر تھی حسن اتفاق سے سمرہ بھی اس کے ہمخیال تھے، اس بنا پر سمرہ نے خوارج کے قتل کا بالکل تہیہ کر لیا[1]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں[2]،

کان اذا اتی بواحد منھم قتلہ	سمرہ کے پاس جو خارجی آتا قتل کراتے،
و یقول شر قتلی تحت ادیم السماء	اور کہتے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے بدتر
یکفرون المسلمین و یسفکون	مقتول ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں
الدماء،	اور خونریزی کرتے ہیں،

خوارج اسی شدت اور عداوت کی وجہ سے حضرت سمرہؓ کو برا کہتے اور اُن کی روش پر اعتراض کرتے تھے ان کے مقابلہ میں فضلائے بصرہ کا ایک گروہ جس میں ابن سیرینؒ اور حسن بصریؒ،

---

[1] طبری ص ۹۱ جلد ۷ [2] اسد الغابہ ص ۳۵۵ جلد ۲

بھی شامل تھے، ان کی تعریف کرتا، اور ان کی طرف سے جواب دیتا تھا،

رمضان ۵۳ھ میں جب زیاد نے وفات پائی تو نظام حکومت میں بھی کچھ تغیر ہوا بصرہ اور کوفہ دو جدا گانہ صوبے قرار پائے اور دونوں کے الگ الگ والی مقرر ہوئے، حضرت سمرہؓ بصرہ کے والی مقرر ہوئے، جو کم و بیش ایک سال تک اس منصب پر رہے اور ۵۴ھ میں امیر معاویہؓ کے حکم سے معزول ہوئے،

وفات ۵۴ھ میں انتقال کیا، جسم میں سردی سما گئی تھی، علاج کے لئے گرم پانی کی دیگ پر عرصہ تک بیٹھے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، آخر اس نے مرض الموت کی صورت اختیار کر لی، ایک روز شدت سے سردی محسوس ہوئی، آتشدانوں میں آگ جلوا کر چاروں طرف رکھوائی، لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا، فرمایا کیا بتلاؤں کہ پیٹ کی کیا حالت ہے، غرض اس بے چینی میں دیگ پر بیٹھے، اور کھولتے پانی میں گر کر انتقال فرما گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ ابو محذورہؓ اور سمرہؓ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم تینوں میں سب کے بعد مرنے والا آگ میں جل کر مریگا، چنانچہ حضرت سمرہؓ کی وفات سے اس پیشینگوئی کی تصدیق ہو گئی،[1]

اولاد اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں، دو لڑکوں کے نام یہ ہیں، سلیمانؓ، سعدؓ،

فضل وکمال حضرت سمرہؓ فضلاء صحابہ میں تھے، اور باوجودیکہ عہد نبوت میں صغیر السن تھے سیکڑوں حدیثیں یاد تھیں، استیعاب میں ہے[2]

کان من الحفاظ المکثرین عن	وہ حدیث کے حافظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	سے کثیر روایت کرتے تھے،

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان کی احادیث کا ایک بڑا نسخہ ان کے بیٹے کے پاس تھا[3]

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۲ جلد ۷ و اسد الغابہ ص ۳۵۵ جلد ۲ و استیعاب ص ۵۸ جلد ۲ [2] استیعاب ص ۲۶ جلد ۲ [3] تہذیب ص ۱۹۸ جلد ۴

سیرین کہتے ہیں کہ یہ رسالہ علم کے بہت بڑے حصہ پر مشتمل تھا،[۵۱]

حضرت سمرہؓ کو احادیث یاد رکھنے میں خاص اہتمام تھا، حافظہ غیر معمولی تھا، جس بات کا ارادہ کرتے یاد ہو جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو جگہ ٹھہرا کرتے تھے، ایک تکبیر کے بعد جب سبحانک اللّٰہم پڑھتے، دوسرے "ولا الضالین" کے بعد جب آمین کہتے، یہ حضرت سمرہؓ کو یاد تھا، اور وہ اس پر عامل بھی تھے، حضرت عمران بن حصینؓ جو ان سے معمر تھے بھول گئے تھے، سمرہ نے نماز میں اس پر عمل کیا تو معترض ہوئے، حضرت ابی بن کعبؓ کو مدینہ خط لکھا گیا، انھوں نے جواب دیا سمرہ کو ٹھیک یاد ہے،[۵۲]

اسی طرح خطبہ میں ایک حدیث روایت کی، ثعلبہ بن عباد عبدی موجود تھے، کہتے ہیں کہ جب دوبارہ بیان کی تو الفاظ میں کہیں بھی تفاوت نہ تھا،[۵۳] باایں ہمہ قوت حفظ، روایت حدیث میں محتاط تھے، مسند احمد میں ہے،

انہ لیمنعنی ان اتکلم بکثیر مما کنت	میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت
اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کچھ سنا ہے لیکن اس کو بیان کرنے میں اکابر
ان ھٰھنا من ھو اکثر منی وکنت	صحابہ کا ادب مانع ہوتا ہے، یہ لوگ مجھ سے
لیلتئذ غلاماً وانی کنت لاحفظ	عمر میں بڑے ہیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ما اسمع منہ (مسند ص۱۹ ج۵)	کے زمانہ میں لڑکا تھا تاہم جو کچھ سنتا تھا یاد رکھتا تھا،

کبھی کبھی احادیث روایت کرتے اور کسی کو کوئی شبہ ہوتا تو اس کا جواب دیتے تھے، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کو سنا اور پوچھا کہ کیا کھانا زیادہ ہو گیا تھا؟ بولے تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن وہاں آسمان کے سوا اور کہیں سے نہیں بڑھا تھا،[۵۴]

۵۱ اسد الغابہ ص۳۵۴ جلد ۲ ۵۲ مسند ص جلد ۵ ۵۳ ایضاً ص۱۶ ۵۴ ایضاً ص۱۸،

حضرت سمرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سے روایتیں کی ہیں، کتابوں میں ان کی سند سے کل (۱۲۳) حدیثیں مندرج ہیں، راویوں کے نام حسب ذیل ہیں،

حضرت عمران بن حصینؓ، شعبی، ابن ابی لیلی، علی بن ربیعہ، عبداللہ بن بریدہ، حسن بصری، ابن سیرین، مطرف بن شخیر، ابو العلاء، ابو رجاء، قدامہ بن وبرہ، زید بن عقبہ، ربیع بن عمیلہ، ہلال بن یساف، ابو نضرۃ العبدی، ثعلبہ بن عباد،

اخلاق | حضرت سمرہؓ میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں، وہ نہایت امانت دار، راست گو اور بہی خواہ اسلام تھے[1]،

پچھنا لگانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس پر عملدرآمد کرتے تھے[2]،

عرب میں احنف نامی ایک شخص نے ایک خاص قسم کی تلوار ایجاد کی تھی، جو حنفیہ کے نام سے مشہور تھی؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی قسم کی تلوار تھی، سمرہ نے اس کی نقل بنوائی، ان کے شاگردوں میں ابن سیرین نے بھی اس کی نقل لی تھی[3]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا دو جگہ سکوت کرتے تھے، حضرت سمرہؓ کا بھی اسی پر عمل تھا[4]،

[1] استیعاب ص۵۹ جلد ۲ [2] مسند ص۱۰ جلد ۵ [3] ایضاً ص۲۰ [4] ایضاً ص۲۳ جلد ۵،

حضرت طلحہؓ بن البراءؓ

طلحہ نام، قبیلۂ عمرو بن عوف کے حلیف اور خاندان بلی سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے،

طلحہ بن براء بن عمیر بن وبرہ بن ثعلبہ بن غنم بن سری بن سلمہ بن انیف،

ان کا آغاز شباب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی، طلحہ قریب آئے اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا کہ مجھ کو جو جی چاہے حکم دیجئے، تعمیل میں کوتاہی نہ ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعجب ہوئے اور ہنس کر فرمایا جاؤ اور اپنے باپ کو قتل کردو، وہ اس کے لئے آمادہ ہوگئے، چلنے لگے تو واپس بلایا کہ میں قطع رحم کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔

وفات | اسی زمانہ میں بیمار پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے، واپس ہوئے تو گھر والوں سے کہا کہ صحت کی طرف سے ناامیدی ہے، مریں تو فوراً خبر کرنا،

شب کو انتقال ہوا، وفات سے کچھ پہلے گھر والوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں، رات کا وقت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے، اسلئے مجھکو تم ہی لوگ دفن کردینا، صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو صحابہؓ کو لیکر قبر پر تشریف لائے، نماز جنازہ پڑھی اور ہاتھ اٹھا کر کہا خدایا طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں،

وفات کے وقت خود نوعمر تھے، اولاد کیا چھوڑتے؟ ہاں بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ گئے جنکی قسمت میں جوان بیٹے کا صدمہ اٹھانا مقدر ہو چکا تھا،

اخلاق | جوش ایمان، جوش اطاعت، حب رسولؐ اور بارگاہ نبوت میں مقبولیت کی شہادتیں اوپر گذر چکی

حضرت عاصم بن عدیؓ

عاصم نام، ابوعمرو کنیت، قبیلہ قضاعہ کے خاندان بلی سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے،

عاصم بن عدی بن الجدّ بن العجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل بن عمرو بن ودم بن ذبیان بن ہمیم بن ذہل بن بلی البلوی،

قبیلہ عجلان کے سردار اور معن بن عدی کے بھائی تھے،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | بدر کی شرکت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، مسجد حزار تک پہونچے تھے کہ منافقین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپ نے ان کو قبا اور عوالی کا امیر بنا کر واپس کیا، اور بدریین کے ساتھ غنیمت میں ان کا بھی حصہ لگایا،

احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی،

عویمر عجلانی جن کے متعلق آیت لعان نازل ہوئی تھی، ان کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہی نے سوال کیا تھا یہ غالباً ۹ھ کا واقعہ ہے،

وفات | ۴۵ھ (امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت) میں انتقال کیا، اس وقت ان کا سن ۱۱۵، اور ۱۲۰ سال کے درمیان تھا، گھر کے لوگوں نے توجہ کرنا چاہا تو منع کر دیا،

اولاد | ابوالبداح اور سہلہ دو اولاد یادگار چھوڑیں، سہلہ حضرت عبدالرحمنؓ

ابن عوف کو کہ قبیلہ بنو زہرہ کے ممتاز بزرگ اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے، منسوب تھیں[۱]،

حلیہ | حلیہ مفصل معلوم نہیں، طبری میں ہے، کہ کوتاہ قد تھے،

فضل و کمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶ حدیثیں روایت کیں، سہل رضی بن سعد ساعدی اور صاحبزادے ابو البداح راویوں میں ہیں،

[۱] طبقات ابن سعد ص۹ جلد ۳ قسم ۱،

حضرت عبداللہؓ بن انیس جہنی

نام و نسب عبداللہ نام، ابو یحییٰ کنیت، قبیلۂ قضاعہ سے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن انیس بن اسعد بن حرام بن حبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن تیم بن نفاثہ بن ایاس بن یربوع بن برک بن وبرہ، برک بن وبرہ کی اولاد قبیلہ جہینہ میں مل گئی تھی، اس لئے جہنی کے نام سے مشہور ہوئی، حضرت عبداللہؓ اسی سبب سے جہنی کہلاتے ہیں،

اسلام عقبۂ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہوئے، اور مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، اور وہیں مقیم ہو گئے، پھر مہاجرین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، اس لئے مہاجری انصاری کہلاتے ہیں، جوش ایمان شروع ہی سے بہت تھا، مدینہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے ہمراہ جا کر بنو سلمہ کے بت توڑے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام اور پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی،

غزوات بدر، احد اور بعد کے غزوات میں شامل ہوئے، خالد بن نبیح عنبری اسلام کا ایک دشمن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ سے اس کو قتل کرایا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شام کی سکونت اختیار کی، بحر روم کے کنارے عسقلان کے قریب غزہ شام کا ایک ساحلی شہر ہے، جو حدود مصر کے قریب واقع ہے، اسی کو اپنا مسکن بنایا، مصر اور افریقہ بھی گئے، (غالباً جہاد کے سلسلہ میں)

[1] اسد الغابہ صفحہ ۱۲۰ جلد ۳، [2] ابوداؤد

وفات | ۵۴ھ امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، یہ ابو قتادہ کی وفات کے ۵ اروز بعد کا واقعہ ہے، لیکن یہ صحیح نہیں بعض لوگوں نے ۶۰ھ کو سال وفات قرار دیا ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن انیس بیمار ہوئے تو ام البنین بنت ابی قتادہ آئیں، اور کہا چچا! اباجان کو میرا سلام پہونچائیگا، اس روایت میں ۵ ا روز بعد کی تصریح موجود ہے،

اولاد | حسب ذیل اولاد چھوڑی، عطیہ، عمرو، ضمرہ، عبداللہ، خالدہ،

فضل و کمال | حضرت عبداللہؓ نہایت جلیل القدر صحابی ہونے کے باوجود صرف ۲۴ حدیثوں کے راوی ہیں، لیکن اس سے ان کے دامن فضل پر کوئی داغ نہیں لگتا، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے، کہ خود حاشیہ نشینان نبوت ان کی طرف رجوع کرتے تھے، حضرت جابر بن عبداللہ جیسے صحابی صرف ایک حدیث کے لئے ایک مہینہ کی مسافت طے کرکے ان کے پاس غزہ پہونچے تھے، صحیح بخاری میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے، لیکن شہر کا نام مذکور نہیں ہے[1]،

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت جابرؓ مصر گئے تھے، اور وہاں جاکر ان سے حدیث سنی تھی، لیکن ہمارے خیال میں یہ راوی کی غلطی ہے، غزہ شام میں ہے اور چونکہ مصر کی سرحد پر واقع ہے، اس لئے راوی نے سمجھا کہ یہ حدود مصر میں داخل ہے، اور روایت میں بجائے غزہ کے مصر لکھ دیا،

حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے حدیث روایت کی ہے، راویوں میں بہت سے صحابہ اور تابعین ہیں، بعض کے نام یہ ہیں،

حضرت جابر بن عبداللہؓ، ابوامامہؓ، بسر بن سعیدؒ، عبداللہ بن ابی امیہ، عبدالرحمن و عبداللہ پسران کعب بن مالک، عبداللہ و معاذ پسران عبداللہ بن حبیب، صلبی فرزندوں کے علاوہ صلبی اولاد بھی ان کے فضل و کمال کی خوشہ چین ہے،

---

[1] بخاری کتاب العلم جلد ا

اخلاق عبادت گذار تھے، مسجد نبوی سے مکان دور تھا، اس لئے یہاں روزانہ آنے سے معذور تھے، ایک مرتبہ لیلۃ القدر میں جاگنا چاہتے تھے، لیکن اس کے لئے کوئی تاریخ متعین نہیں تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ایک تاریخ متعین فرما دیں تاکہ اس روز مسجد نبوی پہونچ کر شب بیداری کرسکوں، آپ نے رمضان کی ۲۳ ویں شب متعین کردی، چونکہ اس کی تعیین حضرت عبداللہ رضی اللہ کی وجہ سے ہوئی تھی اس لئے اہل مدینہ نے اس کی نسبت کیساتھ اس کا نام لیلۃ الجہنی رکھدیا،[1]

[1] اسد الغابہ ص۱۲۱ جلد۳، و استیعاب ص۳۴۴ جلد۱

حضرت عبداللہؓ بن سلمہ

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، قبیلۂ بلی سے تھے، اور قبیلۂ اوس میں عمرو بن عوف کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارثہ بن عدی بن عجلان بن حارثہ ابن ضبیعہ، والدہ کا نام انیسہ بنت عدی تھا،

اسلام | ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات | بدر میں شرکت کی،

شہادت | اور غزوۂ احد میں شرف شہادت سے مشرف ہوئے، ابن الزبعری نے ان کو قتل کیا، شہدا کی تدفین کے لئے یہ انتظام ہوا کہ دو دو، تین تین اشخاص ایک قبر میں رکھے جائیں، لیکن حضرت عبداللہؓ کی ماں نے خدمت اقدس میں آکر عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں، تاکہ مجھے کچھ اطمینان رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو ان کی نعش ایک اونٹ پر رکھی گئی، حضرت مجذر بن زیادؓ ان کے بڑے دوست تھے، اور اس سفر آخرت میں بھی ان کے رفیق ثابت ہوئے، اس لئے اسی اونٹ پر ان کی لاش بھی رکھی گئی، اور دونوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر مدینہ بھیجا گیا، عبداللہ نہایت لحیم شحیم اور مجذر دبلے پتلے آدمی تھے، اونٹ پر برابر اترے تو سب کو بڑا تعجب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے اعمال کا کرشمہ ہے،

فضل وکمال | چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں شہید ہوگئے تھے، اس لئے ان سے کوئی روایت

منقول نہیں، شاعر تھے اور ان کی شاعری کی یادگاریں البتہ باقی ہیں،

انا الذی قال اصلی من بلے　　　　اطعن بالصعدة حتی تنثنی

لوگوں میں میرے ہی متعلق مشہور ہے کہ قبیلۂ بلی ہوں چھوٹے نیزہ سے وار کرتا ہوں یہانتک کہ وہ مڑجاتا ہے

ولا یری مجذر ایفری فریٗ

لیکن میں مجذر کو کوئی سخت کام کرتے نہیں دیکھتا،

لہ ماخوذ از اصابہ ص ۸۱ جلد ۴ و اسد الغابہ ص ۱۱۱ جلد ۳ و استیعاب ص ۳۹۵ جلد ۱

حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ

نام ونسب | عبداللہ نام، ابویوسف کنیت، حبر لقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے، جس کا سلسلۂ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن حارث، قبیلۂ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے، حضرت عبداللہ اسی قواقل کے حلیف تھے،

ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا،

اسلام | عبداللہ بن سلام اپنے بچوں کے لئے باغ میں پھل چننے گئے تھے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے، اس کی خبر عبداللہ ابن سلام کو ہوئی، تو پھل لے کر دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور زیارت سے شرف اندوز ہوکر واپس گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب ترکس کا مکان ہے، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے قریب رہتا ہوں، یہ میرا گھر ہے، اور یہ دروازہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا، جب آپ کا مستقر متعین ہوگیا تو عبداللہ بن سلامؓ دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا تو فوراً پکار اٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے، اور میں عالم ابن عالم اور رئیس ابن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے، لیکن میرے مسلمان ہوجانے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب فرماکر اسلام کی دعوت دی، اور کہا عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، فرمایا وہ مسلمان ہوسکتے ہیں جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلامؓ مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے آنحضرت صلعم نے آواز دی، تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے، اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے ڈرو، تمھیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، اور باانیہمہ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کردیا[۱] اُنھوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو، اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو، اور تمھارا باپ بھی بدتر تھا حضرت عبداللہؓ نے کہا رسول اللہ آپ نے دیکھا مجھکو اسی کا خوف تھا،

غزوات | بدر اور احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے، صاحب طبقات کے نزدیک خندق میں وہ شریک تھے، اس لئے اُنھوں نے صحابہ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق میں انکا تذکرہ لکھا ہے، خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے ان میں بھی شامل ہوئے،

حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس میں حضرت عبداللہؓ ان کے ہمراہ تھے،

باغیوں نے جب حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کرکے ان کے قتل کی تیاریاں کیں تو عبداللہ بن سلامؓ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں، فرمایا آپ کا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہیں، باہر جاکر مجمع کو منتشر کیجئے، حضرت عبداللہؓ باہر تشریف لائے اور ایک مختصر سی تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے،

[۱] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۶ و صفحہ ۵۶۱ جلد ۱،

لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا، (یعنی حصین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں، چنانچہ شھد شاھد من بنی اسرائیل اور قل کفی باللہ شہید ابینی و بینکم ومن عندہ علم الکتاب میرے ہی شان میں اتری ہیں، خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے، اور فرشتوں نے تمھارے شہر کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت گاہ ہے، اپنا نشیمن بنالیا ہے، پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو خدا کی قسم! اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے، تو تمھارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے، اور خدا کی قسم، تلوار نکل پڑے گی جو اس وقت تک نیام میں بند ہے، اور جو پھر قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی،

لیکن سنگدلوں پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلاف ان کی شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی بولے کہ "اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کر ڈالو"[۱]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب کوفہ کو دارالخلافہ بنایا، تو انھوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے، حضرت علیؓ نے فرمایا وہ بیچارے نہایت نیک آدمی ہیں[۲]

وفات امیر معاویہؓ کے زمانۂ خلافت میں ۴۳ھ میں مدینۂ منورہ میں انتقال کیا،

اولاد دو بیٹے یادگار چھوڑے، یوسف اور محمد، دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا،[۳]

حلیہ مفصل حلیہ معلوم نہیں، بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لیکر چلتے تھے، اور اس پر

---

۱ صحیح ترمذی ص ۶۲۰ ۲ اصابہ جلد ۴ ص ۳۲۱ ۳ مسند ص ۳۵ جلد ۴،

ٹیک لگاتے تھے[1]، چہرہ پر خشوع کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے[2]،

فضل وکمال | توراۃ، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ان کا سینہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا، توراۃ پر جو عبور تھا، اس کے متعلق علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں[3]،

كان عبد الله بن سلام عالم اهل الكتاب وفاضلهم في زمانه بالمدينة	عبد اللہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے،

مسلمان ہو کر قرآن وحدیث پر توجہ کی اور حدیث میں مرجع کل بن گئے، اس سے بڑھکر شرف اور کیا ہو سکتا ہے، کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو تمام صحابہ میں حدیث کے سب سے بڑے گنجینہ دار تھے، ان سے حدیثیں دریافت کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک بار شام گئے، اور کعب احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس میں خدا سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور دیتا ہے، اس پر کعب نے کچھ ردوقدح کی یہانتک کہ اخیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے موافق ہو گئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ آکر عبد اللہ بن سلام سے یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے کہا کہ کعب نے جھوٹ کہا، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ انھوں نے میرے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، پھر فرمایا جانتے ہو وہ وقت کون سا ہے، یہ سن کر ابو ہریرہؓ ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہا کہ جلد بتلائیے، فرمایا عصر اور مغرب کے درمیان! ابو ہریرہؓ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے عصر اور مغرب کے درمیان کوئی نماز ہی نہیں، فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے[4]،

باایں ہمہ جلالت قدر ان سے صرف ۲۵ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں بعض صحابہ کرامؓ بھی ہیں، جن کے نام نامی یہ ہیں، انس بن مالکؓ، زرارہ بن اوفیؓ، ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن معقلؓ

[1] مسند ص۴۵۲ جلد ۵ [2] اصابہ ص۱۱۸ جلد ۴ [3] ص۲۲ جلد ۱ [4] مسند ص۴۵۱ و ۴۵۳ جلد ۵،

عبد اللہ بن حنظلہ، تلامذہ خاص کے نام حسب ذیل ہیں، حرشہ بن الحر، قیس بن عبادہ، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، حمزہ بن یوسف (پوتے) عمر بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابوبردہ بن ابوموسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادہ الزرقی، عطار بن یسار، عبید اللہ بن حبیش غفاری،

حضرت عبد اللہؓ سے ایک خاص حدیث منقول ہے، جس کے اخیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جمع کرکے سبح للہ کی چند آیتیں پڑھیں، حضرت عبد اللہؓ نے اپنے شاگردوں کے سامنے وہی آیتیں پڑھیں اور پھر بالترتیب عطار بن یسار، ہلال بن ابی میمونہ، یحییٰ بن ابی کثیر نے اپنے زمانہ میں اس سنت کو قائم رکھا لیکن یحییٰ کے شاگرد اوزاعی پر پہونچکر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا[۱]،

اخلاق | اخلاقی حیثیت سے حضرت عبد اللہؓ کا پایہ عظمت بہت بلند ہے، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زمین پر چلنے والے شخص کو جنتی نہیں فرمایا، البتہ عبد اللہ بن سلام کو فرمایا تھا[۲]، صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذؓ ابن جبل کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ "میں دنیا سے اُٹھ رہا ہوں لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھتا، جو شخص اس کی جستجو کریگا، پالے گا،" اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنائے جنمیں ایک عبد اللہ بن سلام تھے، فرمایا[۳]،

کان یھودیا فاسلم فانی سمعت	پہلے وہ یہودی تھے، پھر مسلمان ہوئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ،	سنا ہے کہ وہ گیارھویں جنتی ہیں،

باہمہ فضیلت بڑے منکسر المزاج تھے، مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لئے آئے اور لوگوں نے کہا کہ یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جس بات کو آدمی جانتا نہ ہو اس کو زبان سے

[۱] مسند ج۵ ص۴۵۲ جلد ۵ [۲] صحیح بخاری ص۵۳۶ جلد ۱ [۳] جامع ترمذی ص۶۲۲ [۴] صحیح بخاری ص۵۳۶ جلد ۱

نکالنا نہ چاہئے، اس کے بعد اپنے اُس خواب کا ذکر کیا، جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے،[1]

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا نہایت مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے، ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے خدا نے مستغنی کیا ہے، فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں،[2]

حق و صداقت کا جوش بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اُس وقت اگر مجھ میں قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھ کو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا،[3]

[1] صحیح بخاری ص ۵۳۸ جلد ا، [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۳ جلد ا، [3] استیعاب ص ۳۹۶ جلد ا،

حضرت عبداللہؓ بن طارق

نام و نسب عبداللہ نام تھا قبیلۂ بلی سے تھے، اور انصار میں قبیلۂ ظفر کے حلیف تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک مصنفین رجال کو ان کی نسبت میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض لوگ ان کو ظفری کہتے ہیں، ابن سعد کے نزدیک ظفری اور بلوی دو جداگانہ اشخاص ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ظفری اور بلوی دو الگ الگ شخص نہیں بلکہ ایک ہی مسمیٰ کے دو نام ہیں، بلوی اپنے قبیلہ کی نسبت سے اور ظفری حلف کی نسبت سے مشہور تھے، اور یہ عرب میں عام طور پر رائج تھا، اور اس کی متعدد مثالیں گذر چکی ہیں،

والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا پتہ چلتا ہے کہ معتب بن عبید اور یہ دونوں اخیافی بھائی تھے

اسلام ہجرت کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات بدر اور احد میں شرکت کی،

وفات سنہ ۳ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ۶ آدمیوں کو قبیلہ عضل اور قارہ میں اشاعت اسلام کے لئے روانہ کیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن طارق بھی تھے، یہ لوگ مقام رجیع پہونچے تو قبیلۂ ہذیل نے سرکشی کرکے ان کا محاصرہ کر لیا، مرثدؓ بن ابی مرثد، خالدؓ ابن کبیر اور عاصمؓ بن ثابت تین بزرگ وہیں لڑکر قتل ہوئے، خبیبؓ بن عدی، عبداللہؓ بن طارق اور زیدؓ بن دثنہ کفار کے ہاتھ آگئے اور قید ہوگئے، کفار ان کو لے کر مکہ چلے تو ظہران نام ایک مقام پر پہونچ کر حضرت عبداللہؓ نے اپنے کو قید و بند سے چھڑا لیا، اور تلوار کھینچ کر پیچھے ہٹے، کفار نے یہ دیکھکر ان کو پتھر مارنا شروع کیا، جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہوگئے،

حضرت عدیؓ بن ابی الزغباء

نام ونسب عدی نام، قبیلہ جہینہ سے ہیں، انصار میں بنو نجار کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے عدی بن ابی الزغباء سنان بن سبیع بن ثعلبہ بن ربیعہ بن زہرہ بن بذیل بن سعد بن عدی بن کاہل بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ،

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی، بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے ارادے سے نکلے تو مشرکین کی خبر معلوم کرنے کے لئے جن دو شخصوں کو آگے بھیجا گیا تھا، ان میں عدی بھی تھے، چاہ بدر کے قریب جا کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ارادہ سے اطلاع دی[1]،

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا،

[1] طبقات ابن سعد حصہ جلد ۲ قسم ۱،

حضرت عقبہؓ بن وہب

نام و نسب: عقبہ نام تھا، قبیلۂ غطفان سے تھے اور بنو سالم کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، عقبہ بن وہب بن کلدہ بن الجعدہ بن ہلال بن الحارث بن عمرو بن عدی بن جشم ابن عوف بن بہثہ بن عبداللہ بن غطفان بن سعد بن قیس بن عیلان،

اسلام: عقبۂ اولیٰ میں اسلام سے مشرف ہوئے، عقبۂ ثانیہ کی بیعت میں بھی شرکت کی بعض کا خیال ہے کہ انصار میں یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں، اسلام لاکر مکہ میں مقیم ہوئے، اور مہاجرین کے ہمراہ ہجرت نبوی سے قبل مدینہ آئے، اس بناء پر یہ مہاجر بھی ہیں اور انصار بھی،

غزوات: بدر، احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں خود کی چند کڑیاں گھس گئیں، تو عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانت سے کھینچیں، لیکن بعض کا خیال ہے کہ اس میں عقبہ بھی ان کے مددگار تھے[1]،

[1] ماخوذ از اصابہ ص ۲۵۶ جلد ۴، و اسد الغابہ ص ۴۲۱ و ۴۲۲ جلد ۳، و استیعاب ص ۵۰۲ جلد ۲،

حضرت کعبؓ بن عجرہ

نام و نسب کعب نام، ابو محمد کنیت، خاندان بلی سے تھے، اور قواقل کے حلیف تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن عجرہ بن امیہ بن عدی بن عبید بن خالد بن عمرو بن عوف بن غنم بن سواد بن مری بن ارانہ بن عامر بن عبیلہ بن قسیل بن فران بن بلی بن عمرو بن حارث بن قضاعہ،

واقدی نے ان کو انصار میں داخل کیا ہے، اور حلف کے منکر ہیں، لیکن ابن سعد نے اس کی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ میں نے انصار کے نسب نامہ میں ان کا نام تلاش کیا، لیکن کہیں نہ ملا،[۱]

اسلام ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے،

غزوات تمام غزوات میں شرکت کی، عمرۂ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے سر میں اس کثرت سے جوئیں پڑ گئی تھیں کہ چہرہ پر آ آکر گرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تم کو سخت تکلیف ہے، اپنا سر منڈوا دو، حضرت کعبؓ اگرچہ احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن انھوں نے متابعت حکم رسول میں سر منڈوا دیا، اور اس تکلیف سے نجات پا گئے،

روزہ کے فدیہ کے متعلق آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ سے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے تین صورتیں ہیں یا تو ایک بکری ذبح کرو، یا تین روزے[۲] رکھو یا ۶ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، جس کی مقدار فی مسکین نصف صاع ہو، معلوم نہیں حضرت کعبؓ نے ان میں سے کون سی صورت اختیار کی، بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی

۱؎ اصابہ جلد ۵ ص ۲۹۸
۲؎ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۸۴،

کی مقدرت نہ تھی اس کے بعد صرف دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، اب انھوں نے جس کو اختیار کیا ہو، روایت سے صاف پتہ نہیں چلتا،

عام حالات عہد نبوت کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کی،

وفات اور ۵۱ھ میں مدینہ آکر انتقال کیا، اس وقت ۷۵ برس کا سن تھا،

اولاد چار بیٹے چھوڑے، جو حدیث کے راویوں میں ہیں، ان کے نام یہ ہیں، اسحاق، عبد الملک، محمد، ربیع،

حلیہ ایک ہاتھ کسی غزوہ میں کٹ گیا تھا[1] سر پر گھنے بال تھے[2]

فضل و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ سے روایت کی، راویوں میں حسب ذیل حضرات ہیں،

ابن عمرؓ، جابرؓ، عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابن عباسؓ، عبد اللہ بن معقلؓ، ابن مقرن مزنی، طارق بن شہاب، ابو وائل، زید بن وہب، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، ابن سیرین، ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود، محمد بن کعب قرظی، ابو ثمامہ حناط، سعید مقبری، عاصم عدوی، موسیٰ بن وردان روایتوں کی تعداد (۴۷) ہے،

اخلاق حمایت حق اور حب رسولؐ دو چیزیں حضرت کعبؓ کے اخلاق میں نہایت روشن ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا، جس میں مسلمانوں کی ایک آئندہ خانہ جنگی کا تذکرہ بھی تھا، کعب بیٹھے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ وقت سامنے آگیا ہے، اتنے میں ایک شخص چادر اوڑھے سامنے سے گذرا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اس روز یہ شخص حق پر ہوگا، کعب فوراً اٹھے، اور اس کے بازو پکڑ کہا یا رسول اللہ!

---

[1] ابن سعد حصہ جلد ششم [2] مسند ص۲۴۲ جلد ۴،

یہ شخص ؟ فرمایا، ہاں، کعب نے چہرہ دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔[۱]

طبرانی کی کتاب الاوسط میں ہے کہ ایک روز کعبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ چہرۂ مبارک بھوک کی وجہ سے متغیر دیکھ کر جلدی سے واپس چلے گئے، راستہ میں ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا تھا، انھوں نے فی ڈول ایک چھوہارے کے حساب سے کچھ دیر مزدوری کی، کچھ چھوہارے جمع ہو گئے تو خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوئے اور پیش کئے۔[۲]

[۱] مسند ص ۲۴۲ جلد ۴ [۲] اصابہ ص ۳۰۴ جلد ۵

حضرت مجذرؓ بن زیاد

نام ونسب | عبداللہ نام، مجذر لقب، قبیلۂ بلی سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے، مجذر بن زیاد ابن عمرو بن اخرم بن عمرو بن عمارہ بن مالک بن عمرو بن تیرہ بن شنو بن قسر بن تیم بن عود مناہ ابن باح بن تیم بن اراسہ بن عامر بن علیلہ بن غیل بن قران بن بلی،

اسلام | غالباً ہجرت کے بعد اسلام لائے،

غزوات | غزوۂ بدر میں شرکت کی، ابو البختری مکہ میں ایک نہایت رحمدل اور نیک نفس شخص تھا، قیام مکہ کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہونچیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سینہ سپر ہوتا، بنو ہاشم کے مقاطعہ کا جو عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا، اس کے اتروانے میں ابو البختری کا خاص حصہ تھا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں صحابہ کو تاکید کردی تھی کہ اس کو پانا تو قتل نہ کرنا، حضرت مجذرؓ میدان میں آئے تو اس سے سامنا ہوگیا، اونٹ پر سوار تھا، پیچھے ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا تھا جو اس کے مال ومتاع کا نگراں تھا، مجذرؓ نے کہا کہ تمہارے قتل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی ہے لیکن دوسرے شخص کے لئے کوئی ہدایت نہیں فرمائی ہے، اس لئے اس کو تو کسی طرح نہ چھوڑونگا، ابو البختری تو لا یہ تو میرے لئے بڑے شرم کی بات ہوگی کہ اس کو تو قتل کرادوں اور خود زندہ رہوں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، قریش کی عورتیں طعنہ دیں گی، کہ جینے کی بڑی ہوس تھی، ساتھی کو قتل کرادیا، اور خود نہ مرگیا، غرض اڈ

سے اترا اور داد شجاعت دیتے ہوئے جان دی، حضرت مجذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس کو لانا چاہتا تھا لیکن وہ لڑائی کے سوا کسی چیز پر راضی نہ ہوا

وفات بدر کے بعد احد میں شریک ہوئے، اور جام شہادت نوش فرمایا، ایام جاہلیت میں انھوں نے سوید بن صامت کو قتل کیا تھا جس سے جنگ بعاث کی نوبت آئی تھی، فریقین کے مسلمان ہوجانے کے بعد اگرچہ معاملہ رفت و گذشت ہوگیا تھا لیکن سوید کے بیٹے حارث کے دل میں مسلمان ہونے کے باوجود ان کی طرف سے غبار تھا اس نے موقع پاکر ان کو اپنے باپ کے عوض قتل کردیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا، ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو دوبارہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذر کے عوض اس کے قتل کا حکم دیا[۵]

[۵] اصابہ ص۳۴۱ جلد ۴، اسد الغابہ ص۳۰۲ جلد ۴، استیعاب ص۲۹۰ جلد ۱۔

حضرت معنؓ بن عدی

نام و نسب معن نام، قبیلۂ بلی سے ہین، عمرو بن عوف کے حلیف تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے، معن بن عدی بن الجد بن عجلان، حضرت عاصمؓ بن عدی کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہین معن انھین کے بھائی تھے،

اسلام عقبۂ ثانیہ مین مشرف بہ اسلام ہوئے،

غزوات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زیدؓ سے مواخاۃ ہوئی، غزوۂ بدر مین شریک ہوئے[1]، احد، خندق اور تمام دوسرے غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو صحابہ کہنے لگے، کہ کاش ہم آپ کے سامنے مرجاتے، اور یہ وقت نہ دیکھتے، خدا ہی بہتر جانتا ہے، کہ آیندہ کن بلاؤن اور مصیبتون کا سامنا ہو، حضرت معنؓ نے سنا تو کہا، "مجھے اس کی آرزو نہین، مین تو یہ چاہتا ہون کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین مین نے آپ کی تصدیق کی تھی، وفات کے بعد بھی آپ کی اسی طرح تصدیق کرون[2]،

سقیفۂ بنی ساعدہ کے واقعہ مین حضرت عمرؓ نے جن دو صالح شخصون سے ملنے کا ذکر کیا ہے[3]، ان مین ایک یہ بھی تھے، انھون نے حضرت عمرؓ وغیرہ کو انصار کے ارادہ سے آگاہ کیا، اور مشورہ دیا کہ آپ لوگ وہان نہ جائین، بلکہ اپنی جگہ پر رہ کر فیصلہ کرلین[4]،

---

[1] صحیح بخاری ص۵۷۴ جلد۲ [2] فتح الباری ص۱۳۳ جلد۱۲ [3] صحیح بخاری ص۱۰۳۵ جلد۲ [4] ایضاً ص۱۰۱ جلد۲

وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۳۱)

سیر انصار

(حصۂ دوم)

جس میں بہ ترتیب حروف تہجی مستند حوالوں سے ۴۶۰ انصار کرام و حلفائے انصار رض
کے سوانح و حالات، اور ان کے فضائل و کمالات کی تفصیل مذکور ہے

مرتبہ

مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام: مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

طبع دوم

۱۳۶۶ھ
۱۹۴۷ء